Globethics Repository

Kitab al-Tauhid (Volume 2 Part 5)

This page was generated automatically upon download from the Globethics Repository. More information on Globethics see https://www.globethics.net. Data and content policy of Globethics Repository see https://repository.globethics.net/pages/policy.

Item Type	Book
Authors	Al-Qodiri, Muhammad Thohir
Publisher	Manshurat Minhaj al-Quran
Rights	With permission of the license/copyright holder
Download date	2026-07-13 11:11:35
Link to Item	http://hdl.handle.net/20.500.12424/186318

باب ششم

توحید اور زِیارت

فصل اَوّل : زِیارت کا معنی و مفہوم اور اَقسام

فصل دوم : زِیارتِ رسول ﷺ

فصل سوم : زیارتِ روضۂ رسول ﷺ کی مشروعیت

فصل چہارم: لَا تُشَدُّ الرِّحَال کا صحیح مفہوم

فصل پنجم : زیارتِ صالحین

فصل ششم : زیارتِ قبور کا شرعی تصوّر

www.MinhajBooks.com

فصل اَوّل

زِیارت کا معنی و مفہوم اور اَقسام

www.MinhajBooks.com

زیارتِ قبور باعثِ اجر و ثواب عمل اور تذکیرِ آخرت کا اہم ذریعہ ہے۔ ائمۂ حدیث وتفسیر کا اس امر پر اتفاق ہے کہ تمام مسلمانوں کو خواہ مرد ہو یا عورت زیارتِ قبور کی اجازت ہے جبکہ بعض فقہاء کے نزدیک حسبِ استطاعت حضور نبی اکرم ﷺ کے روضۂ انور کی زیارت واجب کے درجہ میں داخل ہے۔ یہی وجہ ہے کہ قرونِ اولیٰ سے اب تک اللہ سبحانہ وتعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ سے محبت کرنے والے اور دین کی تبلیغ و اشاعت کرنے والے طبقات میں سے کسی نے درِ رسول ﷺ کی حاضری کو اپنے لیے دنیوی و اُخروی سعادت نہ سمجھا ہو۔ پوری تاریخ میں کوئی ایک مثال بھی ایسی نہیں ملتی کہ کوئی شخص متدین ہو، مبلغ ہو اور مسلم ہو لیکن حضور نبی اکرم ﷺ کی بارگاہ میں جانے میں عار محسوس کرے۔ بلکہ ہر وہ مسلمان جسے اللہ تعالیٰ نے دین کی سمجھ بوجھ دی، اسے علم کی دولت سے نوازا، اسے عقلِ سلیم اور قلبِ منیر سے فیضیاب فرمایا ہو اور وہ محبوبِ کبریا کی بارگاہِ اقدس میں جانے سے ہچکچائے۔ تاہم گزشتہ چند دہائیوں سے بعض لوگوں نے دین کی خودساختہ تشریح و تعبیر کا بیڑا اٹھایا ہے اور وہ حضور نبی اکرم ﷺ کی قبرِ انور، اولیاء وصالحین اور عامۃ الناس کی قبور کی زیارت کو بدعت، شرک اور ممنوع سمجھتے ہیں۔ حالانکہ زیارتِ قبور کے بارے میں ایسا عقیدہ قرآن وسنت کی تعلیمات کی رو سے صراحتاً غلط اور باطل ہے۔ اس ضمن میں بھی لوگ افراط وتفریط کا شکار ہیں۔ زیارتِ قبور پر جانے والوں نے زیارت کے مقاصد بدل لیے اور عبرت کی بجائے سیر وتفریح کا ذریعہ بنا لیا تو مخالفین بھی اپنی حد سے ایک قدم آگے بڑھے اور انہوں نے جواز کو بوجوہ عدمِ جواز میں بدلا اور بعد ازاں اس عمل کو حرام اور شرک تک پہنچا دیا۔ دیگر مستحب اعمال کی طرح زیارتِ قبور کو بھی متنازعہ بنا دیا گیا اور نتیجتاً اس پر بھی بحث ومناظروں کا سلسلہ چل نکلا۔ دونوں طرف سے دلائل کے انبار لگ

گئے اور کتب مرتب ہونا شروع ہو گئیں۔ چنانچہ اس وقت ’’توحید اور ردِ شرک‘‘ کے اہم موضوعات میں سے زیارتِ قبور بھی ایک مستقل موضوع بن گیا ہے۔ اس لیے ہم نے ضروری سمجھا کہ اس موضوع پر بھی قرآن و سنت کی روشنی میں اعتدال و توازن کی راہ پر چلتے ہوئے نفسِ مسئلہ کو سمجھا جائے۔ آئندہ صفحات میں قرآنی آیات اور احادیث سے براہِ راست ہم زیارتِ قبور خصوصاً زیارتِ رسول ﷺ اور زیارتِ اولیاء پر روشنی ڈالیں گے۔ آیئے سب سے پہلے ہم زیرِ نظر باب میں زیارت کا معنی و مفہوم اور اس کی اقسام سمجھ لیں۔

۱۔ زیارت کا لغوی معنی و مفہوم

عربی لغت میں ہر لفظ کا مادہ کم از کم سہ حرفی ہوتا ہے جس سے باقی الفاظ مشتق اور اخذ ہوتے ہیں۔ عربی لغت کے اعتبار سے لفظِ زیارت زَارَ، یَزُوْرُ، زَورًا سے بنا ہے، جس میں ملنے، دیکھنے، رغبت اور جھکاؤ کے معانی پائے جاتے ہیں۔ جب کوئی شخص کسی ایک جگہ سے دوسری جگہ کسی کی ملاقات کے لئے جائے تو اس میں اُس شخص کی طرف رغبت، رجحان اور جھکاؤ پایا جاتا ہے اور بوقت ملاقات رؤیت بھی ہوتی ہے اس لئے اس عمل کو زیارت کہا جاتا ہے۔ ائمہ لغت نے زَور کے درج ذیل معانی بیان کئے ہیں:

۱۔ زَارَ، یَزُوْرُ، زَوْرًا، أی لَقِیَهُ بِزَوْرِهِ، أوْ قَصَدَ زَوْرَهُ أی وِجْهَتَهُ.(۱)

(’’زَارَ یَزُوْرُ زَوْرًا کا معنی ہے: اس نے فلاں شخص سے ملاقات کی یا فلاں کی طرف جانے کا ارادہ کیا۔‘‘)

۲۔ زَارَ یَزُوْرُ زِیَارَةً وَ زَوْرًا وَ زُوَارًا و زُوَارَةً وَمَزَارًا أتاهُ بِقَصْدِ اللقاء وُهُو مأخوذ من الزَوْرِ للصدر أو المَیْل.(۲)

’’زیارت کا معنی ہے: کسی سے ملنے کے لئے آنا۔ یہ لفظ زَور سے نکلا ہے جس

(۱) زبیدی، تاج العروس، ۶: ۴۷۷

(۲) بطرس بستانی، محیط المحیط: ۳۸۴

کا معنی ہے سینہ کی ہڈیوں کی ملنے کی جگہ یا میلان، رجحان اور رغبت۔"

۳۔ "محیط المحیط (ص: ۳۸۴)" میں زیارت کا معنی یوں بھی لکھا ہے:

الزِّيارة مصدر و إسم بمعنی الذهاب إلی مكان للاجتماع بأهله كزيارة الأحبة وللتبرّك بما فيه من الآثار كزيارة الأماكن.

"لفظِ زیارۃ مصدر بھی ہے اور اسم بھی۔ جس کا معنی کسی جگہ اہالیان سے ملنے کے لئے جانا جیسے دوست احباب کی ملاقات یا دوسرا معنی کسی جگہ موجود آثار سے حصولِ برکت کے لئے جانا جیسے مقاماتِ مقدّسہ کی زیارت کے لئے جانا۔"

۴۔ لغت کی معروف کتاب "المصباح المنیر" میں لکھا ہے:

والزِّيارة في العرف قصد المزور كرامًا له واستئناسا به. (۱)

"عرفِ عام میں زیارت سے مراد کسی شخص کے ادب و احترام اور اس سے محبت کی بناء پر اس کی ملاقات کے لئے جانا۔"

اسی سے مَزَار ہے۔ جس کا معنی ہے وہ جگہ جس کی زیارت کی جائے۔ ابنِ منظور افریقی لکھتے ہیں:

وَالمَزَارُ موضع الزيارة. (۲)

"مزار سے مراد زیارت کرنے کا مقام ہے۔"

اسی سے زَائِر بھی ہے جس کا معنی ہے: زیارت کے لئے جانے والا شخص یا ملاقاتی۔

www.MinhajBooks.com

---

(۱) فیومی، المصباح المنیر فی غریب شرح الکبیر للرافعی، ۱: ۲۶۰

(۲) ابن منظور إفریقی، لسان العرب، ۴: ۳۳۳

٢۔ زیارت کا شرعی معنی و مفہوم

قرآن و حدیث کی تعلیمات سے پتہ چلتا ہے کہ بعض ذواتِ عالیہ اور مقاماتِ مطہرہ کو اللہ تعالیٰ نے خصوصی نعمت و رحمت سے نوازا ہے اور اِن کو دیگر مخلوق پر ترجیح دی ہے۔ ان بابرکت ذوات اور اماکنِ مقدسہ پر حاضری کیلئے جانا مشروع، مسنون، مندوب اور مستحب عمل ہے، عرفِ عام میں اسی کو ''زیارت'' کہا جاتا ہے۔

٣۔ زیارت کی اَقسام

دینِ اسلام میں زیارت کا اس قدر جامع تصور ہے کہ ہر واجب الاحترام شخصیت، متبرک چیز اور مقام مقدّس کو صرف اور صرف دیکھنا ہی عبادت کا درجہ رکھتی ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

النظر إلی الوالد عبادة، والنظر إلی الکعبة عبادة، والنظر في المصحف عبادة، والنظر إلی أخیک حبًا له فی اللہ عبادة. (١)

''والد کی طرف دیکھنا عبادت ہے، کعبہ کی طرف دیکھنا عبادت ہے، قرآن حکیم کی طرف دیکھنا عبادت ہے اور اپنے بھائی کی طرف رضائے الٰہی کے لئے محبت کی نگاہ سے دیکھنا بھی عبادت ہے۔''

مذکورہ حدیثِ مبارکہ میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جن کی طرف دیکھنے کو عبادت فرمایا یہ دراصل زیارت کی مختلف اقسام ہیں۔ ذیل میں ہم اس حدیث سمیت دیگر نصوص کی روشنی میں زیارت کی اقسام کا ذکر کر رہے ہیں جن میں سرِفہرست زیارتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے۔

(١) بیهقی، شعب الإیمان، ٧: ١٨٧، رقم: ٨٧٦٠

(۱) زیارتِ رسول ﷺ

حضور نبی اکرم ﷺ کی حیاتِ مبارکہ میں بحالتِ ایمان آپ ﷺ کی زیارت کرنا افضل ترین عمل تھا۔ ایمان کی حالت میں آپ ﷺ کی زیارت کرنے والے خوش نصیب لوگوں کو ہی مرتبۂ صحابیت پر فائز ہونے کا شرف نصیب ہوا۔ یہ اتنا عظیم شرف اور امتیاز ہے جس پر قیامت تک کوئی اور شخص فائز نہیں ہوسکتا بے شک وہ پوری زندگی عبادت و ریاضت میں کیوں نہ صرف کر دے۔ ایسے خوش نصیب شخص کے بارے میں حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

لَا تَمُسُّ النَّارُ مُسْلِمًا رَآنِي أَوْ رَأَى مَنْ رَآنِي. (۱)

’’اُس مسلمان کو آگ نہیں چھوئے گی جس نے مجھے دیکھا (یعنی صحابی) یا مجھے دیکھنے والے کو دیکھا (یعنی تابعی)۔‘‘

اسی طرح بعد از وصال زیارتِ رسول ﷺ کی شرعی حیثیت پر بھی اُمتِ مسلمہ کا اِجماع ہے۔ بعض ائمۂ احناف اور مالکیہ کے علاوہ دیگر اہلِ سنت وجماعت کے مذاہب بھی اسے بعض حالات میں واجب قرار دیتے ہیں۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے واضح الفاظ میں اپنے حبیب ﷺ کی بارگاہ میں حاضری کا حکم فرمایا ہے۔ ارشادِ الٰہی ہے:

وَ لَوْ أَنَّهُمْ إِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا○ (۲)

’’اور (اے حبیب!) اگر وہ لوگ جب اپنی جانوں پر ظلم کر بیٹھے تھے آپ کی

---

(۱) ترمذی، الجامع الصحیح، کتاب المناقب، باب ما جاء فی فضل من رأی النبی ﷺ وصحبه، ۵: ۶۹۴، رقم: ۳۸۵۸

(۲) النساء، ۴: ۶۴

خدمت میں حاضر ہوجاتے اور اللہ سے معافی مانگتے اور رسول (ﷺ) بھی ان کے لیے مغفرت طلب کرتے تو وہ (اِس وسیلہ اور شفاعت کی بناء پر) ضرور اللہ کو توبہ قبول فرمانے والا نہایت مہربان پاتے o‘‘

درجِ بالا آیتِ مبارکہ سے یہ نہ سمجھا جائے کہ اس کا اطلاق صرف حضور نبی اکرم ﷺ کی حیاتِ مبارکہ تک تھا بلکہ جس طرح قرآن کے تمام احکام قیامت تک کے لئے ہیں اسی طرح اس آیتِ مبارکہ کا اطلاق بھی حضور ﷺ کی ذاتِ مطہرہ پر قیامت تک کے لئے ہوگا۔

حضور نبی اکرم ﷺ نے اپنے روضۂ اَطہر کی زیارت کے حوالے سے اِرشاد فرمایا، جسے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے روایت کیا ہے:

مَنْ زَارَ قَبْرِي وَجَبَتْ لَهُ شَفَاعَتِي.(۱)

’’جس نے میری قبر کی زیارت کی اُس کے لئے میری شفاعت واجب ہوگئی۔‘‘

احادیثِ صحیحہ متواترہ سے ثابت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے اپنی قبرِ انور کی زیارت کرنے کی بڑی ترغیب دلائی ہے جس پر تفصیلی بحث اِن شاء اللہ تعالیٰ آئندہ فصول میں کی جائے گی۔

(۲) زیارتِ اولیاء و صالحین

اللہ تعالیٰ کے مقرب اور محبوب بندوں کی زیارت و ملاقات کے لئے جانا، عند اللہ محبوب عمل ہے۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ اور حضور علیہ الصلوۃ و السلام کے فرامین سے ثابت ہے کہ صالحین کی

(۱) ۱۔ دارقطنی، السنن، ۲: ۲۷۸
۲۔ بیہقی، شعب الإیمان، ۳: ۴۹۰، رقم: ۴۱۵۹، ۴۱۶۰
۳۔ حکیم ترمذی، نوادر الأصول، ۲: ۶۷

زیارت اور ملاقات کو جانا چاہیے۔

۱۔ قرآن مجید میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے سورۃ الکہف[1] میں تفصیلاً بیان کیا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حضرت حضر علیہ السلام کی زیارت اور اُن کی صحبت سے مستفید ہونے کے لئے بھیجا گیا تھا۔ حضرت حضر علیہ السلام کا شمار اللہ جل جلالہ کے صالحین اور مقرب بندوں میں ہوتا ہے جس سبب سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اُن کے علم سے استفادہ کے لئے خصوصی طور پر بھیجا گیا۔

اولیاء وصالحین کی زیارت کرنا مسنون عمل ہے۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنتِ طیبہ اور فرامینِ مبارکہ سے بھی اولیاء، صالحین، کامل مؤمنین اور متقین کی زیارت کو جانا ثابت ہے۔

۲۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی رضا وخوشنودی کی خاطر کسی کی زیارت و ملاقات محبتِ الٰہی کا باعث ہے۔ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے مروی ہے: حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حدیثِ قدسی بیان کی کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَجَبَتْ مَحَبَّتِي لِلْمُتَحَابِّيْنَ فِيَّ وَلِلْمُتَجَالِسِيْنَ فِيَّ وَلِلْمُتَزَاوِرِيْنَ فِيَّ وَلِلْمُتَبَاذِلِيْنَ فِيَّ.[2]

’’میری محبت ان لوگوں کے لئے واجب ہوگئی جو صرف میرے لئے ایک دوسرے سے محبت کرتے ہیں، میری خاطر ایک دوسرے کے پاس بیٹھتے ہیں، میری رضا کے لئے ایک دوسرے کی زیارت و ملاقات کرتے ہیں اور میری رضا کے لئے ایک دوسرے پر خرچ کرتے ہیں۔‘‘

(۱) الکہف، ۱۸: ۶۰۔۸۲

(۲) ۱۔ مالك، الموطأ، ۲: ۹۵۳، رقم: ۱۷۱۱

۲۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۵: ۲۳۳، رقم: ۲۲۰۸۳

۳۔ حضرت رَزِین بن حبش سے روایت ہے، کہتے ہیں:

أَتَيْنَا صَفْوَانَ بْنَ عَسَّالٍ الْمُرَادِيَّ، فَقَالَ: أَزَائِرِيْنَ؟ قُلْنَا: نَعَمْ، فَقَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ: مَنْ زَارَ أَخَاهُ الْمُؤْمِنَ خَاضَ فِي رِيَاضِ الْجَنَّةِ حَتّٰى يَرْجِعَ، وَمَنْ عَادَ أَخَاهُ الْمُؤْمِنُ خَاضَ فِي الْجَنَّةِ حَتّٰى يَرْجِعَ.(۱)

''ہم حضرت صفوان بن عسال رضی اللہ عنہ کے پاس حاضر ہوئے، وہ پوچھنے لگے: ملاقات کرنے آئے ہو؟ ہم نے کہا: جی ہاں! اس پر انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے: جو شخص اپنے مومن بھائی کی ملاقات کو جاتا ہے وہ واپسی تک جنت کے باغوں میں (اللہ تعالیٰ کی رحمت سے) مستفید ہوتا رہتا ہے، اور (اسی طرح) جو بندہ اپنے مومن بھائی کی عیادت کے لئے جاتا ہے وہ بھی واپسی تک جنت کے باغوں میں رہتا ہے۔''

زیارتِ صالحین کی مزید تفصیلات اس عنوان کے تحت آئندہ فصل میں ملاحظہ فرمائیں۔

(۳) زیارتِ اَماکنِ مقدسہ

شریعتِ اسلامیہ میں مقدّس مقامات کی زیارت کو جانے کی بھی اجازت ہے۔ ان بابرکت مقامات میں روئے زمین کی تمام مساجد، خصوصاً مسجدِ حرام، مسجدِ نبوی، مسجدِ اقصیٰ، مسجدِ قباء اور بعض مقدّس اماکن مکہ مکرمہ، مدینہ منورہ، فلسطین، شام اور یمن شامل ہیں۔ علاوہ ازیں حضور نبی اکرم ﷺ، دیگر انبیاءِ کرام اور اولیاءِ عظام کے مقاماتِ ولادت

(۱) ۱۔ طبرانی، المعجم الکبیر، ۸:۶۷، رقم: ۷۳۸۹

۲۔ أبو نعیم، حلیۃ الأولیاء وطبقات الأصفیاء، ۵:۸۹

۳۔ منذری، الترغیب والترھیب، ۲: ۲۴۸، رقم: ۳۸۹۸

اور وصال کی زیارت کرنا بھی از روئے شرع جائز ہے۔

(۴) زیارتِ والدین

ایک اسلامی معاشرے میں والدین کا مقام و مرتبہ اتنا اونچا اور بلند ہے کہ اللہ رب العزت نے قرآن حکیم میں اپنے شکر کے ساتھ ہی والدین کے شکر کا بھی حکم دیا، ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

اَنِ اشْکُرْ لِیْ وَلِوَالِدَیْکَ ط اِلَیَّ الْمَصِیْرُo [(۱)]

''تو میرا (بھی) شکر ادا کر اور اپنے والدین کا بھی۔ (تجھے) میری ہی طرف لوٹ کر آنا ہےo''

حج اور جہاد جیسے فرائض پر بھی خدمتِ والدین کو ترجیح حاصل ہے۔ وہ اولاد نیک اور سعادت مند ہے جو اپنے والدین کی فرماں بردار ہو۔ ان کے ساتھ نیکی اور بھلائی کا سلوک کرے اور جنت کی مستحق ٹھہرے۔ والدین کی زیارت مندوب و مستحب عمل ہے اور ان کو دیکھنا بھی عبادت ہے۔ حدیثِ مبارکہ میں ہمیں اس امر کی ترغیب ملتی ہے کہ زیارتِ والدین عملِ خیر اور باعثِ اجر و ثواب ہے۔ حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

مَا مِنْ وَلَدٍ بَارٍ يَنْظُرُ إِلَى وَالِدَيْهِ نَظْرَةَ رَحْمَةٍ إِلَّا كَتَبَ اللّٰهُ بِكُلِّ نَظْرَةٍ حَجَّةً مَبْرُوْرَةً. قَالُوْا: وَإِنْ نَظَرَ كُلَّ يَوْمٍ مِائَةَ مَرَّةٍ؟ قَالَ: نَعَمُ اللّٰهِ أَكْبَرُ وَأَطْيَبُ. [(۲)]

(۱) لقمان، ۳۱: ۱۴

(۲) ۱۔ بیهقی، شعب الإیمان، ۶: ۱۸۶، رقم: ۷۸۵۶
۲۔ سیوطی، الدر المنثور، ۵: ۲۶۴

’’کوئی بھی سعادت مند بیٹا اپنے والدین کی طرف نظرِ رحمت سے دیکھے تو اللہ تعالیٰ اُسے ہر بار دیکھنے کے بدلے مقبول حج کا ثواب عطا فرماتا ہے۔ صحابہ کرام ﷺ نے عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! اگرچہ کوئی شخص ہر روز ایک سو مرتبہ والدین کی زیارت کرے (تو بھی اسے اتنا ہی اجر ملے گا)؟ آپ ﷺ نے فرمایا: (ہاں ایسا ہی ہر مرتبہ ثواب ملے گا کیونکہ) اللہ تبارک و تعالیٰ کی نعمتیں سب سے اعلیٰ اور افضل ہیں۔‘‘

حضرت محمد بن نعمان سے مرفوعاً مروی ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

مَنْ زَارَ قَبْرَ أَبَوَيْهِ أَوْ أَحَدِهِمَا فِي كُلِّ جُمُعَةٍ غُفِرَ لَهُ وَ كُتِبَ بَرًّا.(۱)

’’جس شخص نے ہر جمعۃ المبارک کو اپنے والدین میں سے دونوں یا کسی ایک کی قبر کی زیارت کی تو اس کی بخشش کر دی جاتی ہے اور اس کا نام نیکوکاروں میں لکھ دیا جاتا ہے۔‘‘

(۵) زیارتِ اَحباب اور متعلقین

کسی شخص کا اپنے اَعزّہ و اَقارب، دوست احباب اور ہمسایوں کی ملاقات اور زیارت کے لئے جانا اور ان کے مقام و مرتبہ کے مطابق ان کی عزت و احترام کرنا شرعاً مستحسن عمل ہے جو سنتِ رسول ﷺ سے ثابت ہے۔

۱۔ حضرت عبداللہ بن قیس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ كَانَ يُكْثِرُ زِيَارَةَ الْأَنْصَارِ خَاصَّةً وَعَامَّةً فَكَانَ

(۱) ۱۔ طبرانی، المعجم الأوسط، ۶: ۱۸۵
۲۔ بیهقی، شعب الإیمان، ۶: ۲۰۱
۳۔ سیوطی، الدر المنثور، ۵: ۲۶۷

إِذَا زَارَ خَاصَّةً أَتَی الرَّجُلَ فِي مَنْزِلِهِ وَإِذَا زَارَ عَامَّةً أَتَی الْمَسْجِدَ.(۱)

”حضور نبی اکرم ﷺ انصار کو اکثر خصوصی اور عمومی شرفِ ملاقات بخشا کرتے تھے۔ جب کسی خاص آدمی سے ملاقات فرمانا ہوتی تو آپ اس کے گھر تشریف لے جاتے اور جب عام زیارت کرنا مقصود ہوتی تو مسجد میں تشریف لے آتے۔“

۲۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

مَنْ عَادَ مَرِيْضًا أَوْ زَارَ أَخًا لَهُ فِي اللهِ نَادَاهُ مُنَادٍ بِأَنْ طِبْتَ، وَطَابَ مَمْشَاکَ وَتَبَوَّأْتَ مِنَ الْجَنَّةِ مَنْزِلًا.(۲)

”جو شخص کسی بیمار کی عیادت کے لئے جائے یا محض اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے اپنے کسی دینی بھائی کی زیارت کے لئے جائے تو اعلان کرنے والا اعلان کرتا ہے، تو پاک ہو، تیرا چلنا مبارک ہو، تو نے جنت میں اپنا گھر بنا لیا۔“

۳۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

مَا مِنْ عَبْدٍ مُسْلِمٍ أَتَی أَخَاهُ لَهُ يَزُوْرُهُ فِي اللهِ إِلَّا نَادَاهُ مَلَکٌ مِنَ السَّمَاءِ أَنْ طِبْتَ وَطَابَتْ لَکَ الْجَنَّةُ وَإِلَّا قَالَ اللهُ فِي مَلَکُوْتِ عَرْشِهِ (عَبْدِي) زَارَ فِيَّ، وَعَلَيَّ قِرَاهُ، فَلَمْ أَرْضَ لَهُ بِقِرىً دُوْنَ

---

(۱) أحمد بن حنبل، المسند، ۴: ۳۹۸

(۲) ۱۔ ترمذی، السنن، کتاب البر والصلة، باب ما جاء في زيارة الأخوان، ۴: ۳۶۵، رقم: ۲۰۰۸

۲۔ ديلمی، الفردوس بمأثور الخطاب، ۳: ۴۹۰، رقم: ۵۵۲۱

۳۔ بيهقي، شعب الإيمان، ۶: ۴۰۳، رقم: ۹۰۲۶

www.MinhajBooks.com

الْجَنَّةِ.(۱)

’’جو شخص اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر اپنے کسی مسلمان بھائی کی ملاقات کے لئے جاتا ہے تو آسمان سے ایک فرشتہ پکارتا ہے، تو پاکیزہ ہو گیا، تجھے جنت مبارک ہو، اور اللہ تعالیٰ اپنے عرش کی بادشاہی میں ارشاد فرماتا ہے: میرا بندہ میری خاطر اپنے بھائی کی ملاقات کے لئے آیا ہے اب اس کا اعزاز واکرام میرے ذمہ ہے۔ اس کے بدلے میں اس کے لئے جنت کے علاوہ کسی اور بدلہ پر راضی نہ ہوں گا۔‘‘

۴۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

أَلاَ أُخْبِرُكُمْ بِرِجَالِكُمْ فِي الْجَنَّةِ؟ قُلْنَا: بَلَى يَارَسُولَ اللهِ، قَالَ: النَّبِيُّ فِي الْجَنَّةِ، وَالصِّدِّيْقُ فِي الْجَنَّةِ، وَالشَّهِيْدُ فِي الْجَنَّةِ، وَالْمَوْلُوْدُ فِي الْجَنَّةِ. وَالرَّجُلُ يَزُوْرُ أَخَاهُ فِي نَاحِيَةِ الْمِصْرِ لَا يَزُوْرُهُ إِلاَّ لِلّٰهِ فِي الْجَنَّةِ.(۲)

’’کیا میں تمہیں جنتی لوگوں کے متعلق نہ بتاؤں؟ ہم نے عرض کیا، یارسول اللہ ضرور ارشاد فرمائیے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: انبیاء علیھم السلام جنت میں ہوں گے،

---

(۱) ۱۔ أبو يعلى، المسند، ۷: ۱٦٦، رقم: ۴۱۴۰
۲۔ مقدسی، الأحاديث المختارة، ۷: ۲۳۷، رقم: ۲٦۷۹
۳۔ منذری، الترغيب والترهيب، ۳: ۲۴۷، رقم: ۳۸۹۰
۴۔ أبو نعيم الأصبهانی، حلية الأولياء، ۳: ۱۰۷

(۲) ۱۔ طبرانی، المعجم الأوسط، ۲: ۲۰٦، رقم: ۱۷۴۳
۲۔ بيهقي، شعب الإيمان، ٦: ۴۹۴، رقم: ۹۰۲۸
۳۔ منذری، الترغيب والترهيب، ۳: ۲۴۷، رقم: ۳۸۹۳

صدیق جنت میں ہوں گے، شہید جنت میں ہوں گے، نابالغ بچے جنت میں ہوں گے اور وہ شخص جنت میں ہوگا جو محض رضائے الٰہی کے لئے اپنے مسلمان بھائی کی زیارت کے لئے شہر کے دور دراز محلے میں گیا۔''

۵۔ حضرت ابو رَزین العقیلی رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

يَا أَبَا رُزَيْنٍ! إِنَّ الْمُسْلِمَ إِذَا زَارَ أَخَاهُ الْمُسْلِمَ، شَيَّعَهُ سَبْعُوْنَ أَلْفَ مَلَكٍ، يُصَلُّوْنَ عَلَيْهِ يَقُوْلُوْنَ: اَللّٰهُمَّ كَمَا وَصَلَهُ فِيْكَ فَصِلْهُ. (۱)

''اے ابو رُزین جب مسلمان بندہ اپنے مسلمان بھائی کی ملاقات کو جاتا ہے تو ستر ہزار فرشتے اس کے ساتھ چلتے ہیں جو اس کے لئے (یہ) دعا کرتے ہیں: یااللہ! جس طرح اس بندے نے تیری رضا کے لئے اپنے بھائی سے ملاقات کی تو بھی اس سے راضی ہو جا۔''

(۶) زیارتِ قبور

قبور کی زیارت کرنا باعثِ اجر و ثواب اور تذکیرِ آخرت کا ذریعہ ہے۔ ائمۂ حدیث و تفسیر نے شرح و بسط کے ساتھ اس کی مشروعیت کو بیان کیا ہے۔ ائمہ کا اس امر پر اتفاق ہے کہ جمیع مسلمانوں کو خواہ مرد ہو یا عورت زیارتِ قبور کی اجازت ہے۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اپنا معمول مبارک بھی تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بقیع کے قبرستان میں تشریف لے جاتے، اہلِ قبور کو سلام کہتے اور ان کے لئے مغفرت کی دعا فرماتے۔

زِیارت منافیِ توحید نہیں

ہم نے اپنی کتاب ''کتاب التوحید (جلد اوّل)'' میں توحید اور شرک کی تقابلی بحث میں اس بات پر تفصیل سے روشنی ڈالی ہے کہ کسی عمل کا شرک ہونے کے لئے لازم

(۱) طبراني، المعجم الأوسط، ۸: ۱۷۶، ۱۷۷، رقم: ۸۳۲۰

۲۔ منذری، الترغیب والترهیب، ۳: ۲۴۸، رقم: ۳۸۹۴

ہے کہ وہ توحید کے معروف اقسام میں سے کسی کے مقابلے میں آئے ورنہ ہر عمل شرک نہیں ہوسکتا۔ بعض لوگ مزاراتِ انبیاء علیھم السلام اور اولیاء کرام کی حاضری و زیارت کو خلافِ توحید سمجھتے ہیں اور اسے شرک گردانتے ہیں حالانکہ کسی مزار کی زیارت کرنا اس بات کا صریح اعلان ہے کہ ہم کسی ایسی ہستی کی قبر کی زیارت کر رہے ہیں جو اس دنیا میں زندہ نہ رہا۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی ذات تو موت سے پاک ہے۔ وہ حیّ و قیّوم ہے۔ وہ ازل سے ہے ابد تک رہے گا۔ اس ذاتِ قادر و قیوم کے بارے میں موت کا تصور بھی ممکن نہیں۔

اِرشادِ باری تعالیٰ ہے:

اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّوْمُ. (۱)

''اللہ، اس کے سوا کوئی لائقِ عبادت نہیں (وہ) ہمیشہ زندہ رہنے والا ہے (سارے عالم کو اپنی تدبیر سے) قائم رکھنے والا ہے۔''

اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی ذات ہی اس لائق ہے کہ ہمیشہ زندہ رہنا اس کی خاص صفت ہے۔ مخلوق میں سے کوئی اس صفت سے متصف نہیں ہوسکتا۔ اگر کوئی کسی اور کے لئے اس طرح کی صفات کا اثبات کرے گا تو یقیناً شرک کا مرتکب ہوگا۔ فوت شدہ شخص اپنے تقویٰ طہارت اور للّٰہیت کی وجہ سے صالح بزرگ تو ہوسکتا ہے لیکن خدا اور معبود نہیں۔

مسلمانوں کا اپنے فوت شُدگان کی قبروں کی زیارت کے لئے جانا وہاں ان کے لئے دعا اور فاتحہ کرنا دراصل اس چیز کا اقرار ہے کہ یہ خدا نہیں تھے۔ اسی طرح سیدالعالمین حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہِ عالیہ کی حاضری بھی اس چیز کا ثبوت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ تعالیٰ کے محبوب نبی ہیں، اس کے شریک نہیں۔

آئندہ صفحات میں ہم اِن شاء اللہ تبارک و تعالیٰ زیارتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، زیارتِ اولیاء و صالحین اور زیارتِ قبور پر بحث کریں گے۔

(۱) آل عمران، ۳: ۲

فصل دُوُم

زِیارتِ رسول ﷺ

www.MinhajBooks.com

یہ حقیقت ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اوّل تا آخر محبوب رب العالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے والہانہ محبت کرتے تھے اسی محبت کا کرشمہ تھا کہ نہ انہیں اپنی جان کی پرواتھی، نہ مال و اولاد کی۔ وہ دنیا کی ہر چیز سے بڑھ کر اپنے آقا و مولیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عزیز جانتے تھے۔ ان کی اسی طاقت نے انہیں ہر طوفان سے ٹکرانے اور ہر مشکل سے سرخرو ہونے کا ہنر سکھایا۔ انہوں نے جس والہانہ عشق و محبت کا مظاہرہ کیا انسانی تاریخ آج تک اس کی نظیر پیش کرسکی اور نہ قیامت تک اس بے مثال محبت کے مظاہر دیکھنے ممکن ہوں گے۔ اُن کی محبتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ عالم تھا کہ وہ صرف آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت سے ہی اپنی بھوک پیاس کو بجھا لیتے تھے اور حالتِ نماز میں بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تکتے رہتے تھے۔

حیاتِ مبارکہ میں زیارتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

کتبِ احادیث و سیر میں متعدد واقعات درج ہیں جو انفرادی و اجتماعی طور پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو پیش آئے۔ یہ واقعات اِس اَمر کی غمازی کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عشاق صحابہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دیدار سے زندگی کی حرارت پاتے تھے۔ انہیں محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ایک لمحہ کی جدائی بھی گوارا نہ تھی۔ ان مشتاقانِ دید کے دل میں ہر لمحہ یہ تمنا دھڑکتی رہتی تھی کہ ان کا محبوب رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کبھی بھی ان سے جدا نہ ہو اور وہ صبح و شام آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت سے اپنے قلوب و اذہان کو راحت و سکون بہم پہنچاتے رہیں۔

اسی لازوال محبت کے چند مستند واقعات درج ذیل ہیں۔

ا۔ صحابہ کی نماز اور زیارتِ رسول ﷺ کا حسین منظر

حضور نبی اکرم ﷺ اپنے مرضِ وصال میں جب تین دن تک حجرہ مبارک سے باہر تشریف نہ لائے تو وہ نگاہیں جو روزانہ زیارتِ رسول ﷺ سے مشرف ہوا کرتی تھیں آپ ﷺ کی ایک جھلک دیکھنے کو ترس گئیں۔ جان نثارانِ مصطفیٰ ﷺ سراپا انتظار تھے کہ کب ہمیں حضور ﷺ کا دیدار نصیب ہوتا ہے۔ بالآخر وہ مبارک و مسعود لمحہ ایک دن حالتِ نماز میں انہیں نصیب ہوگیا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایامِ وصال میں جب نماز کی امامت کے فرائض سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے سپرد تھے۔ پیر کے روز تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ کی اقتدا میں حسبِ معمول باجماعت نماز ادا کر رہے تھے کہ آپ ﷺ نے قدرے افاقہ محسوس کیا۔ آپ ﷺ حجرہ مبارک سے مسجدِ نبوی میں جھانک کر گویا اپنے غلاموں کو صدیق کی اقتداءِ میں نماز پڑھتے ہوئے دیکھ کر اظہارِ اطمینان فرما رہے تھے۔ روایت کے الفاظ یہ ہیں:

فکشف النبي ﷺ ستر الحجرة، ینظر إلینا وھو قائمٌ، کأن وجھه ورقة مصحف، ثم تبسّم. (۱)

”نبی اکرم ﷺ نے اپنے حجرۂ مبارک کا پردہ اٹھا کر کھڑے کھڑے ہمیں دیکھنا

(۱) ۱۔ بخاری، الصحیح، کتاب الأذان، باب أھل العلم والفضل أحق بالإمامة، ۱: ۲۴۰، رقم: ۶۴۸
۲۔ مسلم، الصحیح، کتاب الصلاة، باب استخلاف الإمام إذا عرض له عذر من مرض وسفر، ۱: ۳۱۵، رقم: ۴۱۹
۳۔ ابن ماجه، السنن، کتاب الجنائز، باب في ذکر مرض رسول اللہ ﷺ، ۱: ۵۱۹، رقم: ۱۶۲۴
۴۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۳: ۱۶۳

شروع فرمایا۔ (ہم نے جب آپ ﷺ کی زیارت کی تو یوں لگا) جیسے آپ ﷺ کا چہرۂ انور کھلا ہوا قرآن ہو، پھر مسکرائے۔‘‘

حضرت انس رضی اللہ عنہ اپنی کیفیت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

فهممنا أن نفتتن من الفرح برؤية النبي ﷺ، فنكص أبوبكر على عقبيه ليصل الصف، وظنّ أن النّبيّ ﷺ خارج إلى الصلٰوة.[۱]

’’حضور نبی اکرم ﷺ کے دیدار کی خوشی میں قریب تھا کہ ہم لوگ نماز چھوڑ بیٹھتے۔ چنانچہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اپنی ایڑیوں پر پیچھے پلٹے تاکہ صف میں شامل ہو جائیں اور انہوں نے یہ سمجھا کہ حضور ﷺ نماز کے لیے باہر تشریف لانے والے ہیں۔‘‘

ان پرکیف لمحات کی منظرکشی رِوایت میں یوں کی گئی ہے:

فلما وضح وجه النبي ﷺ ما نظرنا منظرًا كان أعجب إلينا من وجه النبي ﷺ حين وضح لنا.[۲]

’’جب (پردہ ہٹا اور) آپ ﷺ کا چہرۂ انور سامنے آیا تو یہ اتنا حسین اور

(۱) ۱۔ بخاری، الصحیح، کتاب الأذان، باب أهل العلم والفضل أحق بالإمامة، ۱: ۲۴۱، رقم: ۶۴۹

۲۔ بیہقی، السنن الکبریٰ، ۳: ۷۵، رقم: ۴۸۲۵

۳۔ عبد الرزاق، المصنف، ۵: ۴۳۳

(۲) ۱۔ بخاری، الصحیح، کتاب الأذان، باب أهل العلم والفضل أحق بالإمامة، ۱: ۲۴۱، رقم: ۶۴۹

۲۔ مسلم، الصحیح، کتاب الصلاة، باب استخلاف الإمام إذا عرض له عذر من مرض وسفر، ۱: ۳۱۵، رقم: ۴۱۹

۳۔ ابن خزیمه، الصحیح، ۲: ۳۷۲، رقم: ۱۴۸۸

دلکش منظر تھا کہ ہم نے پہلے کبھی ایسا منظر نہیں دیکھا تھا۔‘‘

مسلم شریف میں فهممنا أن نفتتن کی جگہ یہ الفاظ منقول ہیں:

فبهتنا ونحن في الصلوة، من فرح بخروج النبي ﷺ. (۱)

’’ہم دورانِ نماز آپ ﷺ کے باہر تشریف لانے کی خوشی میں حیرت زدہ ہو گئے (یعنی نماز کی طرف توجہ نہ رہی)۔‘‘

علامہ اقبال نے حالتِ نماز میں حضور ﷺ کے عاشقِ زار حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے حوالے سے دیدارِ محبوب ﷺ کے منظر کی کیا خوبصورت لفظی تصویر کشی کی ہے:

ادائے دید سراپا نیاز تھی تیری
کسی کو دیکھتے رہنا نماز تھی تیری (۲)

۲۔ زیارتِ رسول ﷺ سے بھوک کا مداوا

حضور نبی اکرم ﷺ کی زیارت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے لئے اتنی بڑی قوت اور سعادت تھی کہ یہ بھوکوں کی بھوک رفع کرنے کا ذریعہ بھی بنتی تھی۔ چہرۂ اقدس کے دیدار کے بعد قلب و نظر میں اترنے والے کیف کے سامنے بھوک و پیاس کے احساس کی کیا حیثیت تھی؟

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ایک دن حضور رحمتِ عالم ﷺ ایسے وقت کاشانۂ نبوت سے باہر تشریف لائے کہ

لا يخرج فيها و لا يلقاه فيها أحد.

(۱) مسلم، الصحيح، كتاب الصلاة، باب استخلاف الإمام إذا عرض له عذر من مرض وسفر، ۱:۳۱۵، رقم:۴۱۹

(۲) اقبال، بانگِ درا: ۹۱

’’آپ ﷺ پہلے کبھی اس وقت باہر تشریف نہ لاتے تھے اور نہ ہی کوئی آپ ﷺ سے ملاقات کرتا۔‘‘

دراصل ہوا یوں تھا کہ سیدنا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بھی بھوک سے مغلوب باہر تشریف لے آئے تھے۔ حضور ﷺ نے اپنے رفیقِ سفر اور یارِ غار سے پوچھا:

ما جاء بک یا أبا بکر؟

’’اے ابوبکر! تم اس وقت کیسے آئے ہو؟‘‘

اس وفا شعار پیکرِ عجز و نیاز نے ازراہِ مروّت عرض کیا:

خرجت ألقی رسول اللہ ﷺ و أنظر فی وجهه و التسلیم علیه.

’’یا رسول اللہ ﷺ صرف آپ کی ملاقات، چہرہ انور کی زیارت اور سلام عرض کرنے کی غرض سے حاضر ہوا ہوں۔‘‘

تھوڑی دیر بعد ہی سیدنا فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ بھی اسی راستے پر چلتے ہوئے اپنے آقا ﷺ کے پاس حاضر ہوگئے۔ نبیٔ رحمت ﷺ نے دریافت فرمایا:

ما جاء بک یا عمر؟

’’اے عمر! تمہیں کون سی ضرورت اس وقت یہاں لائی؟‘‘

شمعِ رسالت ﷺ کے پروانے نے حسبِ معمول لگی لپٹی کے بغیر عرض کی:

الجوع، یا رسول اللہ. (۱)

(۱) ۱۔ ترمذی، الجامع الصحیح، کتاب الزهد، باب فی معیشة أصحاب النبي ﷺ، ۴: ۵۸۳، رقم: ۲۳٦۹

۲۔ ترمذی، الشمائل المحمدیة، ۱: ۳۱۲، رقم: ۳۷۳

۳۔ حاکم، المستدرک، ۴: ۱۴۵، رقم: ۷۱۷۸

منہاج انٹرنیٹ بیورو کی پیشکش www.MinhajBooks.com

''یا رسول اللہ! بھوک کی وجہ سے حاضر ہوا ہوں۔''

شمائلِ ترمذی کے حاشیہ پر مذکورہ حدیث کے حوالے سے یہ عبارت درج ہے:

لعل عمر رضی الله عنه جاء ليتسلى بالنظر فی وجه رسول الله صلی الله علیه وآله وسلم كما كان يصنع أهل مصر فی زمن يوسف علیه السلام، و لعل هذا المعنی كان مقصود أبی بكر رضی الله عنه و قد أدی بالطف وجه كأنه خرج رسول الله صلی الله علیه وآله وسلم لما ظهر عليه بنور النبوة أن أبابكر طالب ملاقاته، وخرج أبوبكر لما ظهر عليه بنور الولاية أنه صلی الله علیه وآله وسلم خرج فی هذا الوقت لانجاح مطلوبه. (۱)

''حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اس لئے تشریف لائے تھے کہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چہرۂ انور کی زیارت سے اپنی بھوک مٹانا چاہتے تھے، جس طرح مصر والے حضرت یوسف علیہ السلام کے حسن سے اپنی بھوک کو مٹا لیا کرتے تھے اور سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے عمل میں بھی یہی راز مضمر تھا۔ مگر مزاج شناس نبوت نے اپنا مدعا نہایت ہی لطیف انداز میں بیان کیا اور یہ امر بھی ذہن نشین رہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نورِ نبوت کی وجہ سے ان کا مدعا بھی آشکار ہو چکا تھا کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کیوں طالبِ ملاقات ہیں اور سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ پر نورِ ولایت کی وجہ سے واضح ہو چکا تھا کہ اس گھڑی آقائے مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دیدار انہیں ضرور نصیب ہوگا۔''

چنانچہ ایسا ہی ہوا اور حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے دونوں جاں نثاروں کی حالت سے باخبر ہونے پر اپنی زیارت کے طفیل ان کی بھوک ختم فرما دی۔ یہ واقعہ باہمی محبت میں اخلاص اور معراج کا منفرد انداز لیے ہوئے ہے۔

(۱) شمائل الترمذی: ۲۷، حاشیہ: ۳

۳۔ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی کیفیتِ اِضطراب

یوں تو حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دیدار کی آرزو اور تمنا ہر صحابیِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دل میں اس طرح بسی ہوئی تھی کہ اُن کی زندگی کا کوئی لمحہ اس سے خالی نہیں تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو سکون کی دولت نصیب ہوتی اور معرفتِ الٰہی کے دریچے ان پر روشن ہو جاتے۔ اُن کے دل کی دھڑکن میں زیارتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خواہش اس درجہ سما گئی تھی کہ اگر کچھ عرصہ کے لئے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دیدار میسر نہ آتا تو وہ بے قرار ہو جاتے تھے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ پر جو کیفیت گزرتی تھی اس کے بارے میں وہ خود روایت کرتے ہیں کہ میں نے بارگاہِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں عرض گزاری:

إني إذا رأيتک طابت نفسي و قرّت عيني، فأنبئني عن کل شيء، قال: کل خلق اللہ من الماء. (۱)

’’جب میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہوتا ہوں (تو تمام غم بھول جاتا ہوں اور) دل خوشی سے جھوم اٹھتا ہے اور آنکھیں ٹھنڈی ہو جاتی ہیں، پس مجھے تمام اشیاء (کائنات کی تخلیق) کے بارے میں آگاہ فرمایئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے ہر شے کی تخلیق پانی سے کی ہے۔‘‘

مذکورہ واقعات سے ثابت ہوا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے ہر کوئی فنا فی الرسول کے مقام پر فائز تھا اُن کا جینا مرنا، عبادت ریاضت، جہاد تبلیغ سب کچھ ذاتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ منسوب تھا۔ اس لئے وہ اپنے آقا و مولا سے ایک لمحہ کی جدائی گوارا نہ کرتے تھے اور ہر لمحہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت میں مست و بے خود رہتے۔

---

(۱) ۱۔ احمد بن حنبل، المسند، ۲: ۳۲۳
۲۔ حاکم، المستدرک علی الصحیحین، ۴: ۱۷۶، رقم: ۷۲۷۸
۳۔ ابن حبان، الصحیح، ۶: ۲۹۹، رقم: ۲۵۵۹

بعد از وصال صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا معمول

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم صبح و شام حضور نبی اکرم ﷺ کی زیارت اور دیدار سے اپنے مضطرب قلوب و اذہان کو راحت و سکون بہم پہنچاتے رہے۔ اُن کے دل میں ہر لمحہ یہ تمنا رہتی تھی کہ اُن کا محبوب رسول ﷺ کبھی بھی اُن سے جدا نہ ہو پس جس طرح صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی کیفیاتِ محبت کا والہانہ اظہار آپ ﷺ کی حیاتِ مقدسہ میں ہوا، اسی طرح بعد از وصال بھی وہ دیوانہ وار حضور ﷺ کے روضۂ اطہر پر حاضری دیتے اور اس حاضری میں بھی ان کی کیفیات دیدنی ہوتیں۔ یعنی ادبِ بارگاہِ رسالت ﷺ کے ساتھ ساتھ محبت اور عشق کی تمام تر بے قراریاں، جذب وشوق اور کیفیتِ فراق اورغمِ ہجر کی لذتیں ان کے ایمان کو جلا بخشتی تھیں۔ حضور نبی اکرم ﷺ کی قبرِ انور کی زیارت کے حوالہ سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ان ہی کیفیاتِ شوق پر مبنی معمولات درج ذیل ہیں:

۱۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا معمول

حضرت کعب الاحبار کے قبولِ اسلام کے بعد حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے انہیں کہا:

هل لک أن تسيرمعي إلى المدينة فنزور قبر النبي ﷺ وتتمتع بزيارته، فقلت: نعم، يا أمير المؤمنين.

''کیا آپ حضور نبی اکرم ﷺ کے روضۂ اقدس کی زیارت اور فیوض و برکات حاصل کرنے کے لیے میرے ساتھ مدینہ منورہ چلیں گے؟'' انہوں نے کہا: ''جی! امیر المؤمنین۔''

جب حضرت کعب الاحبار اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ آئے تو سب سے پہلے بارگاہِ سرورِ کونین ﷺ میں حاضری دے کر سلام عرض کیا، پھر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے مدفن مبارک پر کھڑے ہوکر اُن کی خدمت میں سلام عرض کیا اور دو رکعت نماز ادا کی۔ (۱)

(۱) ۱۔ واقدی، فتوح الشام، ۱: ۲۴۴

۲۔ اُمّ المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا معمول

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا معمول تھا کہ آپ اکثر روضہ مبارک پر حاضر ہوا کرتی تھیں۔ وہ فرماتی ہیں:

كُنْتُ أَدْخُلُ بَيْتِي الَّذِي دُفِنَ فِيهِ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ وَ أَبِي، فَأَضَعُ ثَوْبِي فَأَقُوْلُ إِنَّمَا هُوَ زَوْجِي وَأَبِي، فَلَمَّا دُفِنَ عُمَرُ مَعَهُمْ فَوَ اللهِ مَا دَخَلْتُ اِلَّا وَ أَنَا مَشْدُوْدَةٌ عَلَيَّ ثِيَابِي حَيَاءً مِنْ عُمَرَ.(۱)

''میں اس مکان میں جہاں رسول اللہ ﷺ اور میرے والد گرامی مدفون ہیں جب داخل ہوتی تو یہ خیال کرکے اپنی چادر (جسے بطور برقع اوڑھتی وہ) اتار دیتی کہ یہ میرے شوہرِ نامدار اور والدِ گرامی ہی تو ہیں لیکن جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو ان کے ساتھ دفن کر دیا گیا تو اللہ کی قسم میں عمر رضی اللہ عنہ سے حیاء کی وجہ سے بغیر کپڑا لپیٹے کبھی داخل نہ ہوئی۔''

اس حدیثِ مبارکہ سے معلوم ہوا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا روضۂ اقدس پر حاضری کا ہمیشہ معمول تھا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اہلِ مدینہ کو قحط سالی کے خاتمے کے لئے قبرِ انور پر حاضر ہوکر توسل کرنے کی تلقین بھی فرمائی۔

۳۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کا معمول

حضرت ابواُمامہ بیان کرتے ہیں:

رَأَيتُ أَنَس بن مَالِک أتى قَبْر النَّبي ﷺ فوقف فرفع يديه حتى

www.MinhajBooks.com

...... ۲۔ ہیتمی، الجوهر المنظم: ۲۷۔ ۲۸

(۱) ۱۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۶: ۲۰۲

۲۔ حاکم، المستدرك، ۳: ۶۱، رقم: ۴۴۰۲

۳۔ مقریزی، اِمتاعُ الاسماع، ۱۴: ۶۰۷

ظننتُ أنه افتتح الصّلاة فسلّم على النّبيّ ﷺ ثم انصرف.(۱)

”میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کو حضور نبی اکرم ﷺ کی قبرِ مبارک پر آتے دیکھا، انہوں نے (وہاں آکر) توقف کیا اور اپنے ہاتھ اتنے بلند کیے کہ میں نے خیال کیا شاید وہ نماز شروع کرنے لگے ہیں۔ پھر انہوں نے حضور نبی اکرم ﷺ کی بارگاہ میں سلام عرض کیا اور واپس چلے گئے۔“

اِس سے ظاہر ہوتا ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم فقط بارگاہِ رسالت مآب ﷺ میں سلام عرض کرنے کا شرف حاصل کرنے کے لئے بھی مسجدِ نبوی میں آتے تھے۔

۴۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو خواب میں زیارت کا حکم

عاشقِ مصطفیٰ حضرت بلال حبشی رضی اللہ عنہ حضور نبی اکرم ﷺ کے وِصال مبارک کے بعد یہ خیال کرکے شہرِ دلبر ...... مدینہ منورہ ...... سے شام چلے گئے کہ جب یہاں حضور ﷺ ہی نہ رہے تو پھر اِس شہر میں کیا رہنا! حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بیت المقدس فتح کیا تو سرورِ دو عالم ﷺ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے خواب میں آئے اور فرمایا:

ما هذه الجفوة، يا بلال؟ أما آن لک أن تزورني؟ يا بلال.

”بلال! یہ فرقت کیوں ہے؟ بلال! کیا وہ وقت ابھی نہیں آیا کہ تم ہم سے ملاقات کرو؟“

اس کے بعد حضرت بلال رضی اللہ عنہ اَشک بار ہو گئے۔ خواب میں حضور ﷺ کے اس فرمان کو حکم سمجھا اور مدینے کی طرف رختِ سفر باندھا، اُفتاں و خیزاں روضۂ مصطفیٰ ﷺ پر حاضری دی اور بے چین ہو کر غمِ فراق میں رونے اور اپنے چہرے کو روضۂ رسول ﷺ پر ملنے لگے۔(۲)

(۱) ۱۔ بیهقی، شعب الإیمان، ۳: ۴۹۱، رقم: ۴۱۶۴
۲۔ قاضی عیاض، الشفاء، ۲: ۶۷۱

(۲) ۱۔ سبکی، شفاء السقام فی زیارة خیر الأنام: ۳۹ ←

۵۔ حضرت ابو ایوب اَنصاری رضی اللہ عنہ کا واقعہ

حضرت داؤد بن صالح بیان کرتے ہیں کہ ایک روز خلیفہ مروان بن الحکم روضۂ رسول ﷺ کے پاس آیا تو اُس نے دیکھا کہ ایک آدمی حضور پُرنور ﷺ کی قبرِانور پر اپنا منہ رکھے ہوئے ہے۔ مروان نے اسے کہا: کیا تُو جانتا ہے کہ یہ کیا کر رہا ہے؟ جب مروان اس کی طرف بڑھا تو دیکھا کہ وہ حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ ہیں، انہوں نے جواب دیا:

نَعَمْ، جِئْتُ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ وَ لَمْ آتِ الْحَجَرَ۔ (۱)

’’ہاں (میں جانتا ہوں کہ میں کیا کر رہا ہوں)، میں اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوا ہوں کسی پتھر کے پاس نہیں آیا۔‘‘

امام احمد بن حنبل کی بیان کردہ روایت کی اِسناد صحیح ہیں۔ امام حاکم نے اسے شیخین (بخاری و مسلم) کی شرائط پر صحیح قرار دیا ہے جبکہ امام ذہبی نے اس کی توثیق کی ہے۔

۶۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا معمول

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے آزاد کردہ غلام نافع رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: ابنِ عمر کا معمول تھا کہ جب بھی سفر سے واپس لوٹتے تو حضور ﷺ کے روضۂ اقدس پر حاضری دیتے اور عرض کرتے:

اَلسَّلَامُ عَلَيْکَ يَا رَسُوْلَ اللهِ! اَلسَّلَامُ عَلَيْکَ يَا أَبَا بَکْرٍ! اَلسَّلَامُ

------ ۲۔ ابن حجر مکی، الجوهر المنظم: ۲۷

۳۔ ابن عساکر، تاريخ مدينة دمشق، ۷: ۱۳۷

۴۔ شوکانی، نيل الأوطار، ۵: ۱۸۰

(۱) ۱۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۵: ۴۲۲

۲۔ حاکم، المستدرک، ۴: ۵۶۰، رقم: ۸۵۷۱

۳۔ طبرانی، المعجم الکبير، ۴: ۱۵۸، رقم: ۳۹۹۹

عَلَيْکَ يَا أَبَتَاهُ![1]

''اَلسَّلَامُ عَلَيْکَ يَا رَسُوْلَ اللهِ! (اے اللہ کے (پیارے) رسول! آپ پر سلامتی ہو)، اَلسَّلَامُ عَلَيْکَ يَا أَبَا بَکْرٍ! (اے ابوبکر! آپ پر سلامتی ہو)، اَلسَّلَامُ عَلَيْکَ يَا أَبَتَاهُ! (اے ابا جان! آپ پر سلامتی ہو۔)''

درج بالا علمی تحقیق سے ثابت ہوا کہ حضور نبی اکرم ﷺ کی حیاتِ مبارکہ میں اور بعد از وصال صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آپ ﷺ کی زیارت کے لئے حاضری دیا کرتے تھے۔ اُن کا حاضری دینے کا مقصد یہ ہوتا تھا کہ وہ آقا علیہ السلام کی حیات اور بعد از وصال آپ ﷺ کے فیوضات و برکات سے مستفید ہوں۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بعد جمیع امتِ مسلمہ کا بھی یہ معمول رہا ہے کہ وہ تاجدارِ کائنات ﷺ کے روضۂ اطہر پر حاضری دینے کو اپنے لئے باعثِ سعادت و خوش بختی سمجھتی ہے۔

www.MinhajBooks.com

(۱) ۱۔ عبدالرزاق، المصنف، ۳: ۵۷۶، رقم: ۶۷۲۴

۲۔ ابن أبی شیبة، المصنف، ۳: ۲۸، رقم: ۱۱۷۹۳

۳۔ ابن إسحاق أزدی، فضل الصلاة علی النبی ﷺ: ۹۱، رقم: ۹۹

فصل سوم

زیارتِ روضۂ رسول ﷺ کی مشروعیت

۱۔ بحث القرآن

۲۔ بحث الحدیث

۳۔ بحث الفقہ والسلوک

www.MinhajBooks.com

۱۔ بحث القرآن

قبرِ انور کی زیارت کی شرعی حیثیت پر اُمتِ مسلمہ کا اِجماع ہے۔ کئی ائمہِ احناف کے نزدیک واجب ہے جبکہ ائمہِ مالکیہ کے نزدیک قطعی طور پر واجب ہے۔ ان کے علاوہ دیگر اہلِ سنت کے مکاتب و مذاہب بھی اُسے واجب قرار دیتے ہیں۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے واضح الفاظ میں اپنے حبیب ﷺ کی بارگاہ میں حاضری کا حکم یوں فرمایا ہے:

وَ لَوْ أَنَّهُمْ إِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْکَ فَاسْتَغْفَرُوا اللهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا٥[1]

''اور (اے حبیب!) اگر وہ لوگ جب اپنی جانوں پر ظلم کر بیٹھے تھے آپ کی خدمت میں حاضر ہو جاتے اور اللہ سے معافی مانگتے اور رسول (ﷺ) بھی ان کے لیے مغفرت طلب کرتے تو وہ (اِس وسیلہ اور شفاعت کی بناء پر) ضرور اللہ کو توبہ قبول فرمانے والا نہایت مہربان پاتے٥''

اس آیتِ کریمہ کو فقط سرورِ کونین ﷺ کی ظاہری حیات پر محمول کرنا جیسا کہ بعض لوگوں کا گمان ہے، نصِ قرآنی کا غلط اِطلاق اور قرآن فہمی سے ناآشنائی کی دلیل ہے۔ مذکورہ بالا آیت کی تفسیر کرتے ہوئے محدّثین و مفسرین نے بارگاہِ مصطفیٰ ﷺ میں حاضری کو مطلق قرار دیا ہے۔ حافظ ابنِ کثیرؒ اس آیت کی تفسیر کے تحت لکھتے ہیں:

يُرشد تعالی العصاة والمُذنبين إذا وقع منهم الخطأ والعصيان أن يأتوا إلی الرسول ﷺ، فيستغفروا اللہ عنده، ويسألوه أن يغفر لهم، فإنهم إذا فعلوا ذٰلک تاب اللہ عليهم ورحمهم وغفر لهم، ولهذا

---

(۱) النساء، ۴: ۶۴

قال: ﴿لَوَجَدُوا اللهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا﴾ وقد ذكر جماعة منهم الشيخ أبومنصور الصبّاغ فی کتابه الشامل 'الحکاية المشهورة، عن العتبی، قال: کنتُ جالساً عند قبر النبي ﷺ، فجاء أعرابي فقال: السلام علیک يارسول الله! سمعتُ الله يقول: ﴿وَ لَوْ أَنَّهُمْ إِذْ ظَّلَمُوْا أَنْفُسَهُمْ جَآءُوْکَ فَاسْتَغْفَرُوا اللهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا﴾ وقد جئتُکَ مستغفرًا لذنبي مستشفعًا بکَ إلی ربي.

ثم أنشأ يقول:

يا خير من دفنت بالقاع أعظمه
فطاب من طيبهن القاع والأکم
نفسي الفداء لقبر أنت ساکنه
فيه العفاف وفيه الجود والکرم

ثُم انصرف الأعرابيّ، فغلبتني عيني، فرأيت النبي ﷺ فی النوم، فقال: يا عتبی! الحق الأعرابيّ، فبشره أن الله قد غفر له.(۱)

---

(۱) ابن کثیر، تفسیر القرآن العظیم، ۱: ۵۱۹۔ ۵۲۰

اعرابی کا مذکورہ بالا مشہور واقعہ درج ذیل کتب میں بھی بیان کیا گیا ہے:

۱۔ بیہقی، شعب الإیمان، ۳: ۴۹۵، ۴۹۶، رقم: ۴۱۷۸

۲۔ ابن قدامة، المغنی، ۳: ۲۹۸

۳۔ نووی، کتاب الأذکار: ۹۲، ۹۳

۴۔ سبکی، شفاء السقام فی زیارۃ خیر الأنام: ۴۶، ۴۷

۵۔ مقریزی، إمتاع الأسماع، ۱۴: ۶۱۵

’’اللہ تعالیٰ نے عاصیوں اور خطاکاروں کو ہدایت فرمائی ہے کہ جب ان سے خطائیں اور گناہ سرزد ہوجائیں تو انہیں رسول اللہ ﷺ کے پاس آکر اللہ تعالیٰ سے اِستغفار کرنا چاہئے اور خود حضور نبی اکرم ﷺ سے بھی عرض کرنا چاہئے کہ آپ صلی اللہ علیک وسلم ہمارے لئے دعا فرمائیں جب وہ ایسا کریں گے تو یقیناً اللہ تعالیٰ ان کی طرف رجوع فرمائے گا، انہیں بخش دے گا اور ان پر رحم فرمائے گا۔ اِسی لئے فرمایا گیا: لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيمًا (تو وہ (اِس وسیلہ اور شفاعت کی بناء پر) ضرور اللہ کو توبہ قبول فرمانے والا نہایت مہربان پاتے)۔ یہ روایت بہت سوں نے بیان کی ہے جن میں سے ابو منصور صباغ نے اپنی کتاب ’الحکایات المشھورۃ‘ میں لکھا ہے: عُتبی کا بیان ہے کہ میں حضور نبی اکرم ﷺ کی قبرِ انور کے پاس بیٹھا ہوا تھا۔ ایک دیہاتی نے وہاں آکر کہا: ’’اَلسَّلَامُ عَلَيْکَ يَا رَسُوْلَ اللهِ! میں نے سنا ہے کہ اللہ پاک کا ارشاد ہے: ’’اور (اے حبیب!) اگر وہ لوگ جب اپنی جانوں پر ظلم کر بیٹھے تھے آپ کی خدمت میں حاضر ہوجاتے اور اللہ سے معافی مانگتے اور رسول (ﷺ) بھی اُن کے لئے مغفرت طلب کرتے تو وہ (اِس وسیلہ اور شفاعت کی بناء پر) ضرور اللہ کو توبہ قبول فرمانے والا نہایت مہربان پاتےo‘‘ میں آپ صلی اللہ علیک وسلم کی خدمت میں اپنے گناہوں پر اِستغفار کرتے ہوئے اور آپ کو اپنے رب کے سامنے اپنا سفارشی بناتے ہوئے حاضر ہوا ہوں۔‘‘ پھر اس نے یہ اشعار پڑھے:

(اے مدفون لوگوں میں سب سے بہتر ہستی! جن کی وجہ سے میدان اور ٹیلے اچھے ہوگئے، میری جان قربان اس قبر پر جس میں آپ صلی اللہ علیک وسلم رونق افروز ہیں، جس میں بخشش اور جود و کرم جلوہ افروز ہے۔)

پھر اعرابی واپس لوٹ گیا تو مجھے نیند آگئی، میں نے خواب میں حضور نبی اکرم ﷺ کی زیارت کی۔ آپ ﷺ مجھ سے فرما رہے تھے: عُتبی! اعرابی،

حق کہہ رہا ہے، پس تو جا کر اُسے خوش خبری سنا دے کہ اللہ تعالیٰ نے اُس کے گناہ معاف فرما دیئے ہیں۔‘‘

اِمام قرطبی نے اپنی تفسیر ’’الجامع لأحکام القرآن (۵: ۲۶۵۔ ۲۶۶)‘‘ میں عتبی کی روایت سے ملتا جلتا ایک اور واقعہ یوں بیان کیا ہے:

روی أبو صادق عن علي قال: قدِم علینا أعرابيّ بعد ما دفنّا رسول اﷲ ﷺ بثلاثة أیام، فرمی بنفسه علی قبر رسول اﷲ ﷺ، وحَثَا علی رأسه من ترابه، فقال: قلتَ یا رسول اﷲ! فسمعنا قولک، و وَعَیتَ عن اﷲ فوعینا عنک، وکان فیما أنزل اﷲ علیک: ﴿وَ لَوۡ اَنَّهُمۡ اِذۡ ظَّلَمُوۡٓا اَنۡفُسَهُمۡ﴾ الآیة، وقد ظلمتُ نفسي، وجئتُکَ تستغفر لي. فنودی من القبر أنه قد غفر لک.(۱)

’’ابو صادق نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ہمارے سامنے ایک دیہاتی حضور نبی اکرم ﷺ کی تدفین کے تین دن بعد مدینہ منورہ آیا۔ اس نے فرطِ غم سے اپنے آپ کو نبی اکرم ﷺ کی قبرمبارک پر گرا لیا۔ قبر انور کی مٹی اپنے اوپر ڈالی اور عرض کیا: یارسول اللہ! آپ نے فرمایا اور ہم نے آپ صلی اللہ علیک وسلم کا قول مبارک سنا ہے، آپ صلی اللہ علیک وسلم نے اللہ سے احکامات لئے اور ہم نے آپ صلی اللہ علیک وسلم سے احکام لئے اور اُنہی میں سے اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان بھی ہے: ’’وَ لَوۡ اَنَّهُمۡ اِذۡ ظَّلَمُوۡٓا اَنۡفُسَهُمۡ ...... (اور (اے حبیب!) اگر وہ لوگ جب اپنی جانوں پر ظلم کر بیٹھے تھے ......)۔‘‘ میں نے بھی اپنے اوپر ظلم کیا ہے، آپ صلی اللہ علیک وسلم میرے لیے اِستغفار فرما دیں۔ اعرابی

(۱) قرطبی، الجامع لأحکام القرآن، ۵:۲۶۵

کی اِس (عاجزانہ اور محبت بھری) التجاء پر اُسے قبر سے ندا دی گئی: ''بیشک تمہاری مغفرت ہوگئی ہے۔''

عتبی کی اس روایت پر اکابر محدّثینِ کرام نے اعتماد کیا ہے۔ امام نووی نے اسے اپنی معروف کتاب ''الإیضاح'' کے چھٹے باب (ص: ۴۵۴، ۴۵۵) میں، شیخ ابوالفرج بن قدامہ نے اپنی تصنیف ''الشرح الکبیر (۳:۴۹۵)'' میں اور شیخ منصور بن یونس بہوتی حنبلی نے اپنی کتاب ''کشاف القناع (۵:۳۰)'' میں اسے نقل کیا ہے۔ علاوہ ازیں تمام مذاہب کے اجل ائمہ وعلماء کا عُتبی کی روایت کے مطابق دیہاتی کا روضۂ رسول ﷺ پر آ کر مغفرت طلب کرنا ان کی کتابوں میں زیارۃِ روضۂ رسول ﷺ یا مناسکِ حج کے ذیل میں بیان ہوا ہے۔ جن میں امام ابنِ کثیر، امام نووی، امام قرطبی، امام ابنِ قدامہ، امام سبکی، امام سیوطی، امام زرقانی سمیت کئی ائمہ شامل ہیں۔ سوال یہ ہے کہ کیا ان اکابر محدّثین ومفسرینِ کرام نے کفر اور گمراہی کو نقل کیا ہے؟ یا (معاذ اللہ) وہ بات نقل کی ہے جو بت پرستی یا قبر پرستی کی غماز ہے؟ اگر ایسا تسلیم کرلیا جائے تو پھر کس امام کو معتبر اور کس کتاب کو ثقہ ومستند مانا جائے گا؟

لہٰذا جب آپ ﷺ کا بعد از وصال اُمت کے لئے اِستغفار فرمانا ممکن ہے اور آپ ﷺ کا اُمت کے حق میں انتہائی شفیق و رحیم ہونا نصوصِ قرآن وسنت سے ثابت اور متحقق ہے تو یہ امر قطعًا وحتماً معلوم ہوا کہ آپ ﷺ بعد از وصال بھی روضۂ مبارک پر حاضرِ خدمت ہونے والوں کو محروم نہیں فرماتے۔ اِرشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَ مَنْ يَّخْرُجْ مِنْۢ بَيْتِهٖ مُهَاجِرًا اِلَى اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ ثُمَّ يُدْرِكْهُ الْمَوْتُ فَقَدْ وَقَعَ اَجْرُهٗ عَلَى اللّٰهِ.(۱)

''اور جو شخص بھی اپنے گھر سے اللہ اور اس کے رسول (ﷺ) کی طرف ہجرت کرتے ہوئے نکلے، پھر اسے (راستے میں ہی) موت آ پکڑے تو اس کا اجر

(۱) النساء، ۴:۱۰۰

اللہ کے ذمہ ثابت ہو گیا۔‘‘

آیتِ مقدسہ کی روشنی میں یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ حضور ﷺ کے وِصال کے بعد جو شخص اپنے نہاں خانہ دل میں گنبد خضراء کے جلووں کو سمیٹنے کی نیت سے سفر اختیار کرتا ہے اس پر بھی اسی ھجرت إلی الرسول ﷺ کا اِطلاق ہوتا ہے۔

۲۔ بحث الحدیث

حضور نبی اکرم ﷺ نے مختلف طریقوں سے اَز رَہِ شان و فضیلت کہیں اپنے روضۂ اَقدس، کہیں اپنے مسکن مبارک اور کہیں اپنے منبرِ اَقدس کی زیارت کی ترغیب دی ہے۔ اس شان و فضیلت کو بیان کرنے کا مقصد یہ ہے کہ اُمت میں اِن مقاماتِ مقدسہ کی زیارت کا شوق اور رغبت پیدا ہو۔ ذیل میں قبرِ انور کی فضیلت بزبانِ رسالت مآب ﷺ ملاحظہ کریں۔

۱۔ روضۂ اَطہر کی فضیلت

۱۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

مَا بَيْنَ بَيْتِي وَمِنبَرِي رَوْضَةٌ مِنْ رِيَاضِ الْجَنَّةِ، وَمِنبَرِي عَلَى حَوْضِي.(۱)

’’میرے گھر اور منبر کی درمیانی جگہ جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے،

(۱) ۱۔ بخاری، الصحیح، کتاب الجمعۃ، باب فضل ما بین القبر والمنبر، ۱: ۳۹۹، رقم: ۱۱۳۸

۲۔ مسلم، الصحیح، کتاب الحج، باب ما بین القبر والمنبر، ۲: ۱۰۱۱، رقم: ۱۳۹۱

اور (روزِ قیامت) میرا منبر میرے حوضِ (کوثر) پر ہو گا۔‘‘

۲۔ ابو صالح ذکوان سمان نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث اِن الفاظ کے ساتھ نقل کی ہے:

مِنْبَرِي هٰذَا عَلٰی تُرْعَةٍ مِنْ تُرَعِ الْجَنَّةِ، وَمَا بَيْنَ حُجْرَتِي وَمِنْبَرِي رَوْضَةٌ مِنْ رِيَاضِ الْجَنَّةِ. (۱)

’’میرا یہ منبر جنت کی نہروں میں سے ایک نہر (کوثر کے کنارے) پر (نصب) ہو گا اور میرے گھر اور منبر کی درمیانی جگہ جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے۔‘‘

۳۔ محمد بن منکدر بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما کو روضۂ اَطہر کے پاس روتے ہوئے دیکھا۔ وہ کہہ رہے تھے: یہی وہ جگہ ہے جہاں (محبوبِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یاد میں) آنسو بہائے جاتے ہیں۔ میں نے خود حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے:

مَا بَيْنَ قَبْرِي وَمِنْبَرِي رَوْضَةٌ مِنْ رِيَاضِ الْجَنَّةِ. (۲)

’’میری قبر اور منبر کی درمیانی جگہ جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے۔‘‘

۴۔ اُم المومنین حضرت اُمِ سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

قَوَائِمُ مِنْبَرِي رَوَاتِبُ فِي الْجَنَّةِ. (۳)

(۱) أحمد بن حنبل، المسند، ۲: ۵۳۴

(۲) بیهقی، شعب الإیمان، ۳: ۴۹۱، رقم: ۴۱۶۳

(۳) ۱۔ نسائی، السنن الکبریٰ، ۱: ۲۵۷، رقم: ۷۷۵

۲۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۶: ۲۸۹

۳۔ عبد الرزاق، المصنف، ۳: ۱۸۲، رقم: ۵۲۴۲

’’میرے اس منبر کے پائے جنت میں پیوست ہیں۔‘‘

یہ بات قابلِ ذکر ہے کہ اِمام بخاری اور اِمام مسلم جیسے اَجل اَئمہِ حدیث نے اپنی کتب میں روضۂ اَطہر اور منبر مبارک کی درمیانی جگہ کی فضیلت سے متعلق اَحادیث بیان کرتے ہوئے اُس کا عنوان اِس طرح قائم کیا ہے:

- اِمام بخاریؒ نے الصحیح (۱:۳۹۹) میں کتاب التّطوع کے باب نمبر ۱۸ کا عنوان فَضْلُ مَا بَيْنَ الْقَبْرِ وَالْمِنْبَرِ رکھا ہے۔
- اِمام مسلم نے الصحیح (۲:۱۰۱۰) میں کتاب الحج کے باب نمبر ۹۲ کا عنوان: مَا بَيْنَ الْقَبْرِ وَالْمِنبَرِ رَوْضَةٌ مِنْ رِيَاضِ الْجَنَّةِ رکھا ہے۔

اِن اَحادیثِ مبارکہ میں حضور ﷺ نے اپنی قبرِ انور کی نشاندہی کرتے ہوئے خود فرما دیا کہ میری قبرِ اَنور میری اَزواجِ مطہرات کے گھروں میں ہے، لہٰذا مَا بَيْنَ بَيْتِي کے الفاظ میں معناً قبرِ اَنور مراد ہے، جبکہ قبرِ اَنور کا ذکر لفظاً (مَا بَيْنَ قَبْرِي) بھی آیا ہے، اور اُن کی زیارت کے لئے جانا ایسا ہے جیسے کوئی شخص جنت میں جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ قرونِ اولیٰ سے لے کر آج تک زیارتِ قبرِ انور کی نیت سے سفر کرنا اُمتِ مسلمہ کا پسندیدہ اور محبوب عمل رہا ہے۔ ایسا محبوب عمل جس کی ادائیگی تو کجا اس کی محض یاد بھی موجبِ برکت و سعادت ہے۔

۲۔ حضور ﷺ کی طرف سے زیارتِ روضۂ اَطہر کی ترغیب

خود سید العالمین ﷺ نے اپنے ارشاداتِ گرامی میں روضۂ اقدس کی زیارت کی ترغیب دی اور زائر کے لئے شفاعت کا وعدہ فرمایا:

۱۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے اپنے روضۂ اَطہر کی زیارت کے حوالے سے اِرشاد فرمایا، جسے حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے روایت کیا ہے:

مَنْ زَارَ قَبْرِي، وَجَبَتْ لَهُ شَفَاعَتِي.(۱)

’’جس نے میری قبر کی زیارت کی اُس کے لئے میری شفاعت واجب ہوگئی۔‘‘

ایک دوسری روایت میں ’حلّت له شفاعتي‘ کے الفاظ بھی ہیں۔ امام نبہانیؒ ’’شواهد الحق فی الاستغاثه بسید الخلق (ص: ۷۷)‘‘ میں لکھتے ہیں کہ ائمۂ حدیث کی ایک جماعت نے اسے صحیح قرار دیا ہے۔

امام سبکیؒ اس حدیث کی چند اِسناد بیان کرنے کے بعد تعدیل کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

’’مذکورہ حدیث حَسن کا درجہ رکھتی ہے۔ جن احادیث میں زیارتِ قبرِ انور کی ترغیب دی گئی ہے ان کی تعداد دس سے بھی زیادہ ہے، اِن احادیث سے مذکورہ حدیث کو تقویت ملتی ہے اور اِسے حسن سے صحیح کا درجہ مل جاتا ہے۔‘‘(۲)

عبد الحق اِشبیلی نے اسے صحیح قرار دیا ہے۔ امام سیوطی نے ’’مناهل الصفا فی تخریج أحادیث الشفا (ص: ۷۱)‘‘ میں اسے صحیح کہا ہے۔ شیخ محمود سعید ممدوح ’’رفع المنارة (ص: ۳۱۸)‘‘ میں اس حدیث پر بڑی مفصل تحقیق کے بعد لکھتے ہیں کہ یہ حدیث حسن ہے اور قواعدِ حدیث بھی اِسی رائے پر دلالت کرتے ہیں۔

---

(۱) ۱۔ دارقطنی، السنن، ۲:۲۷۸

۲۔ حکیم ترمذی، نوادر الأصول، ۲:۶۷

۳۔ بیہقی، شعب الإیمان، ۳:۴۹۰، رقم: ۴۱۵۹، ۴۱۶۰

۴۔ ذہبی نے ’’میزان الاعتدال (۶:۵۶۷)‘‘ میں کہا ہے کہ اسے حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ نے مرفوعاً روایت کیا ہے اور ابنِ خزیمہ نے ’مختصر المختصر‘ میں نقل کیا ہے۔

(۲) سبکی، شفاء السقام فی زیارة خیر الأنام: ۳، ۱۱

اس حدیث کا مفہوم یہ ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ کے روضۂ اقدس کے زائر پر حضور نبی اکرم ﷺ کی شفاعت متحقق اور لازم ہوگئی یعنی اللہ تعالیٰ سے زائر کی معافی و درگزر کی سفارش کرنا لازم ہوگیا۔

۲۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

مَنْ زَارَنِي بِالْمَدِيْنَةِ مُحْتَسِبًا كُنْتُ لَهُ شَهِيْدًا وَشَفِيْعًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ.(۱)

''جس شخص نے خلوصِ نیت سے مدینہ منورہ حاضر ہوکر میری زیارت کا شرف حاصل کیا، میں قیامت کے دن اس کا گواہ ہوں گا اور اس کی شفاعت کروں گا۔''

۳۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ تاجدارِ کائنات ﷺ نے فرمایا:

مَنْ جَاءَنِی زَائِرًا لَا يَعْمَلُهُ حَاجَةً إِلَّا زِيَارَتِی، كَانَ حَقًّا عَلَيَّ أَنْ أَكُوْنَ لَهُ شَفِيْعًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ.(۲)

''جو شخص بغیر کسی حاجت کے صرف میری زیارت کے لیے آیا اُس کا مجھ پر حق ہے کہ میں روزِ قیامت اُس کی شفاعت کروں۔''

ابن السکن نے اسے صحیح قرار دیا ہے۔ انہوں نے اپنی کتاب ''السنن

---

(۱) ۱۔ بیہقی، شعب الإیمان، ۳: ۴۹۰، رقم: ۴۱۵۷
۲۔ سبکی، شفاء السقام فی زیارة خیر الأنام: ۲۸
۳۔ مقریزی، إمتاع الأسماع، ۱۴: ۶۱۴
عسقلانی نے ''تلخیص الحبیر (۲: ۲۶۷)'' میں اسے مرفوع کہا ہے۔

(۲) ۱۔ طبرانی، المعجم الکبیر، ۱۲: ۲۲۵، رقم: ۱۳۱۴۹
۲۔ طبرانی، المعجم الأوسط، ۵: ۲۷۵، ۲۷۶، رقم: ۴۵۴۳
۳۔ ہیثمی، مجمع الزوائد، ۴: ۲
۴۔ ذہبی نے ''میزان الاعتدال (۶: ۴۱۵)'' میں اسے مرفوع کہا ہے۔

الصحاح مأثورة عن رسول اللہ ﷺ'' کے خطبہ میں اس کتاب میں نقل کردہ روایات کو بالاجماع ائمہ حدیث کے نزدیک صحیح قرار دیا ہے۔ اِس حدیثِ مبارکہ کو اُنہوں نے ''کتاب الحج'' میں باب ثواب من زار قبر رسول اللہ ﷺ میں بھی نقل کیا ہے۔

۴۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ہادیٔ برحق ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا:

مَنْ زَارَ قَبْرِي، أَوْ قَالَ: مَنْ زَارَنِي كُنْتُ لَهُ شَفِيْعًا أَوْشَهِيْدًا، وَ مَنْ مَاتَ فِي أَحَدِ الْحَرَمَيْنِ بَعَثَهُ اللهُ مِنَ الآمِنِيْنَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ.[1]

''جس نے میری قبر یا (راوی کہتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا:) میری زیارت کی میں اس کا شفیع یا گواہ ہوں گا اور جوکوئی دوحرموں میں سے کسی ایک میں فوت ہوا، اللہ تعالیٰ اُسے روزِ قیامت ایمان والوں کے ساتھ اٹھائے گا۔''

۵۔ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ حضور سرورِ کونین ﷺ کا فرمانِ اقدس ہے:

مَنْ حَجَّ فَزَارَ قَبْرِي بَعْدَ وَفَاتِي، فَكَأَنَّمَا زَارَنِي فِي حَيَاتِي.[2]

''جس نے حج کیا پھر میری وفات کے بعد میری قبر کی زیارت کی تو گویا اُس نے میری زندگی میں میری زیارت کی۔''

---

(۱) ۱۔ طيالسي، المسند، ۱۲، ۱۳، رقم: ۶۵
۲۔ دارقطني، السنن، ۲: ۲۷۸
۳۔ بيهقي، السنن الكبرىٰ، ۵: ۲۴۵، رقم: ۱۰۰۵۳

(۲) ۱۔ دارقطني، السنن، ۲: ۲۷۸
۲۔ طبراني، المعجم الكبير، ۱۲: ۳۱۰، رقم: ۱۳۴۹۷
۳۔ طبراني، المعجم الأوسط، ۴: ۲۲۳، رقم: ۳۴۰۰
۴۔ خطیب تبریزی نے ''مشکوٰة المصابیح (۲: ۱۲۸، کتاب المناسك، رقم: ۲۷۵۶)'' میں اسے مرفوع حدیث قرار دیا ہے۔

جو لوگ اپنے باطل عقیدے کی بناء پر حدیث ''لا تشدّ الرّحال'' سے غلط استدلال کرتے ہوئے حضور نبی اکرم ﷺ کی بارگاہِ اقدس میں حاضری کی نیت سے جانے کے ساتھ ساتھ انبیاء و صالحین کے مزارات کی زیارت سے منع کرتے ہیں اور اسے (معاذ اللہ) سفرِ معصیت و گناہ اور شرک قرار دیتے ہیں وہ بلاشبہ صریح غلطی پر ہیں۔ صحیح عقیدہ وہی ہے جو قرآن و حدیث سے ثابت ہے جس کا ذکر گزشتہ صفحات میں ہوا۔ صحابہ کرام ﷡ کے عمل سے یہ ثابت ہے کہ آپ ﷺ کے روضۂ اقدس کی حاضری بلند درجہ باعثِ ثواب اعمال میں سے ہے۔ نیز قرونِ اولیٰ سے لے کر آج تک اہلِ اسلام کا یہ معمول ہے کہ وہ ذوق و شوق سے حضور نبی اکرم ﷺ کی بارگاہ اقدس میں حاضری کے لئے جاتے ہیں اور اسے دنیا و ما فیہا سے بڑھ کر عظیم سعادت و خوش بختی سمجھتے ہیں۔

۳۔ اِستطاعت کے باوجود زیارت نہ کرنے پر وعید

حضور نبی اکرم ﷺ کا فرمانِ اَقدس ہے:

مَنْ حَجَّ الْبَيْتَ وَ لَمْ يَزُرْنِي فَقَدْ جَفَانِي. (۱)

''جس نے بیت اللہ کا حج کیا اور میری (قبرِ انور کی) زیارت نہ کی تو اس نے میرے ساتھ جفا کی۔''

حضور نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان بڑا واضح ہے۔ اِس میں اُمتِ مسلمہ کے لئے کڑی تنبیہ بھی ہے کہ جس مسلمان نے حج کی سعادت حاصل کی مگر حضور علیہ السلام کی بارگاہ میں حاضری نہ دی اس نے آپ ﷺ کے ساتھ جفا کی اور آپ ﷺ کے لطف و کرم سے محروم ہوا جبکہ زائرِ روضۂ رسول ﷺ کو شفاعت کا منفرد اعزاز نصیب ہوگا۔ اس حوالے

(۱) ۱۔ سبکی، شفاء السقام فی زیارة خیر الأنام: ۲۱
۲۔ ابن حجر مکی، الجوهر المنظم: ۲۸
۳۔ نبهانی، شواهد الحق فی الاستغاثة بسید الخلق: ۸۲

سے اِمام سبکی ’’شفاء السقام فی زیارۃ خیر الأنام (ص: ۱۱)‘‘ میں لکھتے ہیں:

’’روضۂ اقدس کی زیارت کرنے والے عشاق کو وہ شفاعت نصیب ہوگی جو دوسروں کے حصہ میں نہیں آئے گی۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ زائرینِ قبرِ اَنور ایک خاص شفاعت کے مستحق قرار دیئے جائیں گے اور اُنہیں بالخصوص یہ منفرد اِعزاز حاصل ہوگا۔ اس سے یہ مراد بھی لی جاسکتی ہے کہ حضور ﷺ کی قبرِ اَنور کی زیارت کی برکت کے باعث شفاعت کے حقدار ٹھہرنے والے عمومی افراد میں زائر کا شامل ہونا واجب ہوجاتا ہے۔ بشارت کا فائدہ یہ بھی ہوگا کہ قبرِ رسول ﷺ کا زائر حالتِ اِیمان پر اس جہانِ فانی سے رخصت ہوگا۔ یہاں اس اَمر کی وضاحت ضروری ہے کہ فرشتے اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے مقرب بندے بھی شفاعت کرنے کا اعزاز رکھتے ہیں، لیکن حضور نبی اکرم ﷺ کی قبرِ انور کی زیارت کے شرف سے مشرف ہونے والوں کا اعزاز یہ ہے کہ خود آقا ﷺ اُن کی شفاعت فرمائیں گے۔‘‘

۳۔ بحث الفقہ و السلوک

ا۔ زیارتِ روضۂ اَنور ﷺ محبوب عمل ہے (ائمہ کی تصریحات)

آقائے دو جہاں حضور نبی اکرم ﷺ کا روضۂ اقدس کائناتِ ہست و بود کا سب سے بلند درجہ متبرک مقام ہے۔ کیوں نہ ہو کہ وہ اللہ رب العزت کے محبوب ترین مطہر و مقدّس نبی محترم ﷺ کی جائے مدفن ہے۔ گنبدِ خضراء وہ مہبطِ انوارِ الٰہیہ ہے جہاں قدسیانِ فلک صبح و شام ۷۰، ۷۰ ہزار کی تعداد میں حاضری کی سعادت حاصل کرتے ہیں۔ ایک مومن صادق کے دل میں ہر وقت یہ تمنا مچلتی ہے کہ کاش! مجھے اس بارگاہِ بے کس پناہ میں حاضری کی سعادت نصیب ہو جائے۔ خاکِ طیبہ کو آنکھوں کا سرمہ بنانے اور وہاں کی پاکیزہ فضاؤں میں سانس لینے کی آرزو قرونِ اولیٰ سے لے کر آج کے دن تک ہر عاشقِ

رسول ﷺ امتی کے دل میں رہی ہے۔ جمہور ائمۂ فقہاء کے نزدیک حضور نبی اکرم ﷺ کے روضۂ اقدس کی زیارت محبوب، مستحسن اور موجبِ رحمت و سعادت عمل ہے، اس پر اتفاق ہے۔

۱۔ علامہ ابنِ ہمامؒ (م ۶۸۱ھ) لکھتے ہیں:

قال مشائخنا رحمهم الله تعالیٰ: من أفضل المندوبات، وفي مناسک الفارسي و شرح المختار أنها قريبة من الوجوب لمن له سعة. (۱)

''ہمارے مشائخ کرام نے کہا: زیارتِ روضۂ اطہر علی صاحبها الصّلاة والسلام بلند درجہ مستحب عمل ہے۔ مناسک الفارسی، اور شرح المختار میں لکھا ہے کہ ہر صاحبِ استطاعت شخص کے لیے (زیارتِ روضۂ اقدس کا درجہ) وجوب کے قریب ہے۔''

۲۔ علامہ ابنِ ہمام ہی نے لکھا ہے:

والأولی فيما يقع عند العبد الضعيف تجريد النّيّة لزيارة قبر النّبيّ ﷺ. (۲)

''بندۂ ضعیف (ابن ھمام) کے نزدیک محض حضور نبی اکرم ﷺ کی قبرِ انور کی زیارت کی نیت کرنا بھی اولیٰ ہے۔''

۳۔ علامہ ابنِ قدامہ حنبلی (م ۶۲۰ھ) نے فقہ حنبلی کی معروف کتاب ''الکافی'' اور ''المغنی'' میں لکھا ہے:

ويستحبّ زيارة قبر النّبيّ ﷺ وصاحبيه. (۳)

---

(۱) ابن ہمام، فتح القدیر، ۳: ۱۷۹

(۲) ابن ھمام، شرح فتح القدیر، ۲: ۱۸۰

(۳) ۱۔ ابن قدامۃ المقدسی، الکافی، ۱: ۴۵۷

۲۔ ابن قدامۃ، المغنی، ۳: ۲۹۷

’’حضور نبی اکرم ﷺ اور آپ ﷺ کے دونوں صحابہ (حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما) کی مبارک قبروں کی زیارت مستحب ہے۔‘‘

علامہ ابنِ قدامہ نے اپنے مذکورہ قول کے ثبوت میں زیارتِ قبرِ انور کی ترغیب میں احادیثِ مبارکہ کا ذکر کیا ہے۔ زیارتِ قبرِ نبی ﷺ کیلئے سفر ان کے نزدیک امرِ مباح اور جائز ہے۔(۱)

۴۔ عارفِ کامل حضرت ملا جامیؒ کے بارے میں منقول کیا ہے کہ انہوں نے حج کے بعد محض زیارتِ قبرِ انور کے لیے الگ سفر اختیار کیا تا کہ اس سفر کا مقصد زیارت رسول ﷺ کے علاوہ کچھ نہ ہو۔(۲)

ائمۂ احناف کے نزدیک روضۂ انور کی نیت سے سفر کرنا افضل عمل ہے۔

۵۔ علامہ طحطاوی نے لکھا ہے:

الأولی فی الزیارة تجرید النّیّة لزیارة قبره ﷺ.(۳)

’’زیارتِ قبرِ انور کے لیے بہتر یہ ہے کہ فقط حضور نبی اکرم ﷺ کی قبرِ انور کی زیارت کی نیت کی جائے۔‘‘

۶۔ علامہ ابنِ عابدین شامی نے لکھا ہے:

قال في شرح اللباب وقد روی الحسن عن أبي حنيفة أنه إذا كان الحجّ فرضًا فالأحسن للحاج أن يبدأ بالحج ثم يثني بالزيارة وإن بدا بالزيارة جاز.(۴)

---

(۱) ابن قدامه، المغنی، ۲:۵۲

(۲) ابن قدامه، المغنی، ۲: ۵۲

(۳) طحطاوی، حاشية علی مراقی الفلاح، ۱: ۴۸۶

(۴) ابن عابدين، حاشية ابن عابدين، ۲:۶۲۷

’’شرح اللباب میں ہے حضرت حسن نے امام ابو حنیفہ سے روایت کیا ہے کہ زائرِ حرمین شریفین اگر فرض حج کی ادائیگی کر رہا ہو تو حج سے ابتداء کرے اس لیے کہ فرض درجہ کے لحاظ سے غیر فرض پر مقدم ہوتا ہے۔ بعد ازاں زیارتِ روضۂ اقدس کی الگ نیت کرے اور اگر اس نے زیارتِ قبرِ انور سے ابتداء کی ہے تو یہ بھی جائز اور درست ہے۔‘‘

وہ اس بات کی وجہ یہ لکھتے ہیں:

إذ يجوز تقديم النّفل على الفرض إذا لم يخش الفوت بالإجماع. (۱)

’’نفل کا فرض پر مقدم کرنا جبکہ فرض کے فوت ہونے کا خوف نہ ہو بالاجماع جائز ہے۔‘‘

مذکورہ بالا اختیار اس صورت میں ہے جب زائر کا گذر مدینہ منورہ سے نہ ہو۔ اگر اس کا گذر مدینہ طیبہ اور روضۂ انور کے قرب سے ہو تو پھر زیارتِ روضۂ انور ناگزیر ہے۔ علامہ ابنِ عابدین شامی نے لکھا ہے:

فإن مرّ بالمدينة كأهل الشام بدأ بالزّيارة لا محالة لأن تركها مع قربها يعدّ من القساوة والشّقاوة وتكون الزيارة حينئذ بمنزلة الوسيلة وفي مرتبة السنة القبلية للصّلاة. (۲)

’’اور اگر زائرِ حرمین کا گزر ہی قرب مدینہ منورہ سے ہو جیسے ملک شام کے لوگوں کے لئے تو اسے بہرصورت زیارت روضۂ رسول ﷺ سے ہی ابتدا کرنی ہو گی، کیونکہ زائر کا اس کے قرب سے گزرنے کے باوجود اس کی زیارت کو ترک کرنا

(۱) ابن عابدين، حاشية ابن عابدين، ۲: ۶۲۷

(۲) ابن عابدين، حاشية ابن عابدين، ۲: ۶۲۷

بدبختی اور قساوتِ قلبی کی دلیل ہے۔ اس صورت میں زیارت رسول ﷺ وسیلہ بنے گی اور اس کا یہ عمل درجۂ ادائیگی میں ایسا ہے جیسے فرض نماز سے پہلے سنت نماز کی ادائیگی۔‘‘

قبرِ رسول ﷺ کی زیارت، قرآن و سنت، فعلِ صحابہ، اجماع، عرفِ عام اور قیاس سے ثابت شدہ باعثِ اجر و ثواب عمل ہے۔ شمعِ رسالت کے پروانوں کا رقصِ مستانہ آج بھی جاری ہے، جاں نثاروں کے والہانہ عشق و محبت کا جذبہ آج بھی زندہ و تابندہ ہے بلکہ عشاقِ مصطفیٰ ﷺ نے اس جذبۂ جاں نثاری کو ایک تحریک بنا دیا ہے۔ بعد اَز وِصال بھی صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سے لے کر لمحۂ موجود تک حضور ﷺ کا روضۂ اَطہر مرجعِ خلائق بنا ہوا ہے، درِ آقا ﷺ پر ہر لمحہ صلِ علیٰ کے سرمدی پھولوں کی بہار دِلوں کے غنچے کھلاتی رہتی ہے۔ حضور ﷺ کی رحمت کا در آج بھی کھلا ہے اور قیامت تک کُھلا رہے گا۔ اگر آج کا انسان امن، سکون اور عافیت کی تلاش میں ہے اور اُفقِ عالم پر دائمی امن کی بشارتیں تحریر کرنے کا داعی ہے تو اُسے دہلیزِ مصطفیٰ ﷺ پر جھک جانا ہوگا، اس لئے کہ گنبدِ خضرا کو اپنی سوچوں کا مرکز و محور بنائے بغیر باغِ طیبہ کے شاداب موسموں اور مخمور ساعتوں کو اپنے ویران آنگن کا مقدر نہیں بنایا جا سکتا، امن کی خیرات اسی در سے ملے گی، اس لئے کہ ذہنوں کی تہذیب و تطہیر کا شعور اُسی دَرِ پاک کی عطائے دلنواز ہے۔

www.MinhajBooks.com

فصل چہارُم

لَا تُشَدُّ الرِّحَالُ کا صحیح مفہوم

اور

معترضین کے اِشکالات کا جواب

www.MinhajBooks.com

جیسا کہ اوپر تصریح ہوچکی ہے کہ جان نثارانِ مصطفیٰ ﷺ دربارِ نبوی کی زیارت کا حددرجہ اشتیاق رکھتے ہیں اور خاکِ طیبہ کو اپنی آنکھوں کا سرمہ بناتے ہیں، بقول اقبالؒ

خاکِ طیبہ از دو عالم خوشتر است
آں خنک شہرے کہ آں جا دلبرست

لیکن بعض نادان لوگ سید العالمین حضور نبی اکرم ﷺ کی بارگاہِ اَقدس میں حاضری کی نیت سے جانے کو بھی (معاذ اللہ) شرک سے تعبیر کرتے ہیں۔ ایسا عقیدہ بے دینی اور جہالت پر مبنی ہے۔ صحیح عقیدہ وہی ہے جو قرآن وحدیث سے ثابت ہے۔ باطل عقیدہ رکھنے والوں کا محلِ اِستدلال حدیث کی غلط تعبیر ہے۔ ذیل میں ہم اس روایت کی صحیح تشریح وتعبیر اَجل اَئمہ حدیث کے اَقوال کی روشنی میں بیان کریں گے، جس سے حدیث مبارکہ کا صحیح مفہوم و مدعا واضح ہو جائے گا:

۱۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

لَا تُشَدُّ الرِّحَالُ إِلَّا إِلَى ثَلَاثَةِ مَسَاجِدَ: اَلْمَسْجِدِ الْحَرَامِ، وَمَسْجِدِ الرَّسُوْلِ ﷺ، وَمَسْجِدِ الْأَقْصٰى. (۱)

---

(۱) ۱۔ بخاری، الصحیح، کتاب الجمعة، باب فضل الصلاة فی مسجد مکة والمدینة، ۱:۳۹۸، رقم: ۱۱۳۲

۲۔ مسلم، الصحیح، کتاب الحج، باب لا تشدّ الرحال إلا إلی ثلاثة مساجد، ۲:۱۰۱۴، رقم: ۱۳۹۷

۳۔ نسائی، السنن، کتاب المساجد، باب ما تشدّ الرحال إلیه من المساجد، ۲:۲۹، ۳۰، رقم: ۷۰۰

''مسجدِ حرام، مسجدِ نبوی اور مسجدِ اقصیٰ کے سوا کسی (اور مسجد) کی طرف (زیادہ ثواب کے حصول کی نیت سے) رَختِ سفر نہ باندھا جائے۔''

۲۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث اِن الفاظ کے ساتھ بھی مروی ہے:

لَا تُعْمَلُ الْمَطِيُّ إِلَّا إِلَى ثَلَاثَةِ مَسَاجِدَ: الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ، وَمَسْجِدِي، وَمَسْجِدِ بَيْتِ الْمَقْدِسِ. (۱)

''(زیادہ ثواب کے حصول کی نیت سے) تین مساجد کے سوا کسی مسجد کی طرف سفر نہ کیا جائے: مسجدِ حرام، میری مسجد اور مسجد بیت المقدس۔''

بعض کتب میں مسجد بیت المقدس کی جگہ مسجد اِیلیاء کے الفاظ بھی آئے ہیں۔

۳۔ طبرانی نے ''المعجم الأوسط (۶: ۵۱، ۵۲، رقم: ۵۱۰۶)'' میں یہ حدیث اِن الفاظ کے ساتھ روایت کی ہے:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: لَا تُشَدُّ الرِّحَالُ إِلَّا إِلَى ثَلَاثَةِ مَسَاجِدَ: مَسْجِدِ الْخَيْفِ، وَمَسْجِدِ الْحَرَامِ، مَسْجِدِي هَذَا.

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تین مسجدوں یعنی مسجدِ خیف، مسجدِ حرام اور میری اِس مسجد کے سوا کسی (اور مسجد) کی طرف (زیادہ ثواب کے حصول کی نیت سے) رَختِ سفر نہ باندھا جائے۔''

www.MinhajBooks.com

(۱) ۱۔ نسائی، السنن، کتاب الجمعة، باب ذکر الساعة التي يستجاب فيها الدعاء يوم الجمعة، ۳: ۹۷، رقم: ۱۴۳۰

۲۔ نسائی، السنن الکبریٰ، ۱: ۵۴۰، رقم: ۱۷۵۴

۳۔ مالك، الموطأ، ۱: ۱۰۹، رقم: ۲۴۱

امام طبرانی کہتے ہیں کہ کلثوم بن جبر سے یہ حدیث حماد بن سلمہ کے سوا کسی نے روایت نہیں کی اور اِس حدیث کے سوا کسی اور حدیثِ شَدُّ الرِّحال میں مسجدِ خیف کا ذکر بھی نہیں ہے۔

۴۔ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے یہ حدیث اِن الفاظ کے ساتھ روایت کی ہے:

وَ لَا تُشَدُّ الرِّحَالُ إِلَّا إِلَی ثَـلَاثَةِ مَسَاجِدَ: مَسْجِدِ الْحَرَامِ، وَمَسْجِدِ الْأَقْصَی، وَمَسْجِدِي. (۱)

’’تین مسجدوں یعنی مسجدِ خیف، مسجدِ حرام اور میری مسجد کے سوا کسی (اور مسجد) کی طرف (زیادہ ثواب کے حصول کی نیت سے) رَختِ سفر نہ باندھا جائے۔‘‘

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مندرجہ بالا اِرشادات کو بنیاد بنا کر بعض لوگ انبیاء و صالحین کے قبور کی زیارت حتیٰ کہ حضور سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے روضۂ اَطہر کی بہ غرضِ زیارت حاضری کو بھی ناجائز اور (معاذ اللہ) شرک گردانتے ہیں۔ جبکہ اکابر علمائے ربانیین اور محدّثین و مفسرینِ کرام نے اِس اِستدلال کو غلط اور کج فہمی قرار دیا ہے۔ اُنہوں نے اپنی معتبر کتب میں نہایت شرح و بسط کے ساتھ اس حدیث کا صحیح مطلب بیان کیا ہے۔ اِس کی روشنی میں دین کا معمولی سا فہم رکھنے والا شخص بھی سمجھ سکتا ہے کہ جو لوگ اس حدیثِ مبارکہ سے استدلال کرتے ہوئے اَنبیاء و صالحین کے مزارات کی زیارت کے سفر سے منع کرتے ہیں اور اِسے سفرِ معصیت و گناہ کہتے ہیں وہ بلاشبہ صریح غلطی پر ہیں اور اُن کا اِستدلال کسی

---

(۱) ۱۔ بخاری، الصحیح، کتاب الجمعة، باب مسجد بیت المقدس، ۱: ۴۰۰، رقم: ۱۱۳۹

۲۔ مسلم، الصحیح، کتاب الحج، باب سفر المرأة مع محرم إلی حج وغیرہ، ۲: ۹۷۶، رقم: ۱۳۳۸

۳۔ ترمذی، السنن، کتاب الصلاة، باب ما جاء فی أی المساجد أفضل، ۱: ۳۵۸، رقم: ۳۲۶

بھی طرح لائقِ التفات نہیں۔

ا۔ مذکورہ احادیث کی تشریح و توضیح

ا۔ ان احادیثِ مبارکہ میں اِستثناء کے حوالے سے دو اَقوال ہیں:

ایک یہ کہ اِستثناء مطلق یعنی عمومیت پر مبنی ہو۔ جس سے ہر قسم کا سفر ناجائز قرار پائے گا اور یہ بات خلافِ عقل و خلافِ شرع ہے۔

دوسرا قول یہ ہے کہ اِستثناء مقید ہو یعنی محض مساجد سے مختص ہو، جس کا مطلب یہ ہے کہ نماز کا زیادہ ثواب حاصل کرنے کی نیت سے سوائے اِن تین مساجد کے کسی اور مسجد کی طرف سفر نہ کیا جائے اور یہی قول صحیح ہے۔

۲۔ حدیثِ مبارکہ میں **لا تُشَدُّ الرِّحال** کے فوراً بعد **إلا إلی ثلاثة مساجد** مذکور ہے۔ اہلِ لغت کے معروف اُسلوب کے مطابق جس جملہ میں مستثنیٰ (جسے اِستثناء حاصل ہو) اور مستثنیٰ منہ (جس سے اِستثناء کیا گیا ہو) دونوں پائے جاتے ہوں تو نحوی قاعدہ یہ ہے کہ مستثنیٰ حرفِ اِستثناء کے بعد اور مستثنیٰ منہ حرفِ اِستثناء سے پہلے ہوگا اور وُجوداً یا تقدیراً مستثنیٰ اور مستثنیٰ منہ دونوں کا پایا جانا ضروری ہو گا۔

مذکورہ حدیث میں '**إلا**' حرفِ اِستثناء ہے، '**ثلاثة مساجد**' مستثنیٰ ہے۔ قاعدہ کی رُو سے '**إلّا**' کے بعد **ثلاثة مساجد** تو مذکور ہے لیکن مستثنیٰ منہ مذکور نہیں، جو '**إلّا**' سے پہلے پایا جانا تھا لہٰذا جہاں ایسی صورت ہو کہ مستثنیٰ مذکور ہو مگر مستثنیٰ منہ کا لفظی ذکر نہ ہو تو وہاں مستثنیٰ منہ مقدّر مانا جائے گا۔ اِس صورت میں مقدّر مستثنیٰ منہ کے تعین کے تین اِحتمالات ہو سکتے ہیں:

پہلا اِحتمال ...... اگر مستثنیٰ منہ 'قبر' کو مانا جائے

اِس حدیث سے سفرِ زیارت کی ممانعت کا اِستدلال کرنے والوں کے مسلک

کے مطابق اگر مستثنیٰ منہ لفظ 'قبر' کو فرض کریں تو حدیث کی تقدیری عبارت اِس طرح ہوگی:

لَا تُشَدُّ الرِّحال إلی قبر إلا إلی ثلاثة مساجد ''سوائے تین مساجد کے کسی قبر کی طرف رَختِ سفر نہ باندھا جائے۔'' یہاں لفظ 'قبر' ایسی بے بنیاد تعبیر ہے جو نہ سیاقِ کلام کے مطابق ہے اور نہ ہی اُسلوبِ بیان و زباں کے لائق۔ عربی زبان سے تھوڑی سی واقفیت رکھنے والا شخص بھی یہ غیر معتبر اور غیر معقول اُسلوب قبول نہیں کرسکتا، چہ جائیکہ اِس کی نسبت اَفصحُ العرب ﷺ کی طرف کی جائے لہٰذا ضابطہ کے خلاف لفظ 'قبر' کو مستثنیٰ منہ بنانا ہرگز درست نہیں۔ نیز صحابہ کرام ﷡، تابعین اور ائمہ کرام کے احوال سے ثابت ہے کہ انہوں نے حضور ؑ کی قبرِ انور اور اولیاء و صالحین کی زیارت کے لئے سفر کیے، جو جواز پر صریح دلیل ہے۔

دوسرا اِحتمال ...... اگر مستثنیٰ منہ 'مکان' کو مانا جائے

اگر 'مکان' کو مستثنیٰ منہ فرض کیا جائے تو حدیث کی عبارتِ تقدیری یوں ہوگی:

لَا تُشَدُّ الرِّحال إلی مکان إلا إلی ثلاثة مساجد (سوائے تین مساجد کے کسی اور مقام کی طرف رَختِ سفر نہ باندھا جائے)۔ اِس کا مطلب یہ ہو گا کہ تعلیم، تجارت اور کسی بھی کارِ خیر کے لئے سفر کرنا ممنوع ہے، حالانکہ اِن اُمورِ خیر کے لئے سفر کی ممانعت باطل اور غیر معقول ہے۔ مطلق سفر کی کہیں بھی ممانعت نہیں اور نہ ہی ایسا کوئی مفہوم حدیث مذکور کی طرف منسوب ہوسکتا ہے۔ یہ مفہوم نہ صرف غیر شرعی ہو گا بلکہ بے شمار احکامِ اسلامی اور مصالحِ دینی سے متصادم ہو گا۔ سو یہ صورت تقدیری بھی قبول نہیں کی جاسکتی، اس لئے کہ

۱۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے خود تجارت کے لئے سفر کیا اور متعدد اسفار کے ذریعے غزوات میں شرکت فرمائی۔

۲۔ آپ ﷺ کے جلیل القدر صحابہ کرام ﷡ آپ ﷺ کے فرمان کے مطابق دین

سیکھنے اور سکھانے کے لئے ہمیشہ محوِ سفر رہے اور اُنہوں نے دور دراز علاقوں تک دین پہنچایا۔

۳۔ ائمہ و بزرگانِ دین تحصیلِ علم اور بیعت و اِرادت کے لئے سفر کرتے رہے۔ آج بھی لوگ حصولِ علم، تجارت اور دیگر اُمور کی بجا آوری کے لئے ایک شہر سے دوسرے شہر اور ایک ملک سے دوسرے ملک سفر کرتے ہیں۔

❁ درج ذیل مقاصد کے لئے آج بھی سفر کیا جاتا ہے:

۴۔ دعوت و تبلیغِ دین کے لیے۔

۵۔ جہاد میں شرکت کے لئے۔

۶۔ والدین، اساتذہ اور بزرگوں کی زیارت کے لئے۔

۷۔ اَعزاء و اَقارب اور اَحباب سے ملاقات کے لئے۔

۸۔ کانفرنسز، سیمینارز اور دیگر خصوصی پروگراموں میں شرکت کے لئے۔

۹۔ شادی و غمی میں شرکت کے لئے۔

۱۰۔ کاروباری مقاصد کے لئے۔

۱۱۔ سیر و تفریح کے لئے۔

۱۲۔ علاج معالجہ کے لئے۔

کتنے ہی سفر ہماری روزمرہ زندگی کا معمول ہیں۔ اگر ہر سفر ممنوع قرار دیا جائے تو نظامِ زندگی معطل ہو کر رہ جائے گا، جو قانونِ فطرت کے خلاف ہے۔

تیسرا اِحتمال ...... اگر مستثنیٰ منہ بھی 'مسجد' ہی کو مانا جائے

یہ اِستثناء مفرغ ہے۔ اس میں مستثنیٰ اور مستثنیٰ منہ کا جنسِ واحد سے ہونا ضروری

ہوتا ہے، جیسا کہ کلامِ عرب میں ہے:

ما جاءني إلا زيد (میرے پاس سوائے زید کے کوئی نہیں آیا)۔

اِس کا مطلب یہ ہے کہ میرے پاس سوائے زید کے کوئی شخص یا انسان نہیں آیا۔ اگر پرندہ یا کوئی جانور آیا ہوتو کلام غلط نہ ہوگا کیونکہ مستثنیٰ منہ پرندہ یا جانور نہیں بلکہ انسان ہے۔ وجہ یہ ہے کہ زید بھی انسان ہے، اس لئے ایک ہی جنس سے ہونے کی وجہ سے مفہوم واضح اور درست ہو جائے گا۔ لہٰذا درست بات یہی ہے کہ اِس حدیث میں بھی عربی کے اس اُسلوب اور قاعدہ کی رُو سے تقدیر لفظ 'مسجد' ہی ہو، یعنی جسے مستثنیٰ ٹھہرایا جا رہا ہے مستثنیٰ منہ بھی وہی جنس ہو۔ جس کا مطلب یہ ہوا کہ اگر جواز کے لئے اِستثناء مساجد کا کیا جا رہا ہے تو ممانعت بھی بقیہ مساجد ہی کی طرف منسوب ہوگی، نہ کہ دیگر اُمور اور مقاصد کی طرف۔ پس اب حدیث کی تقدیراً عبارت یوں ہوگی:

لَا تُشَدُّ الرِّحال إلی مسجد إلّا إلی ثلاثة مساجد.

''سوائے تین مساجد کے کسی اور مسجد کی طرف (ثواب کی زیادتی کی نیت سے) رختِ سفر نہ باندھا جائے۔''

حضور نبی اکرم ﷺ کے اِرشاد کا واضح مطلب یہ ہے کہ مسجدِ حرام، مسجدِ اقصیٰ اور مسجدِ نبوی میں نماز پڑھنے کی فضیلت چونکہ زیادہ ہے اور باقی مساجد نماز پڑھنے کی فضیلت اور ثواب میں برابر ہیں۔ اس لئے ان تینوں مسجدوں کے علاوہ کسی اور مسجد میں ثواب کی زیادتی کی نیت سے سفر کی زحمت برداشت کرنے کا کوئی فائدہ نہیں کیونکہ اس جگہ زیادتی ثواب پر کوئی شرعی دلیل مذکور نہیں۔

اجل ائمہ و شارحینِ حدیث کی تحقیقات سے بھی ثابت ہے کہ حدیث میں لَا تُشَدُّ الرِّحَال صرف ثواب کی نیت سے دیگر مساجد کی طرف سفر کرنے کو مستلزم ہے۔ رہا دیگر مقاصد کے لیے سفر تو وہ جائز ہے کیونکہ اگر ممانعتِ سفر کے قائلین کا قول مان لیا جائے

کہ ان تین مساجد کے علاوہ دنیا میں کسی بھی جگہ حتی کہ اولیاء کرام کے مزارات اور دیگر نیک مقاصد کے لیے سفر حرام ہے تو اس صورت میں انسانی زندگی اجیرن ہو جائے گی اور انسان عضو معطل بن کر رہ جائے گا وہ اپنی آبادی سے باہر کبھی بھی نہ جا سکے گا نہ حصولِ علم، نہ تجارت، نہ عیادت و ملاقات اور نہ اشاعتِ دین کے لیے حتی کہ ان تین مساجد کی فضیلتِ عامہ کے تعین کے بغیر کسی دوسری مسجد میں نماز پڑھنا بھی اس قول کے مطابق ممنوع ٹھہر جائے گا۔ حالانکہ محسن انسانیت حضور سرور کائنات ﷺ نے خود سفر فرمائے، آپ ﷺ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اشاعت دین کے لئے دنیا کے گوشے گوشے تک پہنچے۔ خود آپ ﷺ نے حصولِ علم کے لئے دور دراز مقامات تک سفر کی ترغیب دی تو معلوم ہوا کہ حدیث کا مطلب ہرگز ہرگز یہ نہیں کہ دنیا میں کہیں بھی سفر نہ کیا جائے بلکہ اس حدیث کا صحیح معنی و مفہوم یہ ہے کہ دنیا میں جتنی مسجدیں ہیں ان میں سے صرف یہ تین مساجد ایسی ہیں جنہیں فضیلتِ تامہ حاصل ہے۔ ان میں نماز پڑھنے کی زیادہ فضیلت اور ثواب ہے۔

۱۔ مسجدِ حرام میں ایک نماز کا ثواب ایک لاکھ نمازوں کے برابر ہے۔

۲۔ مسجدِ نبوی میں ایک نماز کا ثواب پچاس ہزار نمازوں کے برابر ہے۔

۳۔ مسجدِ اقصیٰ میں ایک نماز کا ثواب پچیس ہزار نمازوں کے برابر ہے۔

دنیا کی دیگر مساجد کو یہ فضیلت حاصل نہیں تو حدیثِ مبارکہ کا صاف مطلب یہ ہوا کہ اگر ایک شخص کو اپنے محلّہ اور آبادی کی مسجد میں وہی ثواب ملے گا جو دنیا کی دیگر مساجد میں ملتا ہے تو اس تصور کے ساتھ کہ شاید فلاں مسجد میں اس مسجد سے زیادہ ثواب ملے گا سفر کرنا بے فائدہ ہے۔ اگر ادائیگی نماز کا زیادہ ثواب حاصل کرنے کا ارادہ ہو تو پھر حدیث میں مذکورہ مقامات کی طرف ہی سفر کرے اور جہاں تک مطلقًا سفر کی بات ہے جائز ہے، عام سفر کی کہیں بھی ممانعت اور حرمت نہیں۔ ائمہ حدیث اور فقہاء کے صحیح اقوال اور تشریحات سے بھی یہی بات ثابت ہے ذیل میں شارح صحیح بخاری امام ابنِ حجر عسقلانی کی تحقیق ملاحظہ کریں۔

۲۔ عام سفر کی ممانعت نہیں...... امام ابنِ حجر عسقلانیؒ کی تحقیق

حافظ ابنِ حجر عسقلانی (م ۸۵۲ھ) نے فتح الباری شرح صحیح البخاري میں درج بالا حدیث پر سیر حاصل بحث کی ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

أن المراد حکم المساجد فقط. وأنه لا تشدّ الرحال إلی مسجد من المساجد فيه غير هذه الثلاثة، وأما قصد غير المساجد لزيارة صالح أو قريب أو صاحب أو طلب علم أو تجارة أو نزهة فلا يدخل فی النهي، ويؤيده ماروی أحمد من طريق شهر بن حوشب قال سمعت أبا سعيد وذکرت عنده الصلاة فی الطور فقال: قال رسول الله ﷺ لا ينبغي للمصلي أن يشد رحاله إلی مسجد تبتغي فيه الصلاة غير المسجد الحرام والمسجد الأقصی ومسجدي.(۱)

’’**لا تشد الرحال** سے فقط مساجد مراد ہیں، اس کا مطلب یہ ہے کہ نماز (کا زیادہ ثواب حاصل کرنے) کے لیے ان تین مساجد کے علاوہ کسی اور مسجد کی طرف رختِ سفر نہ باندھا جائے۔ جہاں تک کسی صالح بزرگ یا عزیز رشتہ دار یا دوست کی زیارت و ملاقات کا تعلق ہے یا حصولِ علم، تجارت اور تفریح کے لیے سفر اختیار کرنا تو یہ حکمِ نہی میں داخل نہیں۔ اس بات کی تائید مسند احمد بن حنبل میں شہر بن حوشب کے طریق پر مروی حدیثِ مبارکہ سے ملتی ہے کہ میں نے حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کے سامنے کوہِ طور پر نماز پڑھنے کا ذکر کیا تو انہوں نے کہا: حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: کسی نمازی کو زیادہ حصولِ ثواب

(۱) عسقلانی، فتح الباری، ۳: ۶۵

کی نیت سے کسی مسجد میں نماز پڑھنے کے لیے سفر کرنا نہ چاہیے سوائے مسجدِ حرام، مسجدِ اقصی اور میری مسجد (مسجد نبوی) کے۔"

بعض لوگ امام مالکؒ کی طرف منسوب قول کو ممانعتِ سفرِ زیارت پر بطورِ دلیل پیش کرتے ہیں جس میں انہوں نے حضور نبی اکرم ﷺ کی بارگاہ اقدس کی حاضری کیلئے زیارت کے لفظ کو ناپسند کیا۔ ائمہِ حدیث فرماتے ہیں کہ آپؒ حضور نبی اکرم ﷺ کا حد درجہ ادب و احترام کرتے تھے، محبت اور تعظیم و توقیرِ نبی ﷺ میں آپ کا درجہ دیگر ائمہ کرام سے بڑھ کر ہے۔ آپ کو نسبتِ مصطفیٰ ﷺ دنیا و مافیھا سے بڑھ کر عزیز تھی۔ آپ کو مدینہ طیبہ میں قربِ مصطفیٰ ﷺ میں موت کی آرزو تھی، یہی وجہ ہے کہ آپ نے ساری زندگی فرض حج کے علاوہ کبھی مدینہ طیبہ سے باہر سفر نہ کیا، اس اندیشہ کے تحت کہ کہیں مسکنِ مصطفیٰ ﷺ سے دورِ حیاتِ مستعار چھن نہ جائے جبکہ مدینہ طیبہ کے ادب و احترام کا یہ عالم تھا کہ آپ کبھی بھی شہرِ مدینہ میں سواری نہیں کرتے تھے۔ علامہ ابنِ ہمام حنفی لکھتے ہیں:

كان مالك رحمه الله و رضي عنه لا يركب في طرق المدينة، و كان يقول: أستحي من الله تعالى أن أطأ تربة فيها رسول الله ﷺ.(۱)

"امام مالکؒ مدینہ منورہ کے راستوں پر سواری نہیں کرتے تھے اور (اس کی وجہ یہ بیان) فرماتے تھے: مجھے اللہ تعالیٰ سے حیا آتی ہے کہ میں اس مقدس مٹی پر سوار ہوکر چلوں جس کے اندر حضور نبی اکرم ﷺ کا جسدِ اطہر ہے۔"

پس آپ جیسے صاحبِ محبت امام سے اس بات کی توقع بعید ہے کہ انہوں نے زیارت کو ناپسند فرمایا ہو۔ دراصل ان کے نزدیک درِ رسول ﷺ کی حاضری پر لفظِ "زیارت" کا اطلاق خلافِ ادب ہے۔ کیونکہ عام قبروں کے لیے لفظِ زیارت استعمال ہوتا ہے جس میں مسلمان مُردوں کو فائدہ ہوتا ہے اور اس میں زائر کو اختیار ہوتا ہے چاہے

(۱) ابن ہمام، شرح فتح القدیر، ۳: ۱۸۰

زیارت کرے چاہے نہ کرے جبکہ مالکیہ کے نزدیک درِ رسول ﷺ کی حاضری واجب ہے۔ اس لیے وہ اس کو عام زیارت کی طرح امرِ مباح نہیں گردانتے۔ لہٰذا امام مالک رحمہ اللہ کے قول میں ممانعتِ زیارت کا شائبہ نہیں کیونکہ ان کا عقیدہ وعمل ہمارے سامنے ہے اور وہی قابلِ ترجیح ہے۔

امام ابنِ حجر عسقلانیؒ ہی فرماتے ہیں:

ما نقل عن مالک: أنه كره أن يقول زرت قبر النبي ﷺ. وقد أجاب عنه المحققون من أصحابه: بأنه كره اللفظ أدبًا، لا أصل الزيارة. فإنها من أفضل الأعمال، وأجل القربات الموصلة إلى ذي الجلال، وأن مشروعيتها محل إجماع بلا نزاع. والله الهادي إلى الصواب.(۱)

’’یہ جو امام مالکؒ سے منقول ہے کہ وہ اس بات کو ناپسند کرتے کہ کوئی شخص یہ کہے کہ میں نے حضور نبی اکرم ﷺ کی قبر کی زیارت کی۔ اس قول کا جواب امام مالک کے مقلدین محقق ائمہ کرام نے یہ دیا ہے کہ وہ ادبًا حضور نبی اکرم ﷺ کی بارگاہ اقدس میں حاضری کے لیے لفظِ ’’زیارت‘‘ کا اطلاق ناپسند فرماتے تھے نہ کہ سرے سے زیارت کا انکار کرتے تھے۔ کیونکہ زیارتِ روضۂ اطہر ان افضل اعمال اور بلند درجہ عبادات میں سے ہے جس کے ذریعہ رب ذوالجلال تک رسائی ہوتی ہے جبکہ زیارتِ روضۂ اقدس کی مشروعیت اجماع سے ثابت ہے جس میں کسی کا کوئی اختلاف نہیں۔ اللہ تعالیٰ صحیح بات کی طرف ہدایت فرمانے والا ہے۔‘‘

وہ مزید لکھتے ہیں:

(۱) عسقلانی، فتح الباری، ۳: ۶۶

قال بعض المحققين: قوله، إلا إلى ثلاثة مساجد، المستثنى منه محذوف. فأما أن يقدر عامًا، فيصير لا تشد الرحال إلى مكان في أي أمر كان إلا إلى الثلاثة، أو أخص، من ذلک لا سبيل إلى الأوّل لإفضائه إلى سد باب السفر، للتجارة وصلة الرحم، وطلب العلم وغيرها. فتعين الثاني. والأولى أن يقدر ما هو أكثر مناسبة، وهو: لا تشد الرحال إلى مسجد للصّلاة فيه إلا إلى الثلاثة، فيبطل بذلک قول من منع شدّ الرحال إلى زيارة القبر الشريف وغيره من قبور الصّالحين. والله أعلم.(۱)

’’بعض محققین نے کہا ہے: اِلَّا إِلٰی ثَلَاثَة مَسَاجِدَ میں ’مستثنٰی منہٗ‘ محذوف ہے۔ پس یہاں یا تو مقدر عام مانیں گے اس صورت میں عبارت یوں ہو گی ’’لا تشد الرحال الی مکان فی أی امر کان إلا إلی ثلاثة‘‘ کسی بھی مقصد کے لیے ان تین مساجد کے علاوہ کہیں اور سفر کے لیے رختِ سفر نہ باندھا جائے۔ دوسری صورت یہ ہے کہ یہاں ’مستثنٰی منہٗ‘ مقدر خاص مانیں گے۔ پہلی صورت تو ہو ہی نہیں سکتی اس لیے کہ اس سے تجارت، صلہ رحمی اور طلبِ علم وغیرہ کے لیے تمام اسفار کا دروازہ بند ہو جاتا ہے۔ پس لازماً دوسری صورت کا تعیّن کرنا پڑے گا۔ بہتر یہ ہے کہ اس ’مستثنٰی منہٗ‘ کو مقدر مانا جائے جس کی ’مستثنٰی‘ کے ساتھ زیادہ سے زیادہ مناسبت ہو اور وہ اس طرح ہے کہ ’’لا تشد الرحال إلی مسجد للصلاة فيه إلا إلی الثلاثه‘‘ (یعنی کسی بھی مسجد کی طرف نماز پڑھنے کی غرض سے رختِ سفر نہ باندھا جائے سوائے ان تینوں کے)۔ اس سے اس شخص کا قول باطل ہوگیا جو حضور نبی اکرم ﷺ کی

(۱) عسقلانی، فتح الباری، ۳: ۶۶

قبرِ انور اور اس کے علاوہ صالحین کی قبور کی طرف سفر کرنے سے منع کرتا ہے۔‘‘

۳۔ دیگر احادیثِ مبارکہ سے صحیح مؤقف کی تائید

درج بالا مؤقف کی تصریح و تائید خود ارشاداتِ نبوی ﷺ سے ہوتی ہے۔ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

لَا يَنبَغِي لِلْمَطِيِّ أَنْ تَشَدَّ رِحَالُهُ إِلَى مَسْجِدٍ يَنبَغِي فِيهِ الصَّلَاةُ، غَيْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ، وَ الْمَسْجِدِ الْأَقْصَى، وَ مَسْجِدِي هٰذَا. (۱)

’’کسی مسجد میں (زیادہ ثواب کے حصول کے لئے) نماز ادا کرنے کی غرض سے سفر کے لئے سواری تیار نہ کی جائے، سوائے مسجدِ حرام، مسجدِ اَقصیٰ اور میری اِس مسجد کے۔‘‘

اوّلاً: اِس حدیث میں مستثنیٰ منہ صریحاً مذکور ہے جو کہ ’**مسجد**‘ ہے لہٰذا شرحُ الحدیث بالحدیث کے بعد اب کوئی جواز باقی نہیں رہتا کہ کوئی شخص خواہ مخواہ اپنی طرف سے کسی ایسے لفظ کو مستثنیٰ منہ قرار دے جو نہ تو عربی لغت کے اُسلوب کے مطابق درست ہے اور نہ فصاحت و بلاغتِ نبوی ﷺ کے لائق، بلکہ خود توضیحِ نبوت کے بھی خلاف ہے۔

ثانیاً: حدیثِ مذکور میں واضح الفاظ میں فرمایا گیا ہے کہ نماز ادا کرنے کی غرض سے سفر نہ کیا جائے، جس کا مطلب لامحالہ یہ کیا جا سکتا ہے کہ کسی اور مقصد کے لئے سفر کیا

(۱) ۱۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۳:۶۴
۲۔ أبو یعلی، المسند، ۲:۴۸۹، رقم: ۱۳۲۶
۳۔ طحاوی، مشکل الآثار، ۱:۲۴۳
۴۔ امام ہیثمی نے ’’مجمع الزوائد (۴: ۳)‘‘ میں اِس حدیث کے نفسِ مضمون کو حسن قرار دیتے ہوئے کہا ہے کہ ’الصحیح‘ میں اِسی طرح ہے۔

جا سکتا ہے۔

۲۔ اِس کی مزید وضاحت اِس حدیثِ نبوی ﷺ سے بھی ہو جاتی ہے:

لَا تُشَدُّ رِحَالُ الْمَطِيِّ إِلَى مَسْجِدٍ يُذْكَرُ اللهُ فِيْهِ إِلَّا إِلَى ثَلَاثَةِ مَسَاجِدَ: مَسْجِدِ الْحَرَامِ، وَمَسْجِدِ الْمَدِيْنَةِ، وَبَيْتِ الْمَقْدَسِ.(۱)

’’اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے کی نیت سے کسی مسجد کی طرف رختِ سفر نہ باندھا جائے، سوائے اِن تین مساجد کے: مسجدِ حرام، مسجدِ مدینہ اور بیت المقدس۔‘‘

اِس حدیثِ مبارکہ میں واضح الفاظ میں تین مسجدوں کے علاوہ اس نیت سے کسی اور مسجد کی طرف اس نیت کے تحت سفر کرنے سے منع فرمایا گیا ہے کہ اُس میں اللہ تعالیٰ کا ذکر کرکے زیادہ ثواب حاصل کیا جائے۔

۳۔ اِس کی تصریح و تائید حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی اِس حدیثِ مبارکہ سے بھی ہوتی ہے جس میں حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

إِنَّمَا يُسَافَرُ إِلَى ثَلَاثَةِ مَسَاجِدَ: مَسْجِدِ الْكَعْبَةِ، وَمَسْجِدِي، وَمَسْجِدِ إِيْلِيَاءَ.(۲)

’’(زیادہ ثواب کے حصول کی نیت سے) صرف اِن تین مساجد کی طرف سفر کیا جائے: مسجدِ کعبہ، میری مسجد اور مسجدِ ایلیاء (بیت المقدس)۔‘‘

اس حدیثِ مبارکہ میں اُسلوبِ اِستثناء بیان نہیں کیا گیا بلکہ اُسلوبِ حصر اِختیار

(۱) أبويعلى، المسند، ۲: ۴۸۹، رقم: ۱۳۲۶

(۲) ۱۔ مسلم، الصحيح، كتاب الحج، باب لا تشدّ الرحال إلا إلي ثلاثة مساجد، ۲: ۱۰۱۵، رقم: ۱۳۹۷

۲۔ بيهقى، السنن الكبرىٰ، ۵: ۲۴۴، رقم: ۱۰۰۴۴

۳۔ أيضاً، دلائل النبوة، ۲: ۵۴۵

کیا گیا ہے۔ پچھلی احادیث میں چونکہ اُسلوبِ استثناء تھا اِس لئے یہ اَمر زیرِ بحث تھا کہ مستثنیٰ منہ کیا ہے، جبکہ اِس حدیثِ مبارکہ میں اِستثناء کا اُسلوب ہی نہیں۔ لہٰذا یہ بیانِ حصر ہماری مذکورہ بالا پوری بحث کی تصدیق کرتا ہے کیونکہ اِس میں حصر صرف ان ہی مساجد کا ہے لہٰذا باقی مساجد کی طرف حصولِ ثواب کی نیت سے سفر کرنا منع ہے۔

۴۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے طریقِ حصر پر مشتمل ایک اور حدیث اِن الفاظ کے ساتھ بھی مروی ہے:

إنما تُضْرَبُ أَكْبَادُ الْمَطِيِّ إِلَى ثَلَاثَةِ مَسَاجِدَ: اَلْمَسْجِدِ الْحَرَامِ، وَمَسْجِدِي هٰذَا، وَالْمَسْجِدِ الْأَقْصٰى. (۱)

’’صرف تین مساجد کی طرف سفر کے لئے سواری تیار کی جائے: مسجدِ حرام، میری یہ مسجد اور مسجدِ اقصیٰ۔‘‘

اِن احادیثِ مبارکہ سے صراحت ہو گئی کہ تین مساجد کے علاوہ کسی اور مسجد، مقام، شہر یا جگہ کی طرف اجر و ثواب کی نیت کے بغیر سفر کرنا ہرگز ممنوع نہیں اور نہ ہی شَدُّ الرِّحال والی حدیث کا موضوع ہے۔

اِن مساجد میں ادا کی جانے والی نمازوں پر ملنے والے غیر معمولی اَجر و ثواب کے حوالے سے بھی متعدّد احادیث وارد ہیں۔

۵۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

---

(۱) ۱۔ طبرانی، المعجم الکبیر، ۲:۲۷۶، ۲۷۷، رقم: ۲۱۵۹
۲۔ طبرانی، المعجم الأوسط، ۳:۳۷۸، رقم: ۱۲۸۱
۳۔ أبو یعلی، المسند، ۱۱:۴۳۵، رقم: ۶۵۵۸
طبرانی کی بیان کردہ روایت کی اِسناد صحیح ہے اور ابویعلیٰ کی بیان کردہ روایت کے رِجال ثقہ ہیں۔

صَلَاةٌ فِيْ مَسْجِدِي أَفْضَلُ مِنْ أَلْفِ صَلَاةٍ فِيْمَا سِوَاهُ إِلَّا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ، وَصَلَاةٌ فِي الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ أَفْضَلُ مِنْ مِائَةِ أَلْفِ صَلَاةٍ فِيْمَا سِوَاهُ.(۱)

’’میری مسجد میں ایک نماز ادا کرنا دوسری مساجد میں ایک ہزار نمازیں (ادا کرنے) سے افضل ہے سوائے مسجدِ حرام کے، اور مسجدِ حرام میں (ادا کی ہوئی) ایک نماز (دوسری مساجد میں ادا کردہ) ایک لاکھ نمازوں سے بہتر ہے۔‘‘

یہ حدیث صحیح ہے، اس کی اِسناد صحیح اور رِجال ثقہ ہیں۔

۶۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

صَلَاةُ الرَّجُلِ …… فِي الْمَسْجِدِ الْأَقْصٰی بِخَمْسِيْنَ أَلْفَ صَلَاةٍ، وَصَلَاتُهُ فِي مَسْجِدِي بِخَمْسِيْنَ أَلْفَ صَلَاةٍ، وَصَلَاةٌ فِي الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ بِمِائَةِ أَلْفِ صَلَاةٍ.(۲)

’’جو شخص مسجدِ اقصیٰ اور میری مسجد میں نماز پڑھے اُسے پچاس ہزار نمازوں کا اور جو مسجدِ حرام میں نماز پڑھے اسے ایک لاکھ نمازوں کا ثواب ملتا ہے۔‘‘

اس بحث کو خلاصتہً درج ذیل دو اہم نکات میں بیان کیا جا سکتا ہے:

۱۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے درجِ بالا تائیدی ارشاداتِ عالیہ سے ثابت ہوا کہ

(۱) ابن ماجة، السنن، کتاب إقامة الصلاة والسنة فيها، باب ما جاء في الصلاة في المسجد الحرام و المسجد النبوي صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، ۲: ۱۸۶، رقم: ۱۴۰۶

(۲) ۱۔ ابن ماجه، السنن، کتاب إقامة الصلاة والسنة فيها، باب ما جاء في الصلاة في المسجد الحرام ومسجد النبي صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، ۲: ۱۹۰، ۱۹۱، رقم: ۱۴۱۳

۲۔ طبراني، المعجم الأوسط، ۷: ۷، رقم: ۷۰۰۸

www.MinhajBooks.com

لَا تُشَدُّ الرِّحَال والی احادیث کا مطلب تضاعفِ ثواب ہے یعنی زیادہ ثواب کے حصول کی نیت سے سفر کرنا صرف اِن ہی تین مساجد کی طرف جائز ہے جبکہ اِس غرض سے اُن کے علاوہ روئے زمین کی کسی اور مسجد کی طرف اس نیت سے سفر کرنا جائز نہیں۔

۲۔ اس حدیثِ مبارکہ کا صحیح معنی و مفہوم اُن اجل ائمۂ حدیث نے بیان کیا ہے جنھوں نے اپنی زندگیاں حدیثِ رسول ﷺ کی ترویج و اشاعت کے لیے وقف کیۓ رکھی اور تحصیلِ حدیث میں اتنی محنت کی کہ درجۂ حفاظ میں شامل ہو گئے۔ ایسے تمام ائمۂ کرام کی رائے مفہوم حدیث کی وضاحت میں سند کا درجہ رکھتی ہے۔ ان کی مستند رائے کی موجودگی میں کسی اور کی ذاتی اور غیر مناسب رائے کی طرف التفات کی ہر گز ضرورت نہیں رہتی۔

لہٰذا ثابت ہوا کہ لَا تُشَدُّ الرِّحال میں صرف اسی سفر کی ممانعت ہے جو اِن تین مساجد کے علاوہ کسی اور مسجد میں نماز کے زیادہ ثواب کی نیت سے ہو، اگر کوئی شخص کسی اور جائز نیت سے یا فقط زیارت کے لئے کسی متبرک مقام یا ہستی کی زیارت کو جائے تو وہ ہرگز اس حدیث میں شامل نہیں۔

مساجد ثلاثہ کی فضیلت کا ایک سبب قبور انبیاء علیھم السلام بھی ہیں

متذکرہ بالا احادیثِ مبارکہ سے یہ بات پایۂ ثبوت کو پہنچ گئی کہ مسجد حرام، مسجد نبوی اور مسجد اقصیٰ کی طرف سفر کرنا باعث فضیلت ہے۔ اس کی ایک وجہ تو یہ ہے کہ وہاں پر نماز کا ثواب زیادہ ملتا ہے اور یہ ایک ایسی فضیلت ہے جو دنیا کی کسی اور مسجد کو حاصل نہیں۔ مساجد کی طرف سفر کے متعلق طبرانی کی وہ روایت بھی ضمناً بیان ہوئی جس میں مسجد خیف کا ذکر ہے۔ بعض لوگ انہی احادیث مبارکہ سے یہ استدلال کرتے ہیں کہ انبیاء اور صالحین کے مزارات مقدسہ کی طرف رختِ سفر باندھنا باعثِ معصیت و گناہ ہے۔ بسا اوقات یہ لوگ زائرین پر کفر و شرک کا فتویٰ بھی لگا دیتے ہیں۔ دراصل یہ ایک انتہائی

مؤقف ہے جو سراسر غلط اور تعلیمات نبوی ﷺ کے خلاف ہے۔

ائمہ تفسیر و حدیث نے اپنی معتبر کتب میں ان احادیثِ نبوی ﷺ کو بھی بیان کیا ہے جن سے واضح طور پر پتہ چلتا ہے کہ ان مساجد کی عظمت و فضیلت کا ایک سبب قبور انبیاء بھی ہیں۔

۱۔ حضور نبی اکرم ﷺ کے ارشادات گرامی کے مطابق اگر کوئی شخص نماز میں زیادہ ثواب حاصل کرنا چاہتا ہو تو اس مقصد کے لئے وہ تین مساجد (مسجد حرام، مسجد نبوی اور مسجد اقصیٰ) کی طرف سفر کرے۔ محض ثواب میں کثرت کے مخصوص ارادے سے کسی اور مسجد کی طرف سفر کرنا منع ہے۔

۲۔ آپ ﷺ نے مساجد ثلاثہ کے علاوہ مسجد خیف کی طرف بھی سفر کرنے کا ارشاد فرمایا لیکن وہاں پر نماز کی فضیلت کا ذکر نہیں ملتا۔ تاہم مطالعہ احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ کا اس کی طرف سفر کرنے کی ترغیب کی وجہ وہاں انبیاء کرام علیہم السلام کی مبارک قبور ہیں جو اس کی عظمت وفضیلت کا ایک سبب اور یہی سبب اس کی طرف سفر اختیار کرنے کی ترغیب کا محرک بھی ہے۔ اسی لئے قبور انبیاء و صالحین کی طرف سفر کرنا باعث سعادت عمل ہے۔

طبرانی میں ثقہ رجال کی سند سے روایت ہے۔

عَنِ ابْنِ عُمَرَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: فِي مَسْجِدِ الْخَيْفِ قَبْرُ سَبْعِيْنَ نَبِيًّا.(۱)

(۱) ۱۔ طبراني، المعجم الكبير، ۱۲: ۴۱۳، رقم: ۱۳۵۲۵
۲۔ ديلمي، الفردوس بمأثور الخطاب، ۲: ۲۸، رقم: ۲۱۷۷
۳۔ فاکہی، أخبار مكة، ۷: ۱۰۲، رقم: ۲۵۲۵
۴۔ عسقلاني، المطالب العاليه، ۷: ۱۷۵، رقم: ۱۲۳۲
۵۔ ہیثمی، مجمع الزوائد، ۳: ۲۶۰
۶۔ مناوی، فیض القدیر، ۴: ۴۵۹

’’حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مسجد خیف میں ۷۰ انبیاء کرام علیہم السلام کی مبارک قبریں ہیں۔‘‘

ہیثمی نے لکھا ہے کہ اسے بزار نے روایت کیا ہے اور اس کے رجال ثقہ ہیں۔

دیگر فضیلت والی تینوں مساجد میں بھی انبیاء علیہم السلام کی قبور کا ثبوت کتب احادیث و تواریخ میں موجود ہے۔ سب سے زیادہ فضیلت والی مسجد، مسجدِ حرام خود مسکن مزاراتِ انبیاء علیہم السلام ہے اس کے مطاف میں کثیر انبیاء کرام علیہم السلام کے مزارات کا ثبوت درج ذیل روایات سے ملتا ہے:

عَنِ ابْنِ عَبَاسٍ، قَالَ: وَ أَوَّلُ مَنْ طَافَ بِالْبَيْتِ الْمَلَائِكَةُ، وَإِنَّ مَا بَيْنَ الْحَجَرِ إِلَى الرُّكْنِ الْيَمَانِي لَقُبُورًا مِنْ قُبُورِ الأَنْبِيَاءِ. (۱)

’’حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سب سے پہلے بیت اللہ شریف کا طواف فرشتوں نے کیا اور حجرِ اسود سے رکن یمانی تک درمیانی حصہ میں ستر انبیاء علیہم السلام کی مبارک قبریں ہیں۔‘‘

صحن حرم اور قدس شریف میں انبیاء کرام علیہم السلام کی مبارک قبور کی موجودگی درجہ ذیل روایت سے بھی ثابت ہے۔

عن مقاتل قال: في المسجد الحرام بين زمزم و الركن قبر سبعين نبيا، منهم هود، و صالح، و إسماعيل. و قبر آدم، و إبراهيم، و إسحاق، و يعقوب، و يوسف، في بيت المقدس. (۲)

’’حضرت مقاتل سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں: مسجد حرام میں زمزم اور رکن

(۱) طبراني، المعجم الكبير، ۱۱: ۴۵۴، رقم: ۱۲۲۸۸

(۲) ۱۔ أزرقي، أخبار مكة، ۱۱۱

۲۔ سيوطي، الدر المنثور، ۱: ۳۲۸

یمانی کے درمیان ۷۰ انبیاء علیہم السلام کی مبارکہ قبور موجود ہیں جن میں حضرت ھود، حضرت صالح اور حضرت اسماعیل علیہم السلام بھی ہیں۔ اور حضرت آدم، حضرت ابراہیم، حضرت اِسحاق، حضرت یعقوب اور حضرت یوسف علیہم السلام کی مبارک قبریں بیت المقدس میں ہیں۔‘‘

مؤرِخ مکہ فاکہی نے ۳۰۰ انبیاء کرام علیہم السلام کی قبور کی موجودگی کے بارے میں لکھا ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

وسمعنا أن حول الكعبة قبور ثلاثمائة نبي. و أن قبر نوح، و هود، و شعيب، و صالح عليهم السلام فيما بين الملتزم و المقام، و أن ما بين الركن الأسود إلى الركن اليماني قبور سبعين نبيا. (۱)

’’ہم نے سنا ہے کہ کعبہ شریف کے اردگرد تین سو انبیاء کرام علیہم السلام کی مبارک قبریں موجود ہیں۔ حضرت نوح، حضرت ھود، حضرت شعیب اور حضرت صالح علیہم السلام کی قبریں ملتزم اور مقام ابراہیم کے درمیان ہیں جبکہ رکن اُسود سے رکن یمانی کے درمیان ۷۰ انبیاء علیہم السلام کی مبارک قبریں ہیں۔‘‘

اسی طرح مسجد اقصی کے بابرکت ہونے کی بڑی وجہ بھی اس کے اردگرد انبیاء علیہم السلام کی مبارک قبروں کی موجودگی ہے۔ جس کے بارے میں ائمہ تفسیر نے سورہ اسراء کی پہلی آیت کی تفسیر کرتے ہوئے واضح طور پر لکھا ہے۔ جس کا تفصیلی ذکر ہم نے باب چہارم ’’توحید اور تبرک‘‘ میں کر دیا ہے۔

پس اس تفصیلی بحث سے یہ امر مترشح ہوا کہ کسی مقام کا متبرک ہونا اور وہاں کی زیارت اور سفر کا باعث سعادت ہونا قبور اُنبیاء علیہم السلام کی بنا پر بھی ہوتا ہے کیونکہ حضور نبی اکرم ﷺ نے اپنے مبارک ارشادات گرامی میں جن مسجدوں کی فضیلت بیان فرمائی اور

(۱) فاکہی، أخبار مکۃ، ۴: ۱۹۱

ان کی طرف سفر کی ترغیب دی یہ چاروں مسجدیں بھی وہی ہیں جہاں انبیاء علیہم السلام کے مقدس مزارات ہیں اور یہی ان کی اہمیت و فضیلت کا بنیادی سبب ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے اپنی قبرِ انور کی طرف زیارت کی خصوصی توجہ دلائی نیز اولیاء و صالحین کی قبور پر جا کر امت کے لئے اپنی سنت مقرر فرما دی جس پر اِن شاء اللہ تعالیٰ آئندہ صفحات میں بحث ہو گی۔

www.MinhajBooks.com

فصل پنجم

زِیارتِ صالحین

www.MinhajBooks.com

گزشتہ فصل میں حضور نبی اکرم ﷺ کے اِرشاداتِ گرامی کی روشنی میں ثابت ہوا کہ آپ ﷺ کی قبرِ انور کی حاضری نہ صرف جائز بلکہ ایمانی جلا حاصل کرنے کا اہم ذریعہ ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعینِ عظام کا یہ معمول رہا ہے کہ وہ حضور ﷺ کے روضۂ اطہر کی زیارت کے لئے حاضر ہوتے۔ حضور نبی اکرم ﷺ کے فیوض و برکات میں سے کچھ حصہ آپ ﷺ کی امت کے اولیاء اور صالحین کو بھی میسر آیا۔ اس لئے ضروری تھا کہ اِن کی زیارت کے لئے بھی اُن کے مساکن اور مزارات پر حاضری دی جائے۔ زیرِ نظر عنوان کے تحت اولیاء و صالحین کی زیارت کی مشروعیت کا بیان احادیثِ مبارکہ اور سلف صالحین کے احوال واقوال کی روشنی میں ہوگا۔

۱۔ قبورِ صالحین کی زیارت کا نبوی معمول

اولیاء اللہ اور صالحین کی قبور پر جانا حضور ﷺ اور خلفائے راشدین کی سنت سے ثابت ہے کیونکہ حضور نبی اکرم ﷺ نے بنفسِ نفیس شہداء اور صالحین کی قبور پر تشریف لے جا کر دعا فرمائی اور آپ ﷺ کی اتباع میں حضرت ابو بکر، حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم کا بھی یہ معمول رہا۔ ائمۂ حدیث و تفسیر مثلاً امام عبد الرزاق، امام طبری، امام ابنِ کثیر اور امام سیوطی و دیگر ائمہ نے آپ ﷺ کا معمول بیان کیا ہے کہ آپ ﷺ ہر سال شہداء کی قبور پر تشریف لے جاتے تھے۔ امام عبد الرزاق (م ۲۱۱ھ) نے بیان کیا ہے:

عن محمد بن إبراهيم قَالَ كَانَ النَّبِي ﷺ يَأْتِي قُبُوْرَ الشُّهَدَاءِ عِنْدَ رَأْسِ الْحَوْلِ فَيَقُوْلُ: السَّلَامُ عَلَيْكُمْ بِمَا صَبَرْتُمْ فَنِعْمَ عُقْبَى

الدَّارِ. قَالَ وَكَانَ أَبُوْ بَكْرٍ وَعُمَرُ وَعُثْمَانُ يَفْعَلُوْنَ ذَلِكَ.[1]

’’حضرت محمد بن ابراہیم التیمی سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ سال کے آغاز میں شہداء کی قبروں پر تشریف لاتے تھے اور فرماتے: تم پر سلامتی ہو تمہارے صبر کے صلہ میں آخرت کا گھر کیا خوب ہے۔ روای نے کہا: حضرت ابو بکر، حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم بھی ایسا ہی کیا کرتے تھے۔‘‘

امام طبری (م ۳۱۰ھ) نے اسی روایت کو اپنی تفسیر ’’جامع البیان فی تفسیر القرآن (۱۳: ۱۴۲)‘‘ میں، امام ابنِ کثیر (م ۷۷۴ھ) نے ’’تفسیر القرآن العظیم (۲: ۵۱۲)‘‘ میں اور امام سیوطی (م ۹۱۱ھ) نے اپنی تفسیر (الدر المنثور فی التفسیر بالمأثور (۴: ۶۴۱)‘‘ میں بیان کیا ہے۔

۲۔ شیخین کے عمل سے زیارتِ صالحین کا ثبوت

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

قَالَ أَبُوْ بَكْرٍ رضی اللہ عنہ بَعْدَ وَفَاةِ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ لِعُمَرَ: انْطَلِقْ بِنَا إِلَى أُمِّ أَيْمَنَ نَزُوْرُهَا كَمَا كَانَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ يَزُوْرُهَا.[2]

’’حضور نبی اکرم ﷺ کے وصال مبارک کے بعد حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے

(۱) ۱۔ عبدالرزاق، المصنف، ۳: ۵۷۳
۲۔ عینی، عمدة القاری، ۸: ۷۰

(۲) ۱۔ مسلم، الصحیح، کتاب فضائل الصحابة، باب من فضائل أم أیمن، ۴: ۱۹۰۷، رقم: ۲۴۵۴
۲۔ ابن ماجة، کتاب الجنائز، باب ذکر وفاته ودفنه، ۱: ۵۲۳، رقم: ۱۶۳۵
۳۔ أبو یعلی، المسند، ۱: ۷۱، رقم: ۶۹

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہا: چلو حضرت اُمِ ایمن کی زیارت کر کے آئیں جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کی زیارت کے لئے تشریف لے جاتے تھے۔‘‘

مذکورہ حدیث کی شرح میں امام نووی (م ۶۷۶ھ) لکھتے ہیں:

فيه زيارة الصّالحين وفضلها وزيارة الصّالح لمن هو دونه، وزيارة الإنسان لمن كان صديقه يزوره، ولأهل ود صديقه، وزيارة جماعة من الرّجال للمرأة الصّالحة وسماع كلامها، واستصحاب العالم والكبير صاحباً له في الزّيارة والعيادة ونحوهما، والبكاء حزناً على فراق الصّالحين والأصحاب وإن كانوا قد انتقلوا إلى أفضل مما كانوا عليه، والله أعلم.[1]

’’اس حدیثِ مبارکہ میں صالحین کی زیارت اور اس کی فضیلت کا بیان ہے۔ اسی طرح کسی صالح شخص کا (مقام و مرتبہ کے لحاظ سے) اپنے سے کم درجہ شخص کی ملاقات کے لیے جانا، کسی انسان کا اپنے دوست احباب کی زیارت کرنا، مردوں کا باجماعت کسی نیک اور صالح خاتون کی ملاقات اور اس کی گفتگو سننا، اسی طرح کسی عالم اور بزرگ کا اپنے دوست کو زیارت و ملاقات اور عیادت وغیرہ کے لئے اپنے ساتھ لے جانا، صالحین اور دوست و احباب کی مفارقت پر غمگین ہونا اور رونا اگرچہ وہ اونچے درجے کی طرف منتقل ہوگئے ہوں (بھی اس حدیثِ مبارکہ سے) ثابت ہے۔‘‘

۳۔ فرامینِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے زیارتِ صالحین کی فضیلت و ترغیب

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے ارشاداتِ عالیہ میں اولیاء، صالحین اور کامل

(۱) نووی، شرح صحیح مسلم، ۱۶: ۹، ۱۰

مومنین کی زیارت کی فضیلت بیان فرمائی ہے۔ جن میں سے چند فرامینِ مبارکہ درج کئے جاتے ہیں۔

(۱) متعلقین کو اپنی ملاقات و زیارت کے لئے بلانا جائز ہے

امام بخاری اور دیگر ائمہِ حدیث و تفسیر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے حوالے سے ایک حدیثِ مبارکہ بیان کی ہے جس میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت جبرائیل علیہ السلام سے فرمایا:

مَا يَمْنَعُکَ أَنْ تَزُوْرَنَا أَکْثَرَ مِمَّا تَزُوْرُنَا فَنَزَلَتْ (وَمَا نَتَنَزَّلُ إِلَّا بِأَمْرِ رَبِّکَ لَهُ مَا بَيْنَ أَيْدِيْنَا وَمَا خَلْفَنَا). (۱)

”جتنی بار تم ہماری زیارت کو آتے ہو، اس سے زیادہ تم ہماری زیارت کو کیوں نہیں آتے؟ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ (اور جبرئیل میرے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہو کہ) ہم آپ کے رب کے حکم کے بغیر (زمین پر) نہیں اتر سکتے اور جو کچھ ہمارے آگے ہے اور جو کچھ ہمارے پیچھے ہے اور جو کچھ اس کے درمیان ہے (سب) اسی کا ہے۔“ (مریم، ۱۹: ۶۴)

اس محبت کے جذبات سے لبریز حدیثِ مبارکہ میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت

---

(۱) ۱۔ بخاری، الصحيح، كتاب التفسير، باب: وما نتنزل إلا بأمر ربك، ۴: ۱۷۶۰، رقم: ۴۴۵۴

۲۔ ترمذی، السنن، كتاب تفسير القرآن، باب: ومن سورة مريم، ۵: ۳۱۶، رقم: ۳۱۵۸

۳۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۱: ۲۳۱، رقم: ۲۰۴۳

۴۔ نسائی، السنن الكبرىٰ، ۶: ۳۹۴، رقم: ۱۱۳۱۹

۵۔ طبرانی، المعجم الكبير، ۱۲: ۳۳، رقم: ۱۲۳۸۵

جبرئیل علیہ السلام کو اپنی زیارت کے لئے بار بار آنے کی خواہش کی تاکہ محبوبِ حقیقی کے پیغام کو دیکھ دیکھ کر دیدۂ و دل کو قرار حاصل ہوتا رہے۔ اس سے ائمہ نے یہ نکتہ اخذ کیا ہے کہ کسی صالح شخص کا اپنے نیک صالح دوستوں کو اپنی ملاقات وزیارت کے لئے بلانا بھی جائز و ثابت ہے۔

امام نووی نے اپنی کتاب المجموع میں مذکورہ حدیث سے استنباط کرتے ہوئے لکھا ہے:

ويستحبّ أن يطلب من صاحبه الصالح أن يزوره وأن يزوره أكثر من زيارته لحديث ابن عباس.(۱)

''یہ بات مستحب ہے کہ کوئی شخص اپنے صالح دوست سے اس بات کا تقاضا کرے کہ وہ جتنی بار اس کی زیارت و ملاقات کے لئے آتا ہے اس سے زیادہ مرتبہ آئے اور یہ بات حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ کی اس حدیث سے ثابت ہے۔''

(۲) اللہ تعالیٰ کی خاطر باہم زیارت کرنے والوں کا پہلا انعام

۱۔ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ میں نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے سنا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَجَبَتْ مَحَبَّتِي لِلْمُتَحَابِّينَ فِيَّ، وَالْمُتَجَالِسِينَ فِيَّ، وَالْمُتَزَاوِرِينَ فِيَّ، وَالْمُتَبَاذِلِينَ فِيَّ.(۲)

(۱) نووی، المجموع، ۴: ۵۱۸

(۲) ۱۔ مالك، الموطأ، ۲: ۹۵۳، رقم: ۱۷۱

۲۔ ابن حبان، الصحيح، ۲: ۳۳۵، رقم: ۵۷۵

۳۔ حاكم، المستدرك، ۴: ۱۸۶، رقم: ۷۳۱۴

اس حديث كو امام مالك نے اسناد صحيح كے ساتھ روايت كيا ہے نيز امام حاكم نے فرمايا ہے كہ يہ حديث صحيح ہے۔

’’میری محبت واجب ہو گئی: میری خاطر آپس میں محبت کرنے والوں، میری خاطر مجلسیں قائم کرنے والوں، میری خاطر ایک دوسرے کی زیارت کرنے والوں اور میری خاطر خرچ کرنے والوں کے لئے۔‘‘

۲۔ حضرت ادریس خولانی بیان کرتے ہیں کہ میں جامع مسجد دمشق میں داخل ہوا تو اچانک میں نے ایک خوبصورت چمکتے دانتوں والے نوجوان دیکھا جس کے ساتھ کچھ لوگ تھے (ایک روایت میں ہے: اس نوجوان کے ساتھ بیس صحابہ اور ایک روایت میں تیس صحابہ تھے) جب وہ کسی چیز میں اختلاف کرتے تو اس کی طرف متوجہ ہوتے اور اس کے اقوال سے مدد لیتے۔ میں نے اس نوجوان کے بارے میں پوچھا تو کہا گیا:

هَذَا مُعَاذُ بْنُ جَبَلٍ رضی الله عنه، فَلَمَّا كَانَ الْغَدُ هَجَّرْتُ، فَوَجَدْتُهُ قَدْ سَبَقَنِي بِالتَّهْجِيرِ، وَوَجَدْتُهُ يُصَلِّي، قَالَ: فَانْتَظَرْتُهُ حَتَّى قَضَى صَلَاتَهُ، ثُمَّ جِئْتُهُ مِنْ قِبَلِ وَجْهِهِ، فَسَلَّمْتُ عَلَيْهِ، ثُمَّ قُلْتُ: وَاللهِ إِنِّي لَأُحِبُّكَ لِلّٰهِ، فَقَالَ: أَاللهِ؟ فَقُلْتُ: أَاللهِ، فَقَالَ: أَاللهِ؟ فَقُلْتُ: أَاللهِ، فَقَالَ أَاللهِ؟ فَقُلْتُ: أَاللهِ، فَأَخَذَ بِحَبْوِ رِدَائِي. (وفي رواية: بِحَبْوَتِي رِدَائِي) فَجَذَبَنِي إِلَيْهِ، وَقَالَ: أَبْشِرْ فَإِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صلی الله عليه وآله وسلم يَقُولُ: قَالَ اللهُ تَبَارَكَ وَتَعَالَى: وَجَبَتْ مَحَبَّتِي لِلْمُتَحَابِّيْنَ فِيَّ، وَالْمُتَجَالِسِيْنَ فِيَّ، وَالْمُتَزَاوِرِيْنَ فِيَّ، وَالْمُتَبَاذِلِينَ فِيَّ.(۱)

’’یہ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ ہیں، جب اگلا دن ہوا تو میں جلدی سے مسجد پہنچا تو وہاں میں نے اس نوجوان کو خود سے پہلے پہنچا ہوا اور نماز پڑھتے ہوئے پایا۔ آپ کہتے ہیں: میں نے ان کا انتظار کیا یہاں تک کہ وہ نماز سے فارغ

(۱) ۱۔ مالك، الموطأ، ۲: ۹۵۳، رقم: ۱۷۱۱
۲۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۵: ۲۳۳، رقم: ۲۲۰۸۳
۳۔ ابن حبان، الصحيح، ۲: ۳۳۵، رقم: ۵۷۵

ہوئے۔ پھر میں نے سامنے سے ان کے پاس حاضر ہوکر انہیں سلام کیا، اور عرض کیا: خدا کی قسم! میں آپ سے اللہ تعالیٰ کے واسطے محبت کرتا ہوں۔ انہوں نے فرمایا: کیا واقعی اللہ تعالیٰ کے لیے؟ میں نے کہا: ہاں اللہ تعالیٰ کے لیے۔ انہوں نے پھر پوچھا: اللہ تعالیٰ کے لیے؟ میں نے کہا: ہاں اللہ تعالیٰ کے لیے۔ انہوں نے میری چادر کا کنارہ پکڑا (اور ایک روایت میں ہے میری چادر کے دونوں کنارے پکڑے) اور مجھے اپنی طرف کھینچ کر فرمایا: تمہیں خوشخبری ہو، میں نے حضور نبی اکرم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: میری خاطر محبت کرنے والوں، میری خاطر آپس میں بیٹھنے والوں، میری خاطر ایک دوسرے کی زیارت کرنے والوں اور میری خاطر ایک دوسرے پر خرچ کرنے والوں کے لیے، میری محبت واجب ہے۔''

(۳) اللہ تعالیٰ کی خاطر باہم زیارت کرنے والوں کا دوسرا انعام

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

إِنَّ فِي الْجَنَّةِ غُرُفًا تُرَى ظَوَاهِرُهَا مِنْ بَوَاطِنِهَا، وَبَوَاطِنُهَا مِنْ ظَوَاهِرِهَا أَعَدَّهَا اللهُ لِلْمُتَحَابِّينَ فِيهِ وَالْمُتَزَاوِرِينَ فِيهِ وَالْمُتَبَاذِلِينَ فِيهِ.(۱)

''جنت کے اندر کئی قیام گاہیں ایسی ہیں جن کی بیرونی زیب و زینت اندر سے اور اندرونی خوبصورتی باہر سے دیکھی جاسکتی ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کے لئے تیار فرمائے ہیں جو اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے ایک دوسرے سے محبت

(۱) ۱۔ طبرانی، المعجم الأوسط، ۳: ۱۹۳، رقم: ۳۹۰۳
۲۔ منذری، الترغیب والترھیب، ۳: ۲۴۸، رقم: ۳۸۹۶
۳۔ ہیثمی، مجمع الزوائد، ۱۰: ۲۷۸

رکھتے ہیں، اُسی کی خاطر ایک دوسرے کی زیارت کرتے ہیں اور اسی کی خوشنودی کے لئے ایک دوسرے پر خرچ کرتے ہیں۔‘‘

(۴) زیارتِ صالحین رضائے الٰہی کا سبب

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

أَنَّ رَجُلاً زَارَ أَخًا لَهُ فِي قَرْيَةٍ أُخْرٰی، فَأَرْصَدَ اللهُ لَهُ عَلَی مَدْرَجَتِهِ مَلَكًا، فَلَمَّا أَتَی عَلَيْهِ قَالَ: أَيْنَ تَرِيْدُ؟ قَالَ: أُرِيْدُ أَخًا لِي فِي هَذِهِ الْقَرْيَةِ، قَالَ: هَلْ لَکَ عَلَيْهِ مِنْ نِعْمَةٍ تَرُبُّهَا؟ قَالَ: لَا، غَيْرَ أَنِّي أَحْبَبْتُهُ فِي اللهِ عَزَّوَجَلَّ، قَالَ: فَإِنِّي رَسُوْلُ اللهِ بِأَنَّ اللهَ قَدْ أَحَبَّکَ کَمَا أَحْبَبْتَهُ فِيْهِ. (۱)

’’ایک شخص اپنے مسلمان بھائی سے ملنے کسی دوسرے گاؤں چلا گیا تو اللہ تعالیٰ نے اس کے راستہ میں ایک فرشتہ اس کے انتظار میں بٹھا دیا۔ جب وہ اس کے پاس سے گزرا تو فرشتہ نے پوچھا، تیرا ارادہ کہاں جانے کا ہے؟ اس نے جواب دیا: اس بستی میں میرا ایک بھائی ہے اس سے ملنے کا ارادہ ہے۔ فرشتہ نے پوچھا، کیا تم نے اس پر کوئی احسان کیا تھا جس کا بدلہ حاصل کرنے جا رہے ہو؟ اس نے کہا: نہیں بلکہ مجھے اس سے صرف اللہ تعالیٰ کے لئے محبت ہے۔ تب اس فرشتہ نے کہا: میں تمہارے پاس اللہ تعالیٰ کا یہ پیغام لایا ہوں کہ جس طرح تم اس شخص سے محض اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر محبت کرتے ہو اسی طرح اللہ

(۱) ۱۔ مسلم، الصحيح، كتاب البر والصلة، باب فی فضل الحب فی الله، ۴: ۱۹۸۸، رقم: ۲۵۶۷

۲۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۲: ۴۰۸، رقم: ۹۲۸۰

۳۔ ابن حبان، الصحيح، ۲: ۳۳۱، رقم: ۵۷۲

تعالیٰ بھی تم سے محبت کرتا ہے۔‘‘

امام نووی (م ۶۷۶ھ) لکھتے ہیں:

و فيه فضيلة زيارة الصّالحين و الأصحاب. (۱)

’’اس حدیثِ مبارکہ میں زیارتِ صالحین اور دوست احباب کی ملاقات کی فضیلت کا بیان ہے۔‘‘

۴۔ زیارتِ صالحین کے فیوض و برکات سے متعلق ائمہ کے اقوال

۱۔ ائمہِ احناف میں سے علامہ عبدالرحمٰن عمادی حنفی نے زیارتِ صالحین کو مقبولِ بارگاہ عمل قرار دیا ہے، لکھتے ہیں:

إن زيارة الصالحين من أقرب القربات وهي لاستمطار سحائب البركات ومن الأمور المجرّبات، وقد أمرنا بالتّعرّض للنفحات ولا شك أن مواطنهم من أكبر مظنات إجابة الدعوات. (۲)

’’بے شک صالحین کی زیارت بلند درجہ باعثِ ثواب عمل ہے اور یہ ان آزمودہ اعمال میں سے ہے جن کے ذریعہ برکات کی بارش ہوتی ہے۔ ہمیں (ان کی

---

(۱) نووی، شرح النووی علی صحیح مسلم، ۱۶: ۱۲۴

(۲) عمادی، الروضة الريا فيمن دفن بداريا، ۱:۵۵

یاد رہے کہ علامہ عمادی نے مذکورہ کتاب دمشق کی ایک بستی ”داریا“ میں مدفون صالحین کے بارے میں لکھی ہے اور بیان کیا ہے کہ کن کن مقبولِ بارگاہ ہستیوں کے یہاں مزارات ہیں۔ اسی بستی ”داریا“ کی نسبت سے علماء اپنے ناموں کے ساتھ دارانی لکھتے ہیں۔

برکات کے) عطیات کو حاصل کرنے کا حکم ہے اور اس میں کوئی شک نہیں کہ ان کی قیام گاہیں قبولیتِ دُعا کے لئے مجرب جگہیں تصور کی جاتی ہیں۔‘‘

۲۔ علامہ ابن الحاج الفاسی المالکی (م ۷۳۷ھ) نے اپنی مشہور تصنیف ’’المدخل‘‘ میں زیارتِ قبور کے احکام حُسنِ ترتیب کے ساتھ تفصیل سے لکھے ہیں۔ زیارتِ اولیاء و صالحین کے حوالے سے انہوں نے لکھا ہے:

وينبغي له أن لا يخلي نفسه من زيارة الأولياء والصّالحين الذين برؤيتهم تحي القلوب الميتة كما تحي الأرض بوابل المطر، فتنشرح بهم الصدور الصلبة، وتهون برؤيتهم الأمور الصعبة، إذ هم وقوف على باب الكريم المنّان، فلا يردّ قاصدهم ولا يخيب مجالسهم ولا معارفهم ولا محبهم. إذ هم باب الله المفتوح لعباده، ومن كان كذالک فتعين المبادرة إلى رؤيتهم، واغتنام بركتهم ولأنه برؤية بعض هؤلاء يحصل له من الفهم والحفظ وغيرهما ما قد يعجز الواصف عن وصفه، ولأجل هذا المعنى ترى كثيرًا ممن اتصف بما ذكر له البركة العظيمة فی علمه و فی حاله، فلا يخلی نفسه من هذا الخير العظيم لكن بشرط أن يكون محافظاً على اتّباع السّنّة فی ذلک كله. (۱)

’’متعلم کے لئے ضروری ہے کہ ان اولیاء و صالحین کی زیارت سے اپنے آپ کو علیحدہ نہ کرے جن کی زیارت سے مُردہ دل اس طرح زندہ ہوتے ہیں جس طرح زمین موسلا دھار بارش سے زندہ ہوتی ہے۔ ان کی زیارت سے پتھر دل نرم و کشادہ ہوتے ہیں۔ ان کی زیارت کی برکت سے مشکل اُمور آسان

(۱) ابن الحاج، المدخل، ۲: ۱۳۹

ہوجاتے ہیں کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ جو کریم اور منان ہے، کی بارگاہ میں حاضر رہتے ہیں۔ وہ ان کے ارادوں کو رد نہیں فرماتا اور ان کے ہم مجلس، ان کی پہچان رکھنے والوں اور ان سے محبت کرنے والوں کو ناکام و نامراد نہیں کرتا۔ اس لئے کہ وہ اللہ تعالیٰ کا بابِ رحمت ہیں جو اس کے بندوں کے لئے کھلا رہتا ہے۔ پس جو بندۂ خدا ایسی صفات سے متصف ہو اس کی زیارت اور اس کی برکت سے مستفیض ہونے کے لئے جلدی کرنی چاہیے کیونکہ ان میں بعض ہستیوں کی زیارت کرنے والے کو ایسا فہم، برکت اور حافظہ نصیب ہوتا ہے کہ بیان کرنے سے باہر ہے۔ اسی معنی کی بدولت آپ بہت سے ایسے لوگوں کو دیکھیں گے کہ ان کو علم و حال میں کثیر برکت ملی۔ اس نعمت کی قدر کرنے والا خود کو اس عظیم خیرو برکت سے علیحدہ نہیں کرتا لیکن شرط یہ ہے کہ وہ تمام اُمور میں سنت کا محافظ اور تابعِ شریعت ہو۔‘‘

۳۔ علامہ ابن الحاج نے امام ابوعبداللہ بن نعمان کی کتاب ’’سفینۃ النجاء لأھل الالتجاء‘‘ جس میں انہوں نے شیخ ابی النجار کی کرامات کا بیان کیا ہے، کے حوالے سے لکھا ہے:

أن زيارة قبور الصّالحين محبوبة لأجل التّبرّک مع الاعتبار فإن برکة الصّالحين جارية بعد مماتهم کما کانت فی حياتهم والدّعاء عند قبور الصّالحين والتشفع بهم معمول به عند علمائنا المحققين من أئمة الدين، انتهی.(۱)

’’حصولِ برکت کے لیے قبورِ صالحین کی زیارت مستحب عمل ہے کیونکہ صالحین کی برکات جس طرح ان کی زندگی میں فیض رساں ہوتی ہے اسی طرح ان کی

(۱) ابن الحاج، المدخل، ۲: ۲۵۵

موت کے بعد بھی جاری رہتی ہے اور صالحین کی قبروں کے پاس دعا کرنا اور ان سے شفاعت طلب کرنا ائمۂ دین اور علماءِ محققین کا معمول رہا ہے۔''

۴۔ اس عبارت کو نقل کرنے کے بعد علامہ ابن الحاج نے لکھا ہے:

من كانت له حاجة فليذهب إليهم وليتوسّل بهم بقوله عليه الصلاة والسلام (لا يشد الرحال إلا لثلاثة مساجد المسجد الحرام ومسجدي والمسجد الأقصى) انتهى. وقد قال الإمام الجليل أبو حامد الغزالى فى كتاب آداب السفر من كتاب الإحياء له ماهذا نصه. القسم الثاني: وهو أن يسافر لأجل العبادة، إما لجهاد أو حج إلى أن قال: ويدخل فى جملته زيارة قبور الأنبياء وقبور الصّحابة والتّابعين وسائر العلماء والأولياء وكل من يتبرّك بمشاهدته فى حياته يتبرّك بزيارته بعد وفاته. ويجوز شدّ الرحال لهذا الغرض ولا يمنع من هذا، قوله ﷺ: (لاتشدّ الرِحال إلا لثلاثة مساجد المسجد الحرام ومسجدي والمسجد الأقصى) لأن ذلک فى المساجد لأنها متماثلة بعد هذه المساجد وإلا فلا فرق بين زيارة الأنبياء، والأولياء، والعلماء فى أصل الفضل، وإن كان يتفاوت فى الدرجات تفاوتاً عظيماً بحسب اختلاف درجاتهم عند الله عزّوجلّ. الله تعالٰى أعلم.(۱)

''جس شخص کو کوئی حاجت درپیش ہو اسے چاہیے کہ وہ صالحین کی قبروں اور ان کے مقابر پر جائے اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ان کا وسیلہ پیش کرے۔ یہ اعتراض نہ کیا جائے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے: ''تین مسجدوں کے سوا

(۱) ابن الحاج، المدخل، ۲:۲۵۵، ۲۵۶

کسی طرف جانے کے لئے سامانِ سفر نہ باندھا جائے، مسجدِ حرام، میری مسجد اور مسجدِ اقصیٰ۔‘‘ جلیل القدر امام ابو حامد غزالی نے احیاء العلوم کے آدابِ سفر میں بیان کیا ہے: قسمِ ثانی: عبادت کے لیے سفر کیا جائے مثلاً جہاد اور حج کے لیے، اس کے بعد فرمایا: اسی میں انبیاء علیہم السلام، صحابہ، تابعین، تبع تابعین اور تمام علماء اور اولیاء اللہ کی زیارت کرنا بھی شامل ہے، ہر وہ شخص جس کی زندگی میں اس کی زیارت سے برکت حاصل کی جاتی ہے اس کی موت کے بعد بھی اس کی کی زیارت سے برکت حاصل کی جاتی ہے اور اس غرض کے لئے سفر کرنا بھی جائز ہے، حدیث مبارکہ کہ ’’ان تین مساجد کے سوا کسی اور مسجد کی زیارت کے لیے سامانِ سفر نہ باندھا جائے‘‘ میں اس سفر کی ممانعت نہیں، کیونکہ یہ حکم زیادہ ثواب حاصل کرنے کی نیت سے ان ہی مساجد کی طرف سفر کرنے سے متعلق ہے ان تینوں مساجد کے علاوہ دیگر تمام مسجدیں ثواب میں برابر ہیں۔ اگر ہر سفر کو ناجائز قرار دیا جائے تو انبیاء علیہم السلام، اولیاء اللہ اور علماء کی زیارت میں اصلاً کوئی فضیلت باقی نہیں رہے گی اگرچہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ان کے مقام و مرتبہ میں ان کے درجات کے مطابق بہت بڑا فرق ہے۔‘‘

۵۔ مقاماتِ مقدّسہ کی زیارات کے لئے سفرِ عمل مشروع ہے

علامہ ابن الحاج ہی نے انبیاء علیہم السلام کی قبورِ مقدّسہ کی زیارت کا بھی طریقہ بیان کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

وأما عظيم جناب الأنبياء والرّسل صلوات الله وسلامه عليهم أجمعين، فيأتي إليهم الزائر ويتعين عليه قصدهم من الأماكن البعيدة، فإذا جاء إليهم فليتصف بالذل، والانكسار، والمسكنة، والفقر، والفاقة، والحاجة، والاضطرار، والخضوع، ويحضر

قلبه، وخاطره إليهم، وإلى مشاهدتهم بعين قلبه، لا بعين بصره، لأنهم لا يبلون ولا يتغيرون، ثم يثني على الله تعالٰى بما هو أهله، ثم يصلي عليهم ويترضى عن أصحابهم، ثم يترحم على التّابعين لهم بإحسان إلى يوم الدين، ثم يتوسّل إلى الله تعالٰى بهم في قضاء مآربه، ومغفرة ذنوبه، ويسغيث بهم، ويطلب حوائجه منهم، ويجزم بالإجابة ببركتهم، ويقوي حسن ظنّه في ذلک فإنهم باب الله المفتوح. وجرت سنته سبحانه وتعالٰى في قضاء الحوائج على أيديهم، وبسببهم، ومن عجز عن الوصول إليهم فليرسل بالسّلام عليهم ويذكر ما يحتاج إليه من حوائجه ومغفرة ذنوبه، وستر عيوبه إلى غير ذلک، فإنهم السادة الكرام، والكرام لا يردّون من سألهم، ولا من توسّل بهم، ولا من قصدهم، ولا من لجأ إليهم.(۱)

’’جہاں تک انبیاء و رُسل کرام علیہم السلام کی عظیم بارگاہوں میں حاضری کا تعلق ہے تو ان عظیم مقاماتِ مقدّسہ کے آداب یہ ہیں کہ زائر مسافتِ بعیدہ سے ان کی زیارت کا ارادہ کرکے چلے۔ جب وہ ان کے مزار پر پہنچے تو انتہائی عاجزی وانکساری، فقر و فاقہ اور نہایت خضوع وخشوع کے ساتھ آئے۔ حضورِ قلب کے ساتھ حاضر ہو، ان کا سر کی آنکھ سے مشاہدہ نہ کرے بلکہ دل کی آنکھ سے انہیں دیکھے کیونکہ ان کے مبارک اجسام بوسیدہ ہوتے ہیں نہ متغیر۔ پھر اللہ تعالیٰ کی ایسی ثناء کرے جو اس کی شان کے لائق ہے۔ پھر اُن (انبیاء علیہم السلام) پر صلوات بھیجے اور ان کے اصحاب سے راضی ہو، پھر قیامت تک ان کے تمام تابعین کے لیے

(۱) ابن الحاج، المدخل، ۲: ۲۵۸

رحمت کی دعا کرے، پھر اپنی حاجات کی تکمیل اور اپنے گناہوں کی مغفرت کے لیے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ان کا وسیلہ پیش کرے، اُن سے شفاعت طلب کرے، اپنی حاجات ان پر پیش کرے اور ان کی برکت سے دعا کی قبولیت پر یقین رکھے۔ اس باب میں اپنا حسنِ ظن قوی رکھے کیونکہ انبیاء علیہم السلام (رحمتِ) باری تعالیٰ کا کھلا ہوا دروازہ ہیں اور یہ ہمیشہ سنتِ الٰہیہ ہے کہ وہ اپنے نبیوں کے ہاتھوں سے اور ان کے واسطے اور سبب سے اپنے بندوں کی حاجات کو پورا فرماتا ہے۔ جو شخص انبیاء علیہم السلام کے مزاراتِ مقدّسہ تک نہ پہنچ سکے وہ ان کی بارگاہ میں سلام بھیجے اور اپنی حاجات اور اپنے گناہوں کی مغفرت اور اپنے عیوب کی پردہ پوشی کے لیے ان سے شفاعت کی درخواست کرے کیونکہ وہ صاحبِ کرم بزرگ ہستیاں ہیں اور جو شخص کریموں سے سوال کرتا ہے یا ان کی پناہ میں آتا ہے یا ان کا ارادہ کرتا ہے یا ان کا وسیلہ پیش کرتا ہے وہ اس کی درخواست کو مسترد نہیں کرتے۔‘‘

قرونِ اولیٰ سے لے کر آج تک جمہور امتِ مسلمہ کا یہی معمول رہا ہے کہ وہ صالحین کی زیارت کو جاتے ہیں اور اگر وہ وصال فرما گئے ہوں تو پھر ان کے مزارات پر فیوضات کے حصول کے لئے حاضر ہوتے ہیں۔ آج تک کسی نے اس عملِ صالح کو ناجائز و حرام قرار نہیں دیا کیونکہ یہ عمل اصلاً مشروع ہے، نسبتِ نبوی ﷺ سے ثابت ہے، اکابر ائمہ اور بزرگانِ دین کا معمول ہے۔ ائمہِ حدیث نے بھی اس کی فضیلت کو بیان کیا ہے۔

۶۔ متبرک مقامات کی زیارت ائمۂ دین کا پسندیدہ معمول

قرآن وحدیث کے مطابق انبیائے کرام اور اولیائے عظام کے مبارک مزارات اور بارگاہیں ایسے متبرک مقامات ہیں جہاں پر ہر وقت اللہ تعالیٰ کی رحمت برستی ہے، لہٰذا یہاں دعا کی قبولیت بھی جلدی ہوتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اسلاف اپنی گوناگوں مصروفیات میں سے وقت نکال کر ایسے متبرک ومقدّس مقامات کی زیارت کے لئے حاضر ہوتے۔ ائمہ مؤرخین اور اہلِ سیر نے علماء کے پسندیدہ اور صالح معمولات کے بیان کو اپنی کتب کی زینت بنایا

ہے۔ جس سے اس امر کی نشاندہی ہوتی ہے کہ اسلاف، صالحین کی زیارت کو ہمیشہ سے ایک پسندیدہ اور مقبول بارگاہ عمل سمجھتے رہے۔ چند ایک معمولات درج ذیل ہیں۔

۱۔ حضور نبی اکرم ﷺ کے چچا حضرت حمزہ بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کی قبر مبارک کی زیارت اور اس سے حصولِ برکت ثابت ہے۔(۱)

۲۔ امام شافعیؒ کا امامِ اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کی قبر مبارک کی زیارت اور اس سے حصول برکت ثابت ہے۔(۲)

۳۔ امام احمد بن حنبلؒ کا محمد بن یوسف الفریابی کی زیارت کے لئے سفر کر کے ملک شام جانا ثابت ہے۔(۳)

۴۔ مشہور محدّث امام ابنِ حبان (م ۳۵۴ھ) کا حضرت امام موسیٰ رضا رضی اللہ عنہ کے مزار مبارک پر حاضری دے کر اللہ تعالیٰ سے اپنی مشکل دور کرنے کی دعا کرنا ثابت ہے۔(۴)

۵۔ امیر المؤمنین فی الحدیث اور سید المحدّثین امام محمد بن اسماعیل بخاری (۲۵۶ھ) کی قبر مبارک پر سمرقند کے لوگوں کا حاضر ہوکر ان کی برکت سے بارش طلب کرنا ثابت ہے۔(۵)

---

(۱) شمس الدين سخاوی، التحفة اللطيفة في تاريخ المدينة الشريفة، ۱: ۳۰۷

(۲) ۱۔ خطيب بغدادی، تاريخ بغداد، ۱: ۱۲۳

۲۔ ابن حجر هيتمی، الخيرات الحسان فی مناقب الإمام الأعظم: ۹۴

۳۔ ابن عابدين شامی، رد المحتار علی الدر المختار، ۱: ۴۱

(۳) ابنِ مفلح، المقصد الأرشد، ۱: ۱۹۳

(۴) ابن حبان، کتاب الثقات، ۸: ۴۵۷، رقم: ۱۴۴۱۱

(۵) ذهبی، سير أعلام النبلاء، ۱۲: ۴۶۹

۶۔ حضرت بشر حافیؒ کی زیارت کے لئے اکابر مشائخ کا حاضر ہونا ثابت ہے۔ (۱)

ہم نے بطورِ ثبوت چند ایک واقعات کا ذکر کردیا، اگر کتبِ تواریخ اور اسماء الرجال کا عمیق نظر سے مطالعہ کیا جائے تو بیسیوں ایسے واقعات ہیں جن میں ائمۂ دین کا معمول بتایا گیا ہے کہ وہ اکابر صالحین کی زیارت کے لئے جایا کرتے تھے۔ اکابر ائمہ اور اسلاف نے کبھی بھی اس عمل کو خلافِ شریعت قرار نہیں دیا۔

شرط یہ ہے کہ جس ہستی کی زیارت کی جائے وہ صالح ہو اور اس زیارت سے زائر کا مقصد بھی حصولِ رضائے الٰہی ہو۔ احادیثِ صحیحہ سے ثابت ہے کہ محض رضائے الٰہی کی خاطر ملاقات و زیارت اور باہم محبت و الفت کرنا باعثِ اَجر و ثواب ہے۔ اس کے باوجود اگر کوئی اُمت کے اس عمل کو ناجائز قرار دے تو اس کا معنی یہ ہوگا کہ وہ خود قرآن و سنت کی تعلیمات سے آگاہ نہیں۔

(۱) خطیب بغدادی، تاریخ بغداد، ۱۲: ۳۸۱

فصل ششم

زیارتِ قبور کا شرعی تصوّر

www.MinhajBooks.com

قرآن و احادیث کی تعلیمات کا نچوڑ یہ ہے کہ اصل کامیابی اخروی فوز و فلاح ہے۔ انسان مکمل شعور اور احساس کے ساتھ ایسے اعمالِ صالحہ انجام دے جس سے رضائے الٰہی نصیب ہو۔ حضور نبی اکرم ﷺ کا کامل مطیع و متبع ہو اور آپ ﷺ کے عطا کردہ نمونۂ اخلاق کی جھلک اپنے اندر پیدا کرے۔ اس مقصد کے حصول کے لئے اسلام نے کئی ذرائع اختیار کرنے کا حکم دیا ہے۔ خود احتسابی، حسنِ عمل اور تذکیرِ آخرت جیسے اوصاف پیدا کرنے کا ایک آزمودہ اور مؤثر ذریعہ موت اور آخرت کے احوال و آثار کا ذہنی استحضار بھی ہے۔

آخرت کی یاد سے دنیوی زندگی کی بے ثباتی اور ناپائیداری کا احساس ہوتا ہے اور آخرت کی حقیقی زندگی کے لئے حسنِ عمل کا جذبہ اور رغبت پیدا ہوتی ہے۔ یادِ آخرت کا اہم ذریعہ **زیارتِ قبور** ہے۔ شہرِ خاموشاں میں جا کر ہی بدرجۂ اتم یہ احساس ہوتا ہے کہ موت کتنی بڑی حقیقت ہے جس کا مزہ ہر شخص چکھے گا۔ ابتدائے آفرینش سے آج تک یہ سلسلہ جاری ہے اور تا قیامت جاری رہے گا۔ جلیل القدر انبیاء علیھم السلام مبعوث ہوئے اور باری باری موت کا مزہ چکھتے رہے۔ اسی طرح بزعمِ خویش خدائی کا دعویٰ کرنے والے بھی آئے، دارا و سکندر جیسے بادشاہ بھی گزرے لیکن موت کی آہنی گرفت سے کوئی بھی بچ نہ سکا۔ اگر اتنے نامور لوگوں کو بھی موت نے نہ چھوڑا تو ہم اور تم اس کے تصرف سے کیسے چھوٹ سکتے ہیں۔

زہد و ورع اور تذکیرِ آخرت کے لیے زیارتِ قبور ایک بہترین عمل ہے۔ بعض لوگ عام مسلمانوں کو زیارتِ قبور سے منع کرتے اور وہاں فاتحہ کے لیے جانے والوں پر بھی شرک اور قبر پرستی کا الزام لگا کر انہیں دائرہ اسلام سے خارج قرار دیتے ہیں۔ ہم سمجھتے ہیں کہ یہ ایک انتہائی مؤقف ہے۔ قرآن و حدیث میں اس شدت پسندی کا کوئی ثبوت نہیں

ملتا۔ صحیح احادیثِ مبارکہ سے ثابت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ خود قبورِ شہداء پر تشریف لے جاتے تھے اور آپ ﷺ کے بعد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا بھی یہی معمول تھا۔ لہٰذا یہ عمل قطعاً منافیٔ توحید اور شرک نہیں۔ زیرِ نظر باب میں زیارتِ قبور کے حوالے سے ہی مختلف پہلوؤں پر بحث کی جائے گی۔

۱۔ احادیثِ مبارکہ میں زیارتِ قبور کا حکم

ابتدائے اسلام میں جب لوگ تازہ تازہ کفر و شرک کے اندھیروں سے نکل کر اسلام کے دامنِ رحمت میں آئے تو چونکہ بت پرستی اور قبروں کو سجدہ گاہ بنانے کا زمانہ قریب تھا اس لیے حضور نبی اکرم ﷺ نے ابتدائی زمانہ میں کچھ عرصہ کے لیے مسلمانوں کو قبروں پر جانے سے منع فرمایا، لیکن جب اسلام مستحکم اور مسلمانوں کے دلوں میں خوب راسخ اور پختہ ہوگیا تو آپ ﷺ نے اپنے تشریعی اختیارات کی بناء پر حکمِ ممانعت کو منسوخ قرار دیا اور افرادِ امت کو زیارتِ قبور کا حکم دیا اور مختلف پہلوؤں سے اس کی ترغیب دلائی۔ ذیل میں اسی حوالے سے چند احادیثِ مبارکہ کا ذکر کیا جا رہا ہے۔

(۱) زیارتِ قبور موت کی یاد دلاتی ہے

۱۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

فَزُوْرُوا الْقُبُوْرَ فَإِنَّهَا تُذَكِّرُ الْمَوْتَ.(۱)

’’پس اب تم قبروں کی زیارت کیا کرو کیونکہ یہ موت کی یاد دلاتی ہے۔‘‘

(۱) ۱۔ مسلم، الصحیح، کتاب الجنائز، باب استئذان النبی ﷺ ربه عزوجل في زيارة قبر أمه، ۲: ۶۷۱، رقم: ۹۷۶

۲۔ حاكم، المستدرك، ۱: ۵۳۱، رقم: ۱۳۹۰

۳۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۲: ۴۴۱، رقم: ۹۶۸۶

۲۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

نَهَيْتُكُمْ عَنْ زِيَارَةِ الْقُبُوْرِ فَزُوْرُوْهَا فَإِنَّهَا تُذَكِّرُكُمُ الْمَوْتَ.(۱)

’’میں نے تمہیں زیارتِ قبور سے منع کیا تھا اب تم اُن کی زیارت کیا کرو کیونکہ وہ تمہیں موت کی یاد دلاتی ہے۔‘‘

(۲) زیارتِ قبور آخرت کی یاد دلاتی ہے

۱۔ حضرت بریدہ بن حُصَیب اَسلَمی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

قَدْ كُنْتُ نَهَيْتُكُمْ عَنْ زِيَارَةِ الْقُبُوْرِ، فَقَدْ أُذِنَ لِمُحَمَّدٍ فِي زِيَارَةِ قَبْرِ أُمِّهِ، فَزُوْرُوْهَا فَإِنَّهَا تُذَكِّرُ الْآخِرَةَ.

قَالَ: وَ فِي الْبَاب عن أبي سعيد، وابن مسعود، وأنس، وأبي هريرة، وأم سلمة رضی اللہ عنہم.

قال أبو عيسى: حديث بريدة، حديثٌ حسنٌ صَحِيْحٌ، والعمل على هذا عند أهل العلم، لا يرون بزيارة القبور بأسا، وهو قول ابن المبارك، والشافعي، وأحمد، وإسحاق.(۲)

’’میں نے تمہیں زیارتِ قبور سے منع کیا تھا، بلاشبہ اب محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو اپنی والدہ

(۱) حاکم، المستدرک، ۱: ۵۳۱، رقم: ۱۳۸۸

(۲) ۱۔ ترمذی، السنن، کتاب الجنائز، باب ما جاء فی الرخصۃ فی زیارۃ القبور، ۳: ۳۷۰، رقم: ۱۰۵۴

۲۔ بیہقی، السنن الکبریٰ، ۸: ۳۱۱، رقم: ۱۷۲۶۳

۳۔ أبو نعیم الأصبہانی، مسند أبی حنیفۃ، ۱: ۱۴۶

محترمہ کی قبر کی زیارت کرنے کی اجازت دے دی گئی ہے پس تم بھی قبروں کی زیارت کیا کرو کیونکہ یہ آخرت کی یاد دلاتی ہے۔‘‘

’’امام ترمذی مزید فرماتے ہیں: زیارتِ قبور کے باب میں حضرت ابوسعید، حضرت ابومسعود، حضرت انس، حضرت ابوہریرہ اور ام المؤمنین حضرت اُمِ سلمہ رضی اللہ عنہم سے بھی اسی نوعیت کی احادیثِ مبارکہ مروی ہیں، حدیثِ بریدہ حسن صحیح ہے۔ علماء کا اس پر عمل ہے اور وہ زیارتِ قبور میں کچھ حرج نہیں سمجھتے، امام ابن مبارک، امام شافعی، امام احمد اور امام اسحٰق رحمھم اللہ بھی اسی بات کے قائل ہیں۔‘‘

علامہ عینی نے شرح صحیح بخاری میں لکھا ہے:

(وفی التوضیح:) حديث بريدة صريح في نسخ نهي زيارة القبور، والظاهر أن الشعبي والنخعي لم يبلغهما أحاديث الإباحة. وكان الشارع يأتي قبور الشهداء عند رأس الحول فيقول: السلام عليكم بما صبرتم فنعم عقبى الدار. وكان أبوبكر، وعمر، وعثمان رضی اللہ عنہم يفعلون ذلک. وزار الشارع قبر أمه يوم الفتح في ألف مقنع، ذكره ابن أبي الدنيا.(1)

’’توضیح میں لکھا ہے کہ حدیثِ بریدہ رضی اللہ عنہ زیارتِ قبور کی ممانعت کے حکم کے منسوخ ہونے پر واضح دلیل ہے۔ امام شعبی اور نخعی تک زیارتِ قبور پر جواز والی احادیث نہ پہنچی تھیں۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا معمول تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہر سال شہداء کی قبروں پر تشریف لے جاتے تھے پھر ان الفاظ کے ساتھ سلام کہتے ’’تم پر سلامتی ہو تمہارے صبر کے بدلے پس تمہارے لئے بہترین عاقبت ہے۔‘‘ حضرت ابو بکر صدیق، حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم بھی ایسا ہی کیا کرتے

(۱) عینی، عمدۃ القاری، ۸: ۷۰

تھے۔ شارع ﷺ نے فتح مکہ کے دن ایک ہزار مسلح افراد کے ساتھ اپنی والدہ محترمہ کی قبر کی زیارت کی۔ اس حدیث کو ابنِ ابی دنیا نے ذکر کیا ہے۔‘‘

۲۔ سنن أبی داؤد میں حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے یہ روایت قدرے مختلف الفاظ کے ساتھ مروی ہے جس میں آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

نَهَيْتُكُمْ عَنْ ثَلَاثٍ وَأَنَا اٰمُرُكُمْ بِهِنَّ. نَهَيْتُكُمْ عَنْ زِيَارَةِ الْقُبُوْرِ فَزُوْرُوْهَا فَإِنَّ فِي زِيَارَتِهَا تَذْكِرَةً، وَنَهَيْتُكُمْ عَنِ الْأَشْرِبَةِ أَنْ تَشْرَبُوْا إِلَّا فِي ظُرُوْفِ الْأَدَمِ فَاشْرَبُوْا فِي كُلِّ وِعَاءٍ غَيْرَ اَنْ لَّا تَشْرَبُوْا مُسْكِرًا، وَنَهَيْتُكُمْ عَنْ لُحُوْمِ الْأَضَاحِيِّ اَنْ تَأْكُلُوْهَا بَعْدَ ثَلَاثٍ فَكُلُوْا وَاسْتَمْتِعُوْا بِهَا فِي أَسْفَارِكُمْ.(۱)

’’میں نے تمہیں تین کاموں سے منع کیا تھا لیکن اب ان کے کرنے کا تمہیں حکم دیتا ہوں۔ میں نے تمہیں زیارتِ قبور سے منع کیا تھا لیکن اب ان کی زیارت کر لیا کرو کیونکہ اس میں نصیحت ہے (اور یہ آخرت کی یاد دلاتی ہے)۔ میں نے تمہیں چمڑے کے سوا دوسرے برتنوں میں نبیذ پینے سے منع کیا تھا اب ہر برتن میں پی لیا کرو، ہاں! نشہ لانے والی چیز نہ پیا کرو، اور میں نے تمہیں قربانی کا گوشت تین دن کے بعد کھانے سے منع کیا تھا لیکن اب کھا لیا کرو اور اپنے سفر میں اس سے فائدہ اٹھایا کرو۔‘‘

(۱) ۱۔ أبو داؤد، السنن، کتاب الأشربة، باب فی الأوعية، ۳: ۳۳۲، رقم: ۳۶۹۸

۲۔ نسائی، السنن، کتاب الأشربة، باب الإذن فی شیء منها، ۷: ۲۳۴، رقم: ۴۴۳۰

۳۔ بیہقی، السنن الکبریٰ، ۹: ۲۹۲

(۳) زیارتِ قبور عملِ صالح ہے

جن جلیل القدر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے زیارتِ قبور کی روایات بیان کی ہیں ان سے یہ بھی مروی ہے کہ زیارتِ قبور سے نیکیوں میں اضافہ ہوتا ہے۔ جو عمل نیکیوں میں اضافہ کا باعث ہو وہ یقیناً عملِ صالح اور شرعًا مستحب و مستحسن ہے۔

۱۔ حضرت بریدہ اسلمی رضی اللہ عنہ سے ایک اور حدیث مروی ہے، حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

إِنِّي كُنْتُ نَهَيْتُكُمْ عَنْ ثَلَاثٍ عَنْ زِيَارَةِ الْقُبُوْرِ فَزُوْرُوْهَا وَلْتَزِدْكُمْ زِيَارَتُهَا خَيْرًا ...... الحديث. (۱)

''میں نے تمہیں تین باتوں سے منع کیا تھا۔ اِن میں سے ایک قبروں کی زیارت تھی، اب تم قبروں کی زیارت کیا کرو، ان کی زیارت سے تمہاری نیکیوں میں اضافہ ہوگا۔''

۲۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

إِنِّي كُنْتُ نَهَيْتُكُمْ عَنْ زِيَارَةِ الْقُبُوْرِ فَمَنْ شَاءَ أَنْ يَزُوْرَ قَبْرًا فَلْيَزُرْهُ فَإِنَّهُ يَرِقُّ الْقَلْبَ وَيُدمِعُ الْعَيْنَ وَيُذَكِّرُ الْآخِرَةَ. (۲)

(۱) ۱۔ نسائی، السنن، کتاب الضحایا، باب الإذن فی ذلک، ۷: ۲۳۴، رقم: ۴۴۲۹

۲۔ حاکم، المستدرک، ۱: ۵۳۲، رقم: ۱۳۹۱

۳۔ ابن حبان، الصحیح، ۱۲: ۲۱۲، رقم: ۵۳۹۰

۴۔ أبو عوانۃ، المسند، ۵: ۸۴، رقم: ۷۸۸۲

۵۔ بیہقی، السنن الکبری، ۴: ۷۶، رقم: ۶۹۸۶

(۲) حاکم، المستدرک، ۱: ۵۳۲، رقم: ۱۳۹۴

’’یقیناً میں نے تمہیں زیارت قبور سے منع کیا تھا اب جو بھی قبر کی زیارت کرنا چاہے اسے زیارت کرنے کی اجازت ہے کیونکہ قبر کی زیارت دل کو نرم کرتی، آنکھوں سے (خشیتِ الٰہی میں) آنسو بہاتی اور آخرت کی یاد دلاتی ہے۔‘‘

(۴) زیارتِ قبور باعثِ عبرت ہے

۱۔ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

نَهَيْتُكُمْ عَنْ زِيَارَةِ الْقُبُوْرِ، فَزُوْرُوْهَا فَإِنَّ فِيْهَا عِبْرَةً. (۱)

’’میں نے تمہیں زیارتِ قبور سے منع کیا تھا اب تم قبروں کی زیارت کیا کرو کیونکہ اس میں نصیحت اور عبرت ہے۔‘‘

۲۔ ام المؤمنین حضرت امِ سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

نَهَيْتُكُمْ عَنْ زِيَارَةِ الْقُبُوْرِ، فَزُوْرُوْهَا فَإِنَّ لَكُمْ فِيْهَا عِبْرَةً. (۲)

’’میں نے تمہیں زیارتِ قبور سے منع کیا تھا پس اب تم زیارت کیا کرو بے شک اس میں تمہارے لئے نصیحت ہے۔‘‘

۳۔ ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

زُوْرُوْا إِخْوَانَكُمْ وَسَلِّمُوْا عَلَيْهِمْ، وَصَلُّوا عَلَيْهِمْ، فَإِنَّ لَكُمْ

(۱) ۱۔ حاكم، المستدرك، ۱: ۵۳۰، رقم: ۱۳۸۶
۲۔ بيهقي، السنن الكبرىٰ، ۴: ۷۷، رقم: ۶۹۸۸
۳۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۳: ۳۸، رقم: ۱۱۳۴۷
(۲) طبراني، المعجم الكبير، ۲۳: ۲۷۸، رقم: ۶۰۲

فِيهِمْ عِبْرَةً.(۱)

''اپنے (فوت شدہ) بھائیوں کی زیارت کیا کرو انہیں سلام کہا کرو اور ان پر رحمت بھیجا کرو بے شک ان کی زیارت میں تمہارے لئے عبرت ہے۔''

(۵) زیارتِ قبور دنیا سے بے رغبتی کا باعث ہے

دنیا سے بے رغبتی اس بات کی علامت ہوتی ہے کہ بندہ دو عالم سے کٹ کر اللہ تعالیٰ کا ہوگیا ہے۔ دنیا میں دل لگانے سے فکرِ آخرت کمزور ہوتی ہے اور بعض اوقات دنیا کی محبت انسان کے ایمان کی دشمن بھی بن جاتی ہے۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے جن اعمال کو اس سلسلے میں انسان کے لئے مفید پایا ان میں ایک زیارتِ قبور ہے اسی لئے درج ذیل فرمودات میں اس کا حکم دیا اور ترغیب دی۔

۱۔ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

كُنْتُ نَهَيْتُكُمْ عَنْ زِيَارَةِ الْقُبُوْرِ، فَزُوْرُوْهَا فَإِنَّهَا تُزَهِّدُ فِي الدُّنْيَا وَتُذَكِّرُ الْاٰخِرَةَ.(۲)

''میں نے تمہیں زیارتِ قبور سے منع کیا تھا اب تم ان کی زیارت کیا کرو کیونکہ یہ دنیا سے بے رغبت کرتی اور آخرت کی یاد دلاتی ہے۔''

۲۔ سنن دارقطنی میں حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے ان الفاظ کے ساتھ

---

(۱) دیلمی، مسند الفردوس، ۲: ۲۹۴، رقم: ۳۳۴۱

(۲) ۱۔ ابن ماجه، السنن، کتاب الجنائز، باب ما جاء فی زیارة القبور، ۱: ۵۰۱، رقم: ۱۵۷۱

۲۔ ابن حبان، الصحیح، ۳: ۲۶۱، رقم: ۹۸۱

۳۔ حاکم، المستدرك، ۱: ۵۳۱، رقم: ۱۳۸۷

حدیث مروی ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

أَلَا إِنِّي كُنْتُ نَهَيْتُكُمْ عَنْ زِيَارَةِ الْقُبُوْرِ فَزُوْرُوْهَا تُذَكِّرُكُمْ آخِرَتَكُمْ.(۱)

’’آگاہ رہو! بے شک میں نے تمہیں زیارتِ قبور سے منع کیا تھا اب تم قبروں کی زیارت کیا کرو، یہ تمہیں تمہاری آخرت یاد دلائے گی۔‘‘

۳۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

نَهٰى رَسُوْلُ اللهِ ﷺ عَنْ زِيَارَةِ الْقُبُوْرِ. ثُمَّ قَالَ: إِنِّي كُنْتُ نَهَيْتُكُمْ عَنْ زِيَارَةِ الْقُبُوْرِ، فَزُوْرُوْهَا تُذَكِّرُكُمُ الْاٰخِرَةَ.(۲)

’’حضور نبی اکرم ﷺ نے پہلے زیارتِ قبور سے منع فرمایا، پھر بعد ازاں آپ ﷺ نے فرمایا: میں نے تمہیں زیارتِ قبور سے منع کیا تھا اب تم ان کی زیارت کیا کرو کیونکہ یہ تمہیں آخرت کی یاد دلائے گی۔‘‘

۲۔ زیارتِ قبور کا نبوی معمول

حضور ﷺ کا اپنا معمول مبارک تھا کہ آپ بقیع کے قبرستان میں تشریف لے جاتے، اہلِ قبور کو سلام کہتے، ان کے لئے مغفرت کی دعا فرماتے اور اپنے صحابہ کو بھی اس کی تلقین کرتے۔ ذیل میں چند احادیثِ مبارکہ ملاحظہ کریں۔

۱۔ ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

---

(۱) دار قطنی، السنن، ۴: ۲۵۹، رقم: ۶۹

(۲) ۱۔ ابن أبي شيبة، المصنف، ۳: ۲۹، رقم: ۱۱۸۰۶

۲۔ أبو يعلى، المسند، ۱: ۲۴۰، رقم: ۲۷۸

۳۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۱: ۱۴۵، رقم: ۱۲۳۵

كَانَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ (كُلَّمَا كَانَ لَيْلَتُهَا مِنْ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ) يَخْرُجُ مِنْ آخِرِ اللَّيْلِ إِلَى الْبَقِيْعِ، فَيَقُوْلُ: اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ دَارَ قَوْمٍ مُؤْمِنِيْنَ، وَأَتَاكُمْ مَا تُوعَدُونَ، غَداً مُؤَجَّلُونَ، وَإِنَّا إِنْ شَاءَ اللهُ بِكُمْ لَاحِقُوْنَ. اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِأَهْلِ بَقِيْعِ الْغَرْقَدِ.(۱)

’’جب حضور نبی اکرم ﷺ میرے ہاں قیام فرما ہوتے تو (اکثر) آپ ﷺ رات کے آخری حصہ میں بقیع کے قبرستان میں تشریف لے جاتے اور (اہلِ قبرستان سے خطاب کرکے) فرماتے: اے مومن گھر والوں! تم پر سلام ہو، جس چیز کا تم سے وعدہ کیا گیا ہے وہ تمہارے پاس آ گئی تم بہت جلد اسے حاصل کرو گے اور اگر اللہ تعالیٰ نے چاہا تو ہم بھی تم سے ملنے والے ہیں۔ اے اللہ! بقیعِ غرقد والوں کی مغفرت فرما۔‘‘

۲۔ حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، حضور نبی اکرم ﷺ انہیں سکھایا کرتے تھے کہ جب وہ قبور کی زیارت کے لئے جائیں تو کہیں:

اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ أَهْلَ الدِّيَارِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُسْلِمِيْنَ. وَإِنَّا إِنْ شَاءَ اللهُ، بِكُمْ لَلَاحِقُوْنَ. أَسْأَلُ اللهَ لَنَا وَلَكُمُ الْعَافِيَةَ.(۲)

(۱) ۱۔ مسلم، الصحيح، كتاب الجنائز، باب ما يقال عند دخول القبور والدعاء لأهلها، ۲: ۶۶۹، رقم: ۹۷۴
۲۔ نسائی، السنن، كتاب الجنائز، باب الأمر بالاستغفار للمؤمنين، ۴: ۹۳، رقم: ۲۰۳۹
۳۔ أبويعلى، المسند، ۸: ۱۹۹، رقم: ۴۷۵۸

(۲) ۱۔ مسلم، الصحيح، كتاب الجنائز، باب ما يقال عند دخول القبور والدعاء لأهلها، ۲: ۶۷۱، رقم: ۹۷۵
۲۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۵: ۳۵۳، رقم: ۲۳۰۳۵
۳۔ رويانی، المسند، ۱: ۶۷، رقم: ۱۵

’’اے اہل دیارِ مومنین و مسلمین! تم پر سلامتی ہو اور اِن شاء اللہ ہم بھی ضرور بالضرور تم سے ملنے والے ہیں، ہم اللہ تعالیٰ سے اپنے لئے اور تمہارے لئے عافیت کے طلب گار ہیں۔‘‘

۳۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں کہ میں نے حضور نبی اکرم ﷺ سے عرض کیا: یا رسول اللہ! میں زیارتِ قبور کے وقت اہلِ قبور سے کس طرح مخاطب ہوا کروں؟ آپ ﷺ نے فرمایا:

قُولِي: اَلسَّلَامُ عَلَى أَهْلِ الدِّيَارِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُسْلِمِيْنَ، وَيَرْحَمُ اللهُ الْمُسْتَقْدِمِيْنَ مِنَّا وَالْمُسْتَأْخِرِيْنَ، وَإِنَّا إِنْ شَاءَ اللهُ بِكُمْ لَلَاحِقُوْنَ. (۱)

’’تم کہا کرو، اے اِس دیار (قبرستان) کے مومنین و مسلمین! تم پر سلامتی ہو، اللہ تعالیٰ ہمارے اگلے اور پچھلے لوگوں پر رحم فرمائے اور اگر اللہ نے چاہا تو ہم بھی تمہیں ضرور ملنے والے ہیں۔‘‘

۴۔ حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ مدینہ منورہ کے قبرستان سے گزرے تو قبور کی طرف متوجہ ہوکر فرمایا:

اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ يَا أَهْلَ الْقُبُوْرِ يَغْفِرُ اللهُ لَنَا وَلَكُمْ، أَنْتُمْ سَلَفُنَا وَنَحْنُ بِالْأَثَرِ. (۲)

---

(۱) ۱۔ مسلم، الصحيح، كتاب الجنائز، باب ما يقال عند دخول القبر والدعاء لأهلها، ۲: ۶۶۹، رقم: ۹۷۴

۲۔ نسائى، السنن كتاب الجنائز، باب الأمر بالاستغفار للمؤمنين، ۴: ۹۱، رقم: ۲۰۳۷

۳۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۶: ۲۲۱، رقم: ۲۵۸۹۷

(۲) ترمذى، السنن، كتاب الجنائز عن رسول الله ﷺ، باب ما يقول الرجل إذا دخل المقابر، ۲: ۳۵۷، رقم: ۱۰۵۳

''اے اہلِ قبور! تم پر سلام ہو، اللہ تعالیٰ ہماری اور تمہاری مغفرت فرمائے تم ہم سے پہلے پہنچے ہو اور ہم بھی تمہارے پیچھے آنے والے ہیں۔''

حضرت بریدہ اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہما سے بھی اسی مضمون کی حدیث مروی ہے۔ امام ترمذی نے کہا یہ حدیث حسن ہے۔

زِیارتِ قبور کے حوالے سے حضور ﷺ کی تین سنتیں

مذکورہ بالا احادیثِ مبارکہ سے حضور علیہ السلام کی تین اہم سنن ثابت ہوئیں:

۱۔ زیارتِ قبور کو جانا حضور نبی اکرم ﷺ کا مستقل معمول تھا۔

۲۔ مؤمنوں اور مسلمانوں کے قبرستان میں جا کر اُنہیں سلام کرنا، اپنے لئے، اُن کے لئے اور پہلے گزرنے والوں کے لئے عافیت، رحمت اور مغفرت کی دعا کرنا۔

۳۔ اہلِ قبرستان کو مخاطب ہوکر اس بات کا اعادہ کرنا کہ آپ ہم سے پہلے قبور میں پہنچے ہیں، ہم بھی آپ کے پیچھے آنے والے ہیں۔

۳۔ زیارتِ قبور پر مذاہبِ اَربعہ کا مؤقف

شرعًا قبور کی زیارت کرنا باعثِ اجر وثواب اور تذکیرِ آخرت کا ذریعہ ہے۔ ائمۂ حدیث وتفسیر نے شرح و بسط کے ساتھ اس کی مشروعیت کو بیان کیا ہے۔ مذاہبِ اربعہ کے ائمہ کا اس امر پر اتفاق ہے کہ تمام مسلمانوں کو خواہ مرد ہو یا عورت زیارتِ قبور کی اجازت ہے۔

(ا) زیارتِ قبور پر احناف کا موقف

ائمۂ احناف میں سے علامہ بدر الدین عینی (شارح صحیح بخاری) کے زیارتِ قبور

کے حوالے سے چند اقتباسات ملاحظہ کریں :

وقال ابن حبیب لا بأس بزیارة القبور، والجلوس إلیها، والسلام علیها عند المرور بها. وقد فعل ذلک رسول الله ﷺ. وسئل مالک عن زیارة القبور؟ فقال: قد کان نهی عنه ثم أذن فیه. فلو فعل ذلک إنسان و لم یقل إلا خیرًا لم أر بذلک بأسًا.(۱)

’’ابنِ حبیب نے کہا ہے کہ زیارتِ قبور کرنے، ان کے پاس بیٹھنے اور قبروں کے پاس سے گزرتے ہوئے ان پر سلام کرنے میں کوئی حرج نہیں۔ بے شک حضور نبی اکرم ﷺ نے اسی طرح کیا ہے۔ امام مالک سے زیارتِ قبور کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے کہا: یقیناً اس عمل سے پہلے منع کیا گیا تھا پھر اس کی اجازت دیدی گئی اگر کوئی انسان یہ عمل کرے اور خیر کے سوا کچھ نہ کہے تو میں اس میں کوئی حرج نہیں سمجھتا۔‘‘

وفي التوضیح أیضاً: والأمة مجمعة علی زیارة قبر نبیّنا ﷺ، وأبي بکر، وعمر رضی الله عنهما. وکان ابن عمر إذا قدم من سفر أتی قبره المکرم، فقال: السّلام علیک یا رسول الله! السّلام علیک یا أبا بکر! السّلام علیک یا أبتاه.(۲)

’’توضیح میں یہ بھی ہے کہ تمام امت کا حضور نبی اکرم ﷺ، حضرت ابو بکر صدیق اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کی قبور انور کی زیارت کرنے پر اتفاق ہے۔ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کا معمول تھا کہ جب وہ سفر سے واپس لوٹتے تو سیدھے حضور ﷺ کی قبرِ انور پر حاضر ہوتے اور کہتے: یا رسول اللہ! آپ پر

(۱) عینی، عمدة القاری، ۸: ۷۰

(۲) عینی، عمدة القاری، ۸: ۷۰

سلام ہو، اے ابوبکر! آپ پر سلام ہو، اے ابا جان! (یعنی حضرت عمر) آپ پر سلام ہو۔‘‘

ومعنى النهي عن زيارة القبور إنما كان في أوّل الإسلام عند قربهم بعبادة الأوثان، واتّخاذ القبور مساجد، فلما استحكم الإسلام، وقوي في قلوب الناس، وأمنت عبادة القبور، والصّلاة إليها، نسخ النهي عن زيارتها لأنها تذكرّ الآخرة وتزهّد في الدّنيا. (۱)

’’زیارت قبور سے منع کرنے کا معنی یہ ہے کہ ابتدائے اسلام میں لوگوں کا بتوں کی عبادت اور قبروں کو سجدہ گاہ بنانے کے زمانہ سے قریب ہونے کی وجہ سے یہ ممانعت تھی، لیکن جب اسلام مستحکم ہوا اور لوگوں کے دلوں میں راسخ اور مضبوط ہوگیا اور قبروں کی عبادت اور ان کے لئے نماز کا خوف ختم ہوگیا تو پھر زیارتِ قبور کی ممانعت منسوخ ہوگئی کیونکہ دراصل زیارتِ قبور آخرت کی یاد دلاتی اور دنیا سے بے رغبت کرتی ہے۔‘‘

وعن طاؤوس: كانوا يستحبون أن لايتفرقوا عن الميت سبعة أيام، لأنهم يفتنون ويحاسبون في قبورهم سبعة أيام. (۲)

’’حضرت طاؤس رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ ائمہ و اسلاف اس عمل کو پسند کرتے تھے کہ میت کی قبر سے سات دنوں تک جدا نہ ہوا جائے (یعنی کم از کم سات دنوں تک وہاں فاتحہ وقرآن خوانی کا معمول جاری رکھا جائے) کیونکہ سات دنوں تک مردوں کی قبر میں آزمائش ہوتی اور ان کا حساب ہوتا ہے۔‘‘

(۱) عینی، عمدۃ القاری، ۸: ۷۰

(۲) عینی، عمدۃ القاری، ۸: ۷۰

متأخرین میں حضرت شاہ ولی اللہؒ کے صاحبزادے شاہ عبدالعزیز محدّث دہلویؒ نے فتاوی عزیزی میں نہ صرف یہ کہ زیارت قبور کو جائز قرار دیا ہے بلکہ زیارتِ قبور کے آداب اور اہلِ قبور سے استمداد کا طریقہ کار بھی بتایا ہے۔ اس حوالے سے ان کی عبارت ملاحظہ کریں:

سوال: ترکیب زیارت قبور؟

جواب: هرگاه که برائے زیارتِ قبرے از عوام مومنین برود اوّل پشت بقبله، رو بسینۂ میت نما ید و سورۂ فاتحه یکبار و اخلاص سه بار و در وقت در آمدن بمقبره این الفاظ بگوید **السلام عليكم أهل الديار من المؤمنين والمسلمين يغفر الله لنا ولكم وإنا إن شاء الله بكم للاحقون**. واگر قبر بزرگے ازاولیاء وصلحا باشد روے بسوی سینه آن بزرگ کرده بنشیند وبست و یکبار بچهار ضرب سُبُّوحٌ قُدُوسٌ رَبُّنَا وَرَبُّ الْمَلاَئِكَةِ وَالرُّوحِ گوید و سوره اِنَّا اَنْزَلْنٰهُ سه باربخواند و دل را از خطرات خلاص کرده مقابل سینۂ آن بزرگ آرد، برکات روح دردل این زیارت کننده خواهند رسید۔[1]

سوال: زیارتِ قبور کا طریقہ (کیا ہے)؟

جواب: جو شخص بھی کسی عام مومن کی قبر پر چلا جائے تو قبلہ کی طرف پشت کر کے چہرہ میت کے سینے کی طرف کرے۔ ایک بار سورۂ فاتحہ اور تین بار سورۂ اخلاص پڑھے اور جب قبرستان میں داخل ہو تو یہ الفاظ کہے: اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ أَهْلَ الدِّيَارِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُسْلِمِيْنَ يَغْفِرُ اللهُ لَنَا وَلَكُمْ وَإِنَّا إِنْ شَاءَ اللهُ بِكُمْ

(۱) شاہ عبدالعزیز، فتاوی عزیزی، ۱: ۱۷۶

لَلاحِقُونَ۔ (اے مؤمنین و مسلمین گھر والو! تم پر سلامتی ہو۔ اللہ تعالیٰ ہماری اور تمہاری بخشش و مغفرت فرمائے۔ ہم بھی اِن شاء اللہ تم سے ضرور ملنے والے ہیں۔) اگر وہ قبر اولیاء وصلحاء میں سے کسی بزرگ کی ہو تو اپنا چہرہ اس بزرگ کے سینہ کی طرف کرے اور بیٹھ جائے اور ۲۱ مرتبہ چار ضربوں کے ساتھ ان اسماء مبارکہ کا ورد کرے سُبُّوحٌ قُدُّوسٌ رَبُّنَا وَرَبُّ الْمَلَائِکَةِ وَالرُّوحِ اور سورہ القدر تین بار پڑھے۔ اس بزرگ ہستی کے سامنے اپنے قلب کو وساوس وخطرات سے پاک کرے تو اس زیارت کرنے والے کے دل میں اس بزرگ ہستی کی روحانی برکات پہنچ جائیں گی۔‘‘

اس سے متصل ایک اور سوال ان سے دریافت کیا گیا کہ صاحبِ مزار کا کامل ہونے کا پتہ کس طرح معلوم ہوگا اور اگر صاحبِ مزار کامل ہو تو اس سے استمداد کا طریقہ بتائیں، تو انہوں نے وہ بھی بتایا۔ ذیل میں سوال جواب ملاحظہ کریں۔

سوال: برائے دریافت اینکه اهلِ قبر کامل ست یا نه ودر صورتیکه اهلِ قبر کامل باشد از واستمداد بچه صورت باید کرد؟

جواب: بعضے از أهل قبور مشهو بکمال اند و کمال ایشان متواتر شده طریق استمداد از ایشان آنست که جانب سر قبرِ او سوره بقر انگشت بر قبر نهاده تا مُفْلِحُونَ بخواند باز بطرف پائیں قبر بیاید و آمَنَ الرَّسُوْلُ تا اخر سوره بخواند و بزبان گوید اے حضرت من برائے فلان کار در جناب الٰہی التجا و دعا میکنیم شما نیز بدعا وشفاعت امداد من نمائید باز رو بقبله آرد و مطلوب خود را ز جناب باری خواهد وکسانیکه کمال اینان معلوم نیست ومشهور

ومتواتر نشده دریا فت کمال آنہا بہمان طریق است که بعد از فاتحه و درود وذکر سُبُّوحٌ دل خود را مقابله سنیه مقبور بدارد و اگر راحت و تسکین ونورے دریافت کند بداند که این قبر اهل صلاح وکمال ست لاکن استمداد از مشہورین باید کرد۔[1]

سوال: یہ معلوم کرنے کے لیے کہ آیا صاحبِ مزار کامل ہے یا نہیں اور اگر وہ کامل ہو تو اس صورت میں اس سے استمداد کس طرح کرنا چاہیے؟

جواب: بعض صاحبانِ مزار کا کامل ہونا مشہور ہوتا ہے او ان کا باکمال ہونا تسلسل کے ساتھ ثابت ہوتا ہے۔ ایسے باکمال صاحب مزار ہستیوں سے استمداد کا طریقہ یہ ہے کہ قبر کے سرہانے انگلی رکھ کر سورہ بقرہ کی تلاوت آغاز سے مفلحون تک کرے۔ پھر قبر یا پائنتی کی طرف آئے اور سورۂ بقرہ میں سے آمن الرسول سے لے کر آخر تک مکمل پڑھے، اور اپنی زبان سے یوں کہے: ''حضرت میں اپنی فلاں حاجت کے لئے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں التجا کرتا ہوں آپ بھی بارگاہِ الٰہی میں اپنی دعا اور شفاعت سے میری امداد فرمائیں۔'' پھر اپنا رخ بطرفِ قبلہ کرے اور اپنا مطلوب خود بارگاہِ الٰہی سے طلب کرے۔ اور وہ صاحبِ مزار جن کے بارے میں کامل ہونا معلوم نہ ہو اور عوام میں ان کا کامل ہونا بھی معروف اور تواتر کے ساتھ نہ ہو تو ایسے لوگوں کا مقام و مرتبہ اس طریقہ کے ساتھ معلوم کیا جاسکتا ہے۔ سورہ فاتحہ اور درود شریف پڑھ کر ''سبوحٌ'' کا ذکر کرے، اپنا دل اس صاحب مزار شخص کے سینہ کے سامنے کرے، اگر راحت وسکون پائے تو جان لے کہ یہ صاحبِ مزار کامل شخصیّت کا مالک ہے۔ لیکن (بہتر یہ ہے کہ) استمداد معروف صاحب کمال بزرگوں سے ہی کیا جائے۔''

(۱) شاہ عبدالعزیز، فتاویٰ عزیز، ۱: ۱۷۷

(۲) زیارتِ قبور پر شوافع کا مؤقف

علامہ محمد شربینی خطیب شافعی لکھتے ہیں:

ويندب زيارة القبور التي فيها المسلمون للرجال بالإجماع. وكانت زيارتها منهياً عنها ثم نسخت بقوله ﷺ: كنت نهيتكم عن زيارة القبور فزوروها. يكره زيارتها للنساء لأنها مظنة للطلب ببكائهن ورفع أصواتهن، نعم يندب لهن زيارة قبر رسول الله ﷺ فإنها من أعظم القربات وينبغي أن يلحق بذلك بقية الأنبياء والصّالحين والشّهداء.(۱)

’’جس قبرستان میں مسلمان مدفون ہوں اس کی زیارت کرنا مرد حضرات کے لئے بالاجماع مستحب ہے۔ پہلے زیارتِ قبور کی ممانعت تھی بعد ازاں یہ ممانعت اس حدیث مبارکہ سے منسوخ ہوگئی جس میں حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ’’میں تمہیں قبروں کی زیارت سے منع کرتا تھا اب ان کی زیارت کیا کرو۔‘‘ عورتوں کے لیے زیارتِ قبور مکروہ ہے کیونکہ وہاں اُن سے رونا دھونا اور آوازوں کو بلند کرنا متوقع ہوتا ہے البتہ حضور نبی اکرم ﷺ کی قبرِ انور کی زیارت کرنا ان کے لئے مندوب ہے کیونکہ یہ سب سے بڑی قربت (عبادت) ہے، یہ بھی جائز ہے کہ اس حکمِ زیارت میں دیگر انبیاء علیہم السلام اور صالحین اور شہداء عظام کی زیارات کو بھی شامل کرلیا جائے۔‘‘

امام نووی شافعی لکھتے ہیں:

يستحب للرجال زيارة القبور. وهل يكره للنساء؟ وجهان

(۱) شربینی، الاقناع، ۱: ۲۰۸

أحدهما، وبه قطع الأكثرون يكره. والثاني وهو الأصح عند الروياني لا يكره إذا أمنت من الفتنة.(۱)

’’مردوں کے لئے قبروں کی زیارت مستحب عمل ہے اور عورتوں کے لئے مکروہ ہے۔ اس میں دو مؤقف ہیں: ایک مؤقف جس میں جمہور علماء ہیں کہ عورتوں کیلئے مکروہ ہے اور دوسرا مؤقف جو رویانی کے نزدیک صحیح ترین ہے وہ یہ کہ جب فتنہ سے تحفظ ہو تو مکروہ نہیں۔‘‘

(۳) مالکیہ کا مؤقف

مالکیہ بھی مطلق زیارت کو مندوب و مستحسن گردانتے ہیں۔

علامہ دردیر شرح الکبیر میں لکھتے ہیں:

و جاز زيارة القبور بل هي مندوبة بلا حد بيوم أو وقت أو في مقدار ما يمكث عندها.(۲)

’’زیارتِ قبور جائز بلکہ مندوب ہے وقت کا تعین کیے بغیر کہ کب اور کس وقت زیارت کے لیے جایا جائے اور قبروں کے پاس کتنی دیر ٹھہرا جائے۔‘‘

(۴) حنابلہ کا مؤقف

فقہ حنبلی کے مشہور امام ابنِ قدامہ مقدسی نے زیارتِ قبور پر تفصیل کے ساتھ لکھا ہے، الکافی میں وہ لکھتے ہیں:

و يستحبّ للرّجال زيارة القبور لأن النّبيّ ﷺ قال كنت نهيتكم

(۱) نووی، روضة الطالبین، ۲: ۱۳۹

(۲) دردیر، الشرح الکبیر، ۱: ۴۲۲

منہاج انٹرنیٹ بیورو کی پیشکش www.MinhajBooks.com

عن زيارة القبور فزوروها فإنها تذكّركم الموت. [١]

''مردوں کے لئے قبروں کی زیارت کرنا مستحب ہے کیونکہ حضور نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: میں تمہیں قبروں کی زیارت سے منع کرتا تھا پس اب تم ان کی زیارت کیا کرو کیونکہ یہ موت کی یاد دلاتی ہے۔''

کتاب المغنی میں وہ لکھتے ہیں:

لا نعلم بين أهل العلم خلافاً في إباحة زيارة الرجل القبور. وقال علي بن سعيد: سألت أحمد عن زيارة القبور تركها أفضل عندك أو زيارتها؟ قال: زيارتها. وقد صحّ عن النّبيّ ﷺ أنه قال: كنت نهيتكم عن زيارة القبور فزوروها فإنها تذكّركم الموت. رواه مسلم والترمذي بلفظ: فإنها تذكّر الآخرة. [٢]

''ہم نہیں جانتے کہ اہلِ علم کا مردوں کی زیارت قبور میں کوئی اختلاف ہو۔ علی بن سعید کہتے ہیں کہ میں نے امام احمد بن حنبل سے زیارتِ قبور کا مسئلہ پوچھا کہ آپ کے نزدیک زیارت کرنا بہتر ہے یا نہ کرنا؟ انہوں نے فرمایا: قبروں کی زیارت کرنا بہتر ہے اور یہ حضور نبی اکرم ﷺ سے ثابت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ''میں تمہیں قبروں کی زیارت سے منع کیا کرتا تھا اب تم ان کی زیارت کیا کرو کیونکہ یہ تمہیں موت کی یاد دلاتی ہے۔'' اسے امام مسلم نے روایت کیا اور امام ترمذی نے فإنها تذكر الآخرة کے الفاظ کے ساتھ روایت کیا ہے۔''

عورتوں کے مسئلہ زیارتِ قبور کو انہوں نے یوں بیان کیا ہے:

---

(١) ابن قدامة، الكافي فى فقه أحمد بن حنبل، ١: ٢٧٤

(٢) ابن قدامة، المغني، ٢: ٢٢٣

اختلف الرواية عن أحمد في زيارة النساء القبور: فروي عنه كراهتها لما روت أم عطية قالت نهينا عن زيارة القبور ولم يعزم علينا. رواه مسلم.[(۱)]

’’امام احمد بن حنبلؒ سے عورتوں کے لئے زیارتِ قبور کے حوالے سے دو مختلف روایتیں مروی ہیں ان میں سے ایک کراہت کے بارے میں ہے: حضرت امِ عطیہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے ہمیں قبروں کی زیارت سے منع فرمایا لیکن ہم پر سختی نہیں کی جاتی تھی۔ اسے امام مسلم نے روایت کیا ہے۔‘‘

والرواية الثانية: لا يكره، لعموم قوله عليه السّلام: كنت نهيتكم عن زيارة القبور، فزوروها. وهذا يدلّ على سبق النهي ونسخه، فيدخل في عمومه الرّجال والنّساء.[(۲)]

’’دوسری روایت یہ ہے کہ یہ مکروہ نہیں کیونکہ حضور نبی اکرم ﷺ کا ارشادِ گرامی عمومی ہے: ’’میں نے تمہیں زیارت قبور سے منع کیا تھا اب ان کی زیارت کیا کرو‘‘ یہ ارشاد سابقہ ممانعت اور اس کے منسوخ ہونے پر دلالت کرتا ہے پس اس عموم میں مرد و زَن دونوں شامل ہوگئے۔‘‘

۴۔ زیارتِ قبور سے متعلق چند قباحتیں

گزشتہ صفحات میں ہم نے قرآن و حدیث کی روشنی میں زیارتِ قبور کی شرعی حیثیت کو بیان کیا، جمہور علماء کا اس بات پر اجماع ہے کہ زیارتِ قبور ایک مستحسن اور مندوب عمل ہے۔ ائمہ متقدمین و متآخرین کا زیارتِ قبور کے جواز میں کوئی اختلاف نہیں۔

(۱) ابن قدامة، المغنى، ۲:۲۲۶

(۲) ابن قدامة، المغنى، ۲:۲۲۶

مشروعیت کے ان دلائل کے ساتھ ساتھ مزاراتِ اولیاء اور زیاراتِ قبور سے متعلق چند قباحتوں کی نشاندہی بھی ضروری ہے۔ ان قباحتوں اور غیر شرعی امور کی کسی قدر تفصیل ہماری کتاب ’’عقائد میں احتیاط کے تقاضے‘‘ میں آ چکی ہے۔ تاہم یہاں اس کا خلاصہ زیرِ بحث موضوع کے لئے ضروری ہے۔

(۱) قبور کی زیارت کا پہلا مقصد تو عبرت، خشیت، تذکیرِ آخرت اور استحضارِ موت ہے۔ اسکے ساتھ صاحبِ مزار اگر نیک متقی اور فیض رساں شخصیت ہے تو زائر کو فیوض و برکاتِ باطنی بھی ملتی ہیں جیسا کہ اوپر بزرگانِ دین کے معمولات کا تذکرہ ہو چکا ہے۔ لیکن افسوسناک امر یہ ہے کہ فی زمانہ زائرین کی اکثریت مقصدِ اولیٰ یعنی خشیت کو پسِ پشت ڈال چکی ہے۔ قبر کو دیکھ کر فکرِ آخرت پیدا نہ ہو، موت کی تیاری میں مدد نہ ملے اور سیرت و کردار پر مثبت اثرات مرتب نہ ہوں تو نہ فیض حاصل ہوا اور نہ خشیت کا مقصد پورا ہوا۔ روحانی فیض ایک باطنی کیفیت ہے جس کے واضح اثرات شخصیت پر نظر آتے ہیں۔ یہ اثرات نظر نہ آئیں، دل میں تقویٰ اور اپنی بے بضاعتی کا احساس جنم نہ لے تو زیارتِ قبور محض ایک مشقت بھری رسم رہ جاتی ہے۔

(۲) اسی طرح زائرین اگر فرائض کو ترک کر کے مستحبات پر زور دیں اور نوافل کو فرائض پر فوقیت دیں تو اللہ تعالیٰ، رسول اکرم ﷺ اور صاحبِ مزار کوئی بھی خوش نہیں ہوں گے۔ ایسے زائرین حصولِ فیض کی بجائے معصیت کیشی کے مجرم ہوں گے۔ مثلاً مزار پر فرض نماز کی جماعت ہو رہی ہو اور لوگ فاتحہ خوانی میں مصروف ہوں۔ نماز کا وقت نکل رہا ہو اور زائرین مزار پر پھول چڑھا رہے ہوں۔

(۳) علاوہ ازیں بعض مزارات پر عام دنوں میں بالعموم اور اعراس کے مواقع پر بالخصوص ناچ گانے بھنگڑے دھمال اور دیگر خرافات کا باقاعدہ انتظام ہوتا ہے۔ اس قسم کی تقاریب اگرچہ علاقائی ثقافت کی علامات بھی بن چکی ہیں لیکن بزرگانِ دین کے ساتھ ان خرافات کو منسوب کرنا بذاتِ خود اپنی ثقافت کے برعکس ہے۔ ان اعمالِ غیر

شرعیہ کا ارتکاب قطعاً ناجائز اور نامناسب ہے۔ تعلیمات تصوف و طریقت کی کھلی مخالفت کا موجب ہیں اور اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کا سبب بھی۔ اس لئے جہاں تک ہاتھ پہنچے ایسے امور سے اجتناب کرنا چاہیے اور اگر حکومت اور انتظامیہ سے ہو سکے تو بزورِ طاقت و قانون ان حرکات کی ممانعت ہونی چاہیے۔

(۴) مزاراتِ مقدسہ پر بعض دیگر قباحتیں بھی ایک عرصے سے جڑ پکڑ چکی ہیں جن سے اگر شرک نہیں تو اشتباہِ شرک ضرور ہوتا ہے۔ دیکھنے والوں کو بدگمانی کا موقع ملتا ہے اس سے کفر اور شرک کے دروازے کھلتے ہیں اور انسان ثواب کماتے کماتے عذاب کا مستحق ٹھہر جاتا ہے۔ ان غیر شرعی امور میں نوراتیں ماننا، منتیں مان کر کپڑوں وغیرہ میں گرہیں لگانا، مزار کا طواف کرنا اور وہاں سجدہ کا ارتکاب کرنا بطور خاص قابلِ ذکر ہیں۔

(۵) ان سب سے بڑھ کر بعض مزارات اور قبرستانوں میں مجاور براجمان ہوتے ہیں وہ چونکہ خود غلیظ ہوتے ہیں اس لئے اہلِ ایمان کی قبروں کی حرمت کے تقاضوں سے بھی بے بہرہ ہوتے ہیں۔ ان شیطان صفت لوگوں میں کئی پیشہ ور مجرم بھی ہوتے ہیں جو روپ بدل کر ایسے مقامات کو ناجائز کاموں کے لیے استعمال کرتے ہیں۔ یہ لوگ مزارات کے ماحول میں گندگی پھیلاتے، خود نشہ کرتے، چرس افیون اور سگریٹ نوشی کرتے ہیں۔ کئی تو زائرین کو بھی دعوتِ گناہ دیتے ہیں اور بعض بھولے مانس اسے ’’خصوصی فیض‘‘ سمجھ کر ان کی دعوت کو قبول بھی کر لیتے ہیں۔ یہاں سے برائی کی رغبت اور تبلیغِ شر کا ایک نیا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے۔ یہی لوگ عام طور پر بردہ فروشی، عصمت فروشی اور اغوا برائے تاوان جیسے گھناؤنے جرائم کا ارتکاب بھی کرتے ہیں۔ اس لئے حتی المقدور ایسے عناصر سے بھی مزارات کے ماحول کو پاک صاف رکھنا اہلِ ایمان کا اولین فریضہ ہے۔

(۶) کئی چھوٹے بڑے مزارات کے احاطے جہاں عوام الناس کی آمد و رفت کا سلسلہ جاری رہتا ہے وہاں آئے روز جرائم بھی ہوتے اور اخبارات کے خصوصی فیچرز کی

زینت بنتے ہیں۔ ان خبروں کو پڑھنے سننے والے یہ اندازہ لگاتے ہیں کہ یہ مراکز (معاذ اللہ) شاید انہی برائیوں کا مرکز ہیں حالانکہ اس طرح کے چند بدقماش اور بد اندیش لوگ اپنی رذالتِ طبع کا مظاہرہ کرتے ہیں ورنہ بہت سے زائرین حسنِ مقصد لے کر آتے ہیں اور بامراد واپس جاتے ہیں۔

(۷) اسی طرح ان مزارات پر بعض بے سہارا عورتیں حالات و زمانہ کی تنگی کا شکار ہو کر پناہ لینے آتی ہیں مگر یہاں پر موجود کچھ چالاک اور بدکردار خواتین انہیں اپنے دام فریب میں پھنسا لیتی ہیں جس کے بعد وہ مجبور و بے بس عورتیں خود برائی اور معصیت کا نشان بن جاتی ہیں۔ ایسے حساس معاملات پر حکومت اور قانون نافذ کرنے والے اداروں کو توجہ دینی چاہیے۔ کڑی نگرانی ہو اور ایسے نوسر بازوں کو احاطۂ دربار میں آنے سے روک دیا جائے تو اس طرح کے جرائم کبھی بھی پیدا نہیں ہو سکتے۔

(۸) اختلاطِ مرد و زن بھی ایک بڑی قباحت ہے اور یہ عام طور پر وہاں دیکھنے میں آتا ہے جہاں ماحول حکومتی اوقاف کے زیرِ اہتمام ہوتا ہے، اسی اختلاط میں مضمر برائیوں کی وجہ سے بعض فقہاء نے عورتوں کا مزارات پر جانا مطلقاً ناجائز قرار دے دیا ہے۔ الغرض ایسی تمام بے احتیاطیاں جو بعد ازاں برائیوں کا پیش خیمہ بن جائیں ان کا سختی سے قلع قمع ہونا چاہیے تاکہ لوگ جواز سے ناجائز فائدہ اُٹھا کر گناہ کے مرتکب نہ ہوتے پھریں۔ خواتین کی زیارتِ مزار سے متعلق چند تفصیلات ذیل میں الگ آ رہی ہے۔

۵۔ عورتوں کے لئے زیارتِ قبور کا حکم

جس طرح مردوں کو تذکیرِ آخرت کے لئے زیارتِ قبور کا حکم ہے اسی طرح عورتوں کے لئے بھی بعض شرائط کے ساتھ زیارتِ قبور جائز ہے۔ عورتوں کے لئے زیارتِ قبور کا جواز احادیثِ نبوی ﷺ اور صحابیات رضی اللہ عنھن کے احوال سے بھی ثابت ہے۔ تاہم بعض ائمہ دین نے عورتوں کو مزارات پر جانے سے منع فرمایا ہے ہم ان دونوں پہلوؤں پر باری باری تفصیلات پیش کرتے ہیں۔

(۱) عورتوں کی زیارتِ قبور کے جواز پر احادیث اور آثار

۱۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

مَرَّ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بِامْرَأَةٍ تَبْكِي عِنْدَ قَبْرٍ، فَقَالَ: اتَّقِي اللهَ وَاصْبِرِي. قَالَتْ: إِلَيْکَ عَنِّي، فَإِنَّکَ لَمْ تُصَبْ بِمُصِيْبَتِي، وَ لَمْ تَعْرِفْهُ، فَقِيْلَ لَهَا: إِنَّهُ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، فَأَتَتْ بَابَ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، فَلَمْ تَجِدْ عِنْدَهُ بَوَّابِيْنَ، فَقَالَتْ: لَمْ أَعْرِفْکَ، فَقَالَ: إِنَّمَا الصَّبْرُ عِنْدَ الصَّدْمَةِ الْأُوْلٰى.(۱)

''حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک عورت کے پاس سے گزرے جو ایک قبر کے پاس زار و قطار رو رہی تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ سے ڈر اور صبر کر۔ اس عورت نے (شدتِ غم اور عدمِ تعارف کی وجہ سے) کہا: آپ یہاں سے چلے جائیں کیونکہ آپ کو مجھ جیسی مصیبت نہیں پہنچی۔ وہ خاتون آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پہچانتی نہ تھی۔ کسی نے اسے بتایا کہ یہ تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔ وہ عورت (اپنی اس بات کی معذرت کرنے کیلئے) آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے درِ اَقدس پر حاضر ہوئی۔ اس نے خدمت میں حاضری کی اجازت لینے کیلئے دربان نہیں پایا (تو باہر سے کھڑے ہوکر) عرض کیا: یا رسول اللہ! میں نے آپ کو پہچانا نہیں تھا۔ اس کی اس معذرت طلبی پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: صدمے کے موقع پر ہی صبر ہوتا ہے۔''

اس حدیثِ مبارکہ سے عورتوں کے لئے زیارتِ قبور کا جواز ثابت ہوتا ہے کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس عورت کو قبر پر آنے سے منع نہیں فرمایا بلکہ رونے سے منع فرمایا۔

---

(۱) ۱۔ بخاری، الصحیح، کتاب الجنائز، باب زیارة القبور، ۱: ۴۳۱، رقم: ۱۲۲۳

۲۔ بیہقی، السنن الکبریٰ، ۱۰: ۱۰۱، رقم: ۲۰۰۴۳

۳۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۳: ۱۴۳، رقم: ۱۲۴۸۰

اگر عورتوں کو مطلقاً زیارتِ قبور کی ممانعت ہوتی تو آپ ﷺ اس عورت کو قبور پر آنے سے منع فرما دیتے۔

مذکورہ حدیث کی شرح میں حافظ ابنِ حجر عسقلانی (متوفی ۸۵۲ھ) نے صحیح بخاری کی شرح فتح الباری میں لکھا ہے:

واختلف في النّساء، فقيل: دخلن في عموم الإذن، وهو قول الأكثر، و محله ما إذا أمنت الفتنة. ويؤيّد الجواز حديث الباب، وموضع الدلالة منه أنه ﷺ لم ينكر على المرأة قعودها عند القبر وتقريره حجة. (١)

''خواتین کے زیارتِ قبور کے بارے میں ائمہ کا اختلاف ہے۔ کہا گیا ہے کہ عورتیں بھی عمومِ اجازت میں شامل ہیں، یہ جمہور ائمہ کا قول ہے لیکن اس کا اطلاق تب ہے جب فتنہ کا اندیشہ نہ ہو۔ اس کی تائید امام بخاریؒ کے قائم کردہ باب کے عنوان (باب زيارة القبور) سے ہو رہی ہے۔ اور استدلال اس طرح ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے اس خاتون کو قبر کے پاس بیٹھنے سے منع نہ فرمایا، یہ شرعی اُصول ہے کہ کسی عمل پر آپ ﷺ کی خاموشی بھی جواز کی دلیل ہے۔''

۲۔ حضرت عبد اللہ بن أبي ملیکہ بیان کرتے ہیں:

أن عائشة أقبلت ذات يوم من المقابر، فقلت لها: يا أم المؤمنين من أين أقبلت؟ قالت، من قبر أخي عبد الرحمن بن أبي بكر، فقلت لها: أليس كان رسول الله ﷺ نهى عن زيارة القبور؟ قالت: نعم، كان نهى ثم أمر بزيارتها. (٢)

(١) عسقلانی، فتح الباری شرح صحیح البخاری، ۳: ۱۴۸

(٢) ا۔ حاکم، المستدرک، ١: ۵۳۲، رقم: ۱۳۹۲

’’ایک دن سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا قبرستان سے واپس تشریف لا رہی تھیں میں نے اُن سے عرض کیا: ام المؤمنین! آپ کہاں سے تشریف لا رہی ہیں؟ فرمایا: اپنے بھائی عبد الرحمٰن بن ابی بکر کی قبر سے، میں نے عرض کیا: کیا حضور نبی اکرم ﷺ نے زیارتِ قبور سے منع نہیں فرمایا تھا؟ انہوں نے فرمایا: ہاں! پہلے منع فرمایا تھا لیکن بعد میں اجازت دے دی تھی۔‘‘

۳۔ امام جعفر صادق اپنے والد گرامی امام محمد باقر سے روایت کرتے ہیں انہوں نے فرمایا:

كانت فاطمة بنت رسول الله ﷺ تزور قبر حمزة كل جمعة. (۱)

’’حضور نبی اکرم ﷺ کی صاحبزادی سیدۂ کائنات حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا ہر جمعہ کو حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی قبر پر حاضری دیتی تھیں۔‘‘

(۲) عورتوں کی زیارتِ قبور کے جواز و عدمِ جواز پر ائمہ کی آراء

بعض ائمہ کرام حضور نبی اکرم ﷺ کے درج ذیل فرمان مبارک سے عورتوں کی زیارتِ قبور پر مطلقاً عدمِ جواز ثابت کرتے ہیں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ:

أَنّ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ لَعَنَ زَوَّارَتِ الْقُبُوْرِ. قَالَ وَفِي الباب: عن ابن عباس، وحسان بن ثابت. قال أبو عيسى: هذا حديثٌ حسنٌ صحيح. وقد رأى بعض أهل العلم، أن هذا كان قبل أن يرّخص النّبيّ ﷺ في زيارة القبور، فلما رخّص دخل في رخصته الرّجال

۲۔ بیہقی، السنن الکبریٰ، ۴: ۷۸، رقم: ۶۹۹۹

۳۔ عبد الرزاق، المصنف، ۳: ۵۷۰، رقم: ۶۷۱۱

(۱) عبد الرزاق، المصنف، ۳: ۵۷۲، رقم: ۶۷۱۳

والنّساء، وقال بعضهم: إنما كره زيارة القبور للنّساء، لقلة صبرهن وكثرة جزعهن.[1]

''حضور نبی اکرم ﷺ نے (کثرت سے) قبروں کی زیارت کرنے والی عورتوں پر لعنت فرمائی۔ اس باب میں حضرت ابنِ عباس اور حسان بن ثابت رضی اللہ عنہما سے بھی روایات مذکور ہیں۔ امام ترمذی فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ بعض علماء کے نزدیک یہ حکم اس وقت تھا جب حضور نبی اکرم ﷺ نے زیارتِ قبور کی اجازت نہیں دی تھی۔ جب آپ ﷺ نے اجازت فرما دی تو یہ اجازت مردوں اور عورتوں دونوں کو شامل ہے۔ بعض علماء فرماتے ہیں: عورتوں کی زیارتِ قبور کی ممانعت اس وجہ سے ہے کہ ان میں صبر کم اور رونا دھونا زیادہ ہوتا ہے۔''

شارحِ بخاری حافظ ابنِ حجر عسقلانی (م۸۵۲ھ) نے شرح صحیح بخاری میں حدیثِ ترمذی کا ذکر کرکے لکھا ہے:

قال القرطبي: هذا اللّعن إنما هو للمكثرات من الزيارة لما تقتضيه الصفة من المبالغة، ولعل السبب ما يفضي إليه ذلك من تضييع حق الزوج، والتبرج، وما ينشأ منهن من الصّياح ونحو ذلك. فقد يقال: إذا أمن جميع ذلك فلا مانع من الإذن، لأن تذكر الموت يحتاج إليه الرّجال والنّساء.[2]

''قرطبی نے کہا: یہ لعنت کثرت سے زیارت کرنے والیوں کے لئے ہے جیسا کہ

(۱) ترمذي، السنن، كتاب الجنائز، باب ما جاء في كراهية زيارة القبور النساء، ۳: ۳۷۱، رقم: ۱۰۵۶

(۲) ابن حجر عسقلاني، فتح الباری، ۳: ۱۴۹

صفت مبالغہ کا تقاضا ہے (یعنی زَوَّارات مبالغہ کا صیغہ ہے جس میں کثرت سے زیارت کرنے کا معنی پایا جاتا ہے) اور شاید اس کی وجہ سے یہ ہو کہ (بار بار) اس طرح کرنے سے شوہر کے حق کا ضیاع، زینت کا اظہار اور بوقتِ زیارت چیخ و پکار اور اس طرح دیگر ناپسندیدہ اُمور کا ارتکاب ہوجاتا ہے۔ پس اس وجہ سے کہا گیا ہے کہ جب اس تمام ناپسندیدہ اُمور سے اجتناب ہوجائے تو پھر رخصت میں کوئی حرج نہیں کیونکہ مرد اور عورتیں دونوں موت کی یاد کی محتاج ہیں۔''

اسی بات کو شارحِ ترمذی علامہ عبدالرحمان مبارکپوری (م ۱۳۵۳ھ) نے ''تحفة الأحوذی (۴: ۱۳۶)'' میں نقل کیا ہے۔

تمام شارحینِ حدیث اور فقہاء کرام نے لکھا ہے کہ حصولِ عبرت اور تذکیرِ آخرت کے لئے زیارتِ قبور میں عموم ہے یعنی جس طرح ممانعت عام تھی اسی طرح جب رخصت ملی تو وہ بھی عام ہے۔ عورتیں چونکہ بے صبر ہوتی ہیں اگر اپنے کسی قریبی عزیز کی قبر پر جا کر اس طرح نوحہ کریں جس سے شریعت نے منع کیا ہے یا قبرستان میں ان کا جانا باعثِ فتنہ اور بے پردگی و بے حیائی کا باعث ہو، محرم ساتھ نہ ہو یا ایسا اجتماع ہو جہاں اختلاطِ مرد و زن ہو تو اس صورت میں عورتوں کا زیارتِ قبور کے لئے جانا بلا شبہ ممنوع ہے، اور اگر محرم کے ساتھ باپردہ قبرستان جائے وہاں جا کر دعا کرے، تذکیرِ آخرت سامنے ہو تو پھر رخصت ہے۔ جمہور احناف کے نزدیک رخصتِ زیارت مرد و زن دونوں کے لئے ہے۔

۱۔ علامہ ابنِ نجیم حنفی (۹۲۶۔۹۷۰ھ) لکھتے ہیں:

وقيل تحرم على النساء، والأصح أن الرخصة ثابتة لهما. (۱)

''یہ بھی کہا گیا ہے کہ زیارتِ قبر عورتوں کے لئے حرام ہے لیکن صحیح بات یہ ہے کہ زیارتِ قبور کی اجازت مرد و زن دونوں کے لئے یکساں ہے۔''

(۱) ابن نجیم، البحر الرائق، ۲: ۲۱۰

۲۔ علامہ ابنِ عابدین شامی حنفی نے لکھا ہے:

أمّا على الاصحّ من مذهبنا وهو قول الكرخي وغيره، من أن الرخصة فى زيارة القبور ثابتة للرّجال والنّساء جميعًا، فلا إشكال. (۱)

’’احناف کے نزدیک صحیح قول امام کرخی وغیرہ کا ہے وہ یہ کہ زیارتِ قبور کی اجازت مرد و زن دونوں کے لئے ثابت ہے جس میں کوئی اشکال نہیں۔‘‘

۳۔ علامہ شرنبلالی (م ۱۰۶۹ھ) لکھتے ہیں:

نُدِبَ زِيَارَتُهَا لِلرِّجَالِ وَالنِّسَاءِ عَلَى الْأَصَح. (۲)

’’صحیح روایت کے مطابق زیارتِ قبور مردوں اور عورتوں کے لئے یکساں طور پر مندوب ہے۔‘‘

۴۔ علامہ طحطاوی (م ۱۲۳۱ھ) مراقی الفلاح کی شرح میں لکھتے ہیں:

وفي السراج: وأمّا النّساء إذا أردن زيارة القبور إن كان ذلک لتجديد الحزن، والبكاء، والندب كما جرت به عادتهن فلا تجوز لهن الزيارة، وعليه يحمل الحديث الصحيح ’’لعن الله زائرات القبور‘‘. وإن كان للاعتبار، والتّرحّم، والتّبرّک بزيارة قبور الصّالحين من غير ما يخالف الشّرع فلا بأس به، إذا كنّ عجائز. وكره ذلک للشّابات، كحضورهن في المساجد للجماعات. وحاصله أن محل الرخص لهن إذا كانت الزيارة

(۱) ابن عابدين، رد المحتار على الدر المختار، ۲: ٦٢٦

(۲) شرنبلالی، نور الإيضاح، فصل فی زيارة القبور

علی وجه لیس فیه فتنة. والأصحّ أن الرّخصة ثابتة للرّجال والنّساء لأن السّیدة فاطمة رضی اللہ عنہا **کانت تزور قبر حمزة کل جمعة وکانت عائشة** رضی اللہ عنہا **تزور قبر أخیها عبد الرحمن بمکة، کذا ذکره البدر العیني في شرح البخاري.**(۱)

’’سراج میں لکھا ہے: عورتیں جب زیارتِ قبور کا ارادہ کریں اور اس سے ان کا مقصد اگر آہ و بکا کرنا ہو جیسا کہ عورتوں کی عادت ہوتی ہے تو اس صورت میں ان کے لئے زیارت کے لئے جانا جائز نہیں، ایسی صورت پر اس صحیح حدیث مبارکہ کہ ’’اللہ تعالیٰ زیارت کرنے والی عورتوں پر لعنت فرماتا ہے‘‘، کا اطلاق ہو گا۔ لیکن اگر زیارت سے خواتین کا مقصد عبرت و نصیحت حاصل کرنا اور قبورِ صالحین سے اللہ تعالیٰ کی رحمت کی طلب اور حصولِ برکت ہو جس سے شریعت کی خلاف ورزی نہ ہو تو اس صورت میں زیارت کرنے میں کوئی حرج نہیں جبکہ خواتین بوڑھی ہوں، نوجوان عورتوں کا (بے پردہ) زیارت کے لئے جانا مکروہ ہے جیسا کہ ان کا مسجد میں جماعت کے ساتھ نماز کے لئے آنا مکروہ ہے۔ حاصلِ کلام یہ ہے کہ عورتوں کے لئے زیارتِ قبور کی رخصت تب ہے جب اس طریقہ سے زیارتِ قبور کو جائیں کہ جس میں فتنہ کا اندیشہ نہ ہو۔ اور صحیح بات یہی ہے کہ زیارتِ قبور کی رخصت مرد و زن دونوں کے لئے ثابت ہے کیونکہ (حضور نبی اکرم ﷺ کی صاحبزادی) سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا ہر جمعہ کو حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی قبر کی زیارت کرتی تھیں اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اپنے بھائی حضرت عبد الرحمٰن رضی اللہ عنہ کی مکہ میں زیارت کرتی تھیں۔ یہی بات علامہ بدر الدین عینیؒ نے شرح صحیح بخاری (عمدۃ القاری) میں لکھی ہے۔‘‘

(۱) طحطاوی، حاشیة الطحطاوی علی مراقی الفلاح شرح نور الإیضاح: ۳۴۰۔ ۳۴۱

(۳) عورتوں کی زیارتِ قبور میں احتیاط کے پہلو

خلاصۂ کلام یہ ہوا کہ عورتوں کا زیارتِ قبور کے لیے جانا اگر آخرت کی یاد دہانی، حصولِ عبرت، نصیحت اور زہد کے لیے ہو تو جائز ہے لیکن اگر ان کا جانا فتنہ اور بے حیائی کا باعث ہو اور شرعی حدود و قیود کا ارتفاع ہو تو پھر ممنوع ہے۔ ان وجوہات ہی کے باعث ہمارے بہت سے اکابر جن میں امام الھند اعلیٰ حضرت احمد رضا خان بریلویؒ بھی شامل ہیں، نے عورتوں کے لئے زیارتِ قبور کو جانا حرام قرار دیا ہے۔

ارشاداتِ نبوی ﷺ اور شارحینِ حدیث و ائمۂ فقہ کی آراء کی روشنی میں جمہور کا مؤقف یہی ہے کہ عورتوں کا زیارتِ قبور کے لئے جانا بعض شرائط کے ساتھ جائز ہے مثلاً:

۱۔ اس زیارت کا مقصد تذکیرِ موت و آخرت ہو۔

۲۔ اس زیارت کا مقصد اپنے عزیز رشتہ دار اور عام مومنین مردوں کو دعا و فاتحہ سے فائدہ پہنچانا ہو۔

۳۔ مقابر اور درباروں پر عورتوں کے لیے باپردہ الگ سے زیارت کرنے کا اہتمام ہو، اختلاطِ مرد و زن نہ ہو۔

۴۔ فتنہ اور بے حیائی سے تحفظ ہو۔

۵۔ عورتیں وہاں جا کر جزع و فزع کر کے غم تازہ نہ کریں۔

۶۔ کثرت سے زیارت کرنے والی نہ ہوں یعنی اسے روزانہ کا معمول نہ بنالیں۔ جبکہ:

(۱) درِ رسول ﷺ کی حاضری مرد و زن سب کے لیے باعثِ اجر ہے۔ اس پر جمہور ائمہ کا اتفاق ہے۔

(۲) اسی طرح دیگر انبیاء کرام علیہم السلام اور صالحین کی قبور کی زیارت بھی مندوب ہے۔

خلاصۂ بحث

زیارتِ قبور کی مکمل بحث کو درج ذیل امور کے تحت سمیٹا جا سکتا ہے:

۱۔ زیارتِ رسول ﷺ اور زیارتِ صالحین ہرگز بھی توحید کے منافی اور شرک میں داخل نہیں ہے۔

۲۔ حیاتِ مبارکہ میں اور بعد از وصال حضور نبی اکرم ﷺ کے روضۂ انور کی زیارت کرنا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، اکابر ائمہ اور جمیع امت کا معمول رہا ہے۔

۳۔ اولیاء اور صالحین کی زیارت و ملاقات پر قرآن مجید اور احادیثِ مبارکہ سے ترغیب ملتی ہے اور اہلِ خیر کے ہاں یہ ایک محبوب عمل ہے۔

۴۔ اولیاء اور صالحین کے مزارات پر جانا حضور نبی اکرم ﷺ کی سنت، اکابرینِ امت کا طریق اور عوام الناس کا مقبول عمل رہا ہے۔

۵۔ عامۃ المسلمین کی قبور کی زیارت کرنا حضور نبی اکرم ﷺ کے متعدد اِرشاداتِ عالیہ سے ثابت ہے اور یہ آپ ﷺ کا مسنون عمل بھی ہے۔

قرآن وسنت پر مشتمل درجِ بالا تمام تحقیقی بحث کو مدّنظر رکھ کر یہ کہا جا سکتا ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ کے روضۂ انور، اولیاء وصالحین کی زندگی میں اور بعد از وصال ان کے مزارات پر جائز طریقوں کے ساتھ حاضری دینا قطعاً شرک نہیں، بلکہ اللہ تعالیٰ کی رضا، خوشنودی اور قرب کا باعث ہے۔ لہٰذا ہمیں ان شرعی اصولوں کو مدنظر رکھنا چاہیے جن کے تحت جائز ناجائز اور حلال حرام میں حدِ فاصل رکھی گئی ہے۔

www.MinhajBooks.com

باب ہفتم

عقائد میں حزم و احتیاط کے چند اہم پہلو

۱۔ اعتدال و توازن: اہلِ حق کا امتیاز ہے

۲۔ صیغۂ خطاب کے ساتھ صلوٰۃ و سلام شرک نہیں

۳۔ تصوف اور اسلام

۴۔ مزاراتِ اولیاء کی زیارت اور حاضری کے صحیح آداب

۵۔ ضعفِ اعتقاد پر مبنی رسوم سے اجتناب کی ضرورت

www.MinhajBooks.com

۱۔ اعتدال و توازن: اہلِ حق کا امتیاز ہے

اُمتِ مسلمہ میں باہمی مذہبی اور اعتقادی اختلاف، بے اعتدالی کے باعث پیدا ہوا۔ ایک طرف بندگانِ خدا اور مقبولانِ بارگاہ کی محبت و عقیدت میں بر بنائے جہالت غلو اس حد تک بڑھا کہ بات افراط تک جا پہنچی اور دوسری طرف ردِعمل میں تخفیف و تنقیص کے باعث معاملہ تفریط تک پہنچ گیا۔ افراط نے جہاں خرافات و بدعات کا دروازہ کھولا وہاں تفریط گستاخی و اہانت کا رنگ اختیار کر گئی۔ پس محبتوں اور عقیدتوں کی حدود اور ان کے مراتب و مدارج کا تعین کرنا لازمی و لابدی امر ہے۔ اہلِ حق ہمیشہ سے حضرات انبیائے کرام علیہم السلام سے لے کر اولیائے عظام تک فرقِ مراتب کو ملحوظ رکھتے چلے آئے ہیں لہٰذا افرادِ ملت کے درمیان توازن و اعتدال قائم رکھنا ہی صراطِ مستقیم ہے۔

اسی اعتدال و توازن کی بناء پر امتِ مسلمہ کو ''امتِ وسط'' کہا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَ كَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا. (۱)

''اور (اے مسلمانو!) اسی طرح ہم نے تمہیں (اعتدال والی) بہتر امت بنایا۔''

امتِ مسلمہ کو امتِ وسط کے خطاب سے اس لئے نوازا گیا کہ وہ حدِ افراط کو نہیں پھلانگتی اور یہود و نصاریٰ اور دیگر کفار و مشرکین کی طرح ہاتھوں سے تراشیدہ بتوں کو نہیں پوجتی، انبیاء کو خدا نہیں مانتی اور نہ ہی ان کی طرح انتہائی تفریط کا شکار ہوتے ہوئے انبیاء اور اولیاء کو قتل کرتی اور ہتک آمیز سلوک کرتی ہے۔ یہی بنیادی فلسفہ ''امتِ وسطٰ'' کے عنوان میں کارفرما ہے۔

---

(۱) البقرة، ۲: ۱۴۳

یہ بات ذہن میں رہے کہ اعتدال و توازن کی روش پر قائم رہنا زندگی کے دائرہ کار میں صرف ایک دو شعبوں تک موقوف نہیں بلکہ اس کا تعلق ہر شعبۂ حیات اور زندگی کے ہر پہلو کے ساتھ ہے۔ اسی لئے حضور نبی اکرم ﷺ نے مطلقاً ارشاد فرمایا:

خَيْرُ الْأَعْمَالِ أَوْسَطُهَا.(1)

”اعمال میں میانہ روی اختیار کرنا سب سے بہترین عمل ہے۔“

لہٰذا عقائد میں بھی اسی اعتدال و توازن کی کیفیت برقرار رکھنا ضروری ہے اور یہ ہمیشہ سے اہلِ حق کا امتیاز رہا ہے۔ ہر زمانے میں اہلِ حق انبیائے کرام، اولیائے عظام اور خصوصاً امتِ مسلمہ میں مجددین و مصلحین عقائد میں بے اعتدالی کو ختم کرنے میں اہم کردار ادا کرتے رہے ہیں اور ان شاء اللہ تا قیامت کرتے رہیں گے۔ زیرِ نظر باب میں عقیدۂ توحید کے افراط و تفریط پر مبنی مختلف پہلوؤں کی نشان دہی کرتے ہوئے انہیں اعتدال و توازن میں لانے کی سعی کی جائے گی۔

تین اعتقادی گروہوں کی موجودگی

عدمِ توازن اور بے اعتدالی سے جہاں بہت سی الجھنیں اور شکوک و شبہات جنم لیتے ہیں وہاں طبقاتی تقسیم اور اعتقادی تفریق بھی ایک فطری امر بن جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ دنیا میں ہمیشہ تین گروہ موجود رہے ہیں:

۱۔ مفرطین ۲۔ مقصّرین ۳۔ معتدلین

پہلا گروہ...... مفرطین

یہ وہ گروہ ہے جس نے مقبولانِ بارگاہِ الٰہی کی عقیدت و احترام میں غلو اور افراط کی روش اپنا لی اور حد سے بڑھ گئے۔ اس گروہ کے افراد کا یہ شیوہ رہا کہ فرقِ مراتب کو

(۱) ۱۔ بیهقي، شعب الإيمان، ۳: ۴۰۲، رقم: ۳۸۸۷
۲۔ ديلمي، الفردوس بمأثور الخطاب، ۲: ۲۱۲، رقم: ۳۰۳۶

ملحوظ رکھے بغیر اپنی خواہش سے خود ہی درجات و مراتب مقرر کر لئے اور جہالت کی بنا پر کسی کو مقامِ اُلوہیت پر فائز کر دیا اور بعض اولیاء اللہ کو مقامِ نبوت تک لے گئے اور انہیں معصوم عن الخطاء کے زمرے میں شریک کر دیا۔ یہود و نصاریٰ کی تاریخ اِس سلسلے میں ہمارے سامنے ہے، ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

مَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ يُّؤْتِيَهُ اللّٰهُ الْكِتٰبَ وَالْحُكْمَ وَ النُّبُوَّةَ ثُمَّ يَقُوْلَ لِلنَّاسِ كُوْنُوْا عِبَادًا لِّيْ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلٰكِنْ كُوْنُوْا رَبّٰنِيّٖنَ بِمَا كُنْتُمْ تُعَلِّمُوْنَ الْكِتٰبَ وَ بِمَا كُنْتُمْ تَدْرُسُوْنَ ○(۱)

”کسی بشر کو یہ حق نہیں کہ اللہ اسے کتاب اور حکمت اور نبوت عطا فرمائے پھر وہ لوگوں سے یہ کہنے لگے کہ تم اللہ کو چھوڑ کر میرے بندے بن جاؤ بلکہ (وہ تو یہ کہے گا) تم اللہ والے بن جاؤ اس سبب سے کہ تم کتاب سکھاتے ہو اور اس وجہ سے کہ تم خود اسے پڑھتے بھی ہو۔“

اہلِ کتاب نے اپنے احبار ورُھبان کو وہ حقوق دیئے جو صرف اللہ و رسول کے لئے خاص تھے اِن کی یہ گمراہی اِس طرح ظاہر کی گئی ہے:

اِتَّخَذُوْٓا اَحْبَارَهُمْ وَ رُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَ الْمَسِيْحَ ابْنَ مَرْيَمَ ۚ وَ مَآ اُمِرُوْٓا اِلَّا لِيَعْبُدُوْٓا اِلٰهًا وَّاحِدًا ۚ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ؕ سُبْحٰنَهٗ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ○(۲)

”انہوں نے اللہ کے سوا اپنے عالموں اور زاہدوں کو رب بنا لیا تھا اور مریم کے بیٹے مسیح (علیہ السلام) کو (بھی) حالانکہ انہیں بجز اس کے (کوئی) حکم نہیں دیا گیا تھا کہ وہ اکیلے ایک (ہی) معبود کی عبادت کریں جس کے سوا کوئی معبود نہیں وہ

(۱) آل عمران، ۳: ۷۹

(۲) التوبة، ۹: ۳۱

ان سے پاک ہے جنہیں یہ شریک ٹھہراتے ہیں۔‘‘

تحلیل وتحریم اللہ کا وہ حق ہے جو انبیاء و رُسل کو بھی اُس کی اجازت سے ملتا ہے انبیاء و رسلِ عظام جس شے کو بھی حلال یا حرام قرار دیں وہ اللہ تعالیٰ کے حکم اور مرضی کے مظہر اور نمائندے ہونے کے ناطے اسی کی منشاء کے مطابق قرار دیتے ہیں۔ کسی غیر نبی کو یہ حق دینے کے معنی یہی ہوئے کہ اُسے اللہ و رسول کے حق میں شریک کر لیا گیا۔ نصاریٰ اس غلو کی علامت بن کر راہِ حق سے بھٹک گئے تھے۔ تمام اہلِ حق کا اس بات پر اجماع ہے کہ شرفِ عصمت صرف انبیائے کرام علیہم السلام کو حاصل ہے۔ انبیائے کرام کے سوا کوئی معصوم نہیں ہے لہٰذا فقہاء و محدثین کے اقوال اور اولیاء وصلحاء کے ملفوظات اور افعال کو خطا سے پاک اور مبرا تصور کرنا قطعاً درست نہیں۔ ان کی ہر بات کو قطعی اور حجت ماننا اور ان کے اقوال کے ہوتے ہوئے قرآن وسنت سے استنباط و استدلال کو ممنوع قرار دینا ایسا طرزِ عمل ہے جس کے ڈانڈے یہود و نصاریٰ کے عالموں کے ساتھ جا ملتے ہیں۔

احبار و رُھبان جس چیز کو حلال قرار دیتے ان کے پیروکار اُسے حلال سمجھتے اور جس چیز کو وہ حرام قرار دیتے اُسے حرام سمجھتے تھے۔ اِس لئے اِس طرزِ عمل کی اصلاح کی جانی چاہیے۔ کیونکہ جس طرح کسی انسان کو معبود سمجھ کر اس کی عبادت کرنا اُسے رب بنانے کے مترادف ہے اسی طرح کسی انسان کے قول و عمل کو قرآن وسنت کی طرح قابلِ حجت سمجھ کر اس پر حلال وحرام کے احکام لاگو کرنا بھی اسے رب بنانے کے مترادف ہے جس کی شریعت میں کوئی گنجائش نہیں۔

دوسرا گروہ ......مقصّرین

یہ وہ گروہ ہے جو عدمِ توازن اور انتہا پسندی کے دوسرے کنارے پر رہتا ہے۔ یہ طبقہ نہ تو اللہ و رسول ﷺ کی محبت وعظمت کا حق بجا لاتا ہے اور نہ بندگانِ خدا کے احترام وعقیدت کا پاس و لحاظ کرتا ہے۔ تقصیر و تفریط اِس طبقہ کا شعار ہے۔ یہودی اِس تقصیر

میں سب سے آگے بڑھ گئے۔ یہ وہ طبقہ ہے جنھوں نے اللہ تعالیٰ کی شان میں يَدُاللهِ مَغْلُوْلَةٌ جیسے گستاخانہ جملے کہے اور انبیاء و رُسل عظام علیھم السلام کی شان میں گستاخیاں کیں۔

اُمتِ مسلمہ میں جس طرح افراط اور غلو کی بیماری روافض میں پائی جاتی ہے اِسی طرح تفریط و تنقیص کی بیماری میں خوارج و نواصب بھی مبتلا ہیں۔ بعد میں افراط و تفریط کی شاخیں نکلنے سے تنقیص و تقصیر کی مختلف شکلیں سامنے آتی گئیں۔ موجودہ دور میں ایسے لوگ بھی ہیں جو حضور نبی اکرم ﷺ کو منصبِ نبوت و رسالت سے نیچے اُتار کر محض ایک مصلح اور قومی رہنما کی سطح پر لانے کی کوشش کرتے ہیں۔ ایسے بھی ہیں جو حضور ﷺ کی معجزانہ شان و کمالات اور عظیم خصائص و مقامات کا انکار اور مثلیت پر اصرار کر کے آپ ﷺ کو عام انسان کی طرح دیکھتے ہیں یا حضور اکرم ﷺ کی عظمت اور قدر و منزلت اور محبت و مودّت کے آداب اور مظاہر کو شخصیت پرستی سے تعبیر کرتے ہوئے حضور نبی اکرم ﷺ اور اولیاء و صالحین کے توسل و شفاعت کو ناجائز تصور کرتے ہیں۔ یہ گروہ اسلام کے روحانی آثار و روایات اور سلف صالحین کے اطوار و تعلیمات کو خرافات قرار دیتا ہے۔

یہ خود راہ گم کردہ لوگ صوفیاء عظام اور ائمہ و فقہاءِ امت کو العیاذ باللہ بدعتی یا سازشی گروہ قرار دیتے ہیں۔ یہی لوگ ہیں جو تفریط اور تقصیر کے انتہائی خطرناک کنارے پر پہنچ کر خود بھی گمراہ ہوئے اور دوسروں کو بھی گمراہ کر رہے ہیں۔ ایسے لوگوں کی اکثریت سخت گیر، غیر لچک دار اور منہ زور رویوں کی حامل ہے۔ چھوٹی چھوٹی بات پر شرک و بدعت کے فتووں کی بوچھاڑ ان کا وطیرہ بن چکا ہے۔ اسلام کی تعلیماتِ محبت و حکمت کے برعکس وہ جہاد کے لبادے میں دنیا بھر میں قتل و غارت گری کو اپنا شعار بنائے بیٹھے ہیں اور (اِلَّا مَا شَاءَ اللهُ) فی زمانہ ان کی اکثریت کے اسی مجموعی تاثر کی وجہ سے دشمنانِ اسلام پوری اسلامی دنیا کو ''دہشت گرد'' ثابت کرنے پر تلے ہوئے ہیں۔ صاحبانِ فہم و بصیرت جانتے ہیں کہ موجودہ دور میں اسلام کو اس بے بنیاد الزام تراشی نے جتنا نقصان دیا ہے ماضی میں کوئی بڑی سے بڑی جنگی شکست بھی نہیں دے سکی۔ سب سے بڑا نقصان یہ ہوا کہ اسلام

جو کہ دینِ دعوت تھا، اس کے مغربی دنیا میں فروغ ونفوذ کے امکانات مسدود ہو گئے ہیں مغرب جو عقل و دانش پر منحصر بات کو سنتا ہے اس پراپیگنڈے سے مرعوب ہو کر اسلام کی دعوت کا پیغام سننے کے لئے تیار نہیں۔ ہم سمجھتے ہیں کہ یہ سب کچھ اسی انتہا پسندی کی وجہ سے ہو رہا ہے جو روحِ دین کے خلاف ہے۔ اس طبقہ کے انتہا پسندانہ رویوں کی وجہ سے آج کفر کو بالواسطہ اسلام کے خلاف صف آرائی کرنے کا بہانہ مل رہا ہے۔

تیسرا گروہ ...... معتدلین

معتدلین کا طبقہ وہ ہے جو توازن اور اعتدال کی راہ پر گامزن ہو کر افراط و تفریط کے درمیان توسط کی روش اختیار کئے ہوئے ہے۔ یہ طبقہ جو اللہ تعالیٰ کی ذات کو لاشریک مانتا ہے، یہ لوگ معرفتِ خداوندی اور رضائے الٰہی کے حصول کو زندگی کا مقصود اور معراج سمجھتے ہیں۔ قرآن وسنت اور شریعت نے جو حدود مقرر کی ہیں ان کو نہ توڑتے ہیں اور نہ پھلانگ جانے کی جسارت کرتے ہیں۔ وہ انبیائے کرام علیہم السلام کی شان میں حکمتِ مثلیت کا اقرار تو کرتے ہیں مگر شانِ امتیاز وفضیلت پر اصرار کرتے ہیں جبکہ مقصرین انبیاء کی شانِ فضیلت کا محض اقرار کرتے ہیں اور مثلیت پر اصرار کرتے ہیں۔ یہ طبقہ صحابہ کرام، ائمہ اہل بیتِ اَطہار، فقہاء ومحدثین اور اہلِ ولایت وطریقت کو وہی حیثیت دیتا ہے جو نقلاً اور عقلاً مبنی بر صداقت ہے۔ یہ طبقہ نہ تو ائمہ وفقہاء کو انبیاء و رُسل علیہم السلام کی طرح معصوم سمجھتا ہے اور نہ ان کی شان میں تنقیص وتخفیف کی جسارت و گستاخی کرتا ہے۔ یہ طبقہ نہ تو اِن کو یہ حیثیت دیتا ہے کہ ان کے ہر قول وفعل، ان کے اجتہادی تفردات اور ان کے مخصوص اعمال و مشاغل کو بلا دلیل شرعی حجتِ قاطع کی حیثیت سے تسلیم کرے اور راہِ قرآن وسنت کی بجائے انہیں مدارِ اِستدلال بنائے اور نہ ہی یہ اس حد تک جاتا ہے کہ ان کی بعض اجتہادی خطاؤں کو مخصوص ذوقی و روحانی مشاغل کی بناء پر سرے سے رد کر دے۔ اعتدال کی یہ روش فی زمانہ ناپید ہوتی چلی جا رہی ہے۔

راقم بھی اکابرینِ امت کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے اِسی طریق اور منہج کی تجدید

کے لئے ہمہ تن مصروف و مشغول ہے۔ یہی مسلکِ صحابہ کرام، تابعینِ عظام اور قرونِ اولیٰ کے ائمہ واسلاف اور اولیاء و صالحین کا ہے۔ یہی حقیقت میں سوادِ اعظم کی راہ ہے اور اسی کو اکابر نے مسلکِ اہل السنۃ والجماعۃ سے تعبیر کیا ہے۔

روشِ اعتدال پر قائم رہنا بذاتِ خود ایک امتحان ہے

روشِ اعتدال پر قائم رہنا آسان کام نہیں بلکہ ایک بڑا چیلنج اور امتحان ہے۔ اِس روش کا انسان چکی کے دو کھردرے پاٹوں کے درمیان پِستا رہتا ہے۔ اِس سے نہ تو پہلا گروہ خوش ہوتا ہے اور نہ دوسرا۔ افراط اور تفریط میں مبتلا لوگ ہر دو سمت سے ایسے لوگوں پر حملہ آور ہوتے ہیں اور عوام ان کے شور وغوغہ سے متاثر ہوتے رہتے ہیں۔

راقم کا ذاتی رُجحان اور طبعی میلان بربنائے تحقیق توسط، اعتدال اور توازن کو پسند کرتا ہے۔

ہم نہ تو کسی مباح و مستحب کو بدعت قرار دینا پسند کرتے ہیں، نہ کسی مکروہ اور خلاف اولیٰ کو حرام کہنا گوارا کرتے ہیں۔ نہ عام درجہ کے امرِ ممنوع کو کفر اور نہ مطلقاً ناجائز کو شرک کا درجہ دیتے ہیں۔ اسی طرح نہ کسی جائز و مستحب کو سنّت مؤکدہ یا واجب کا درجہ اور نہ محض سنّت کو فرض کا، نہ اولیٰ و خلافِ اولیٰ اور مستحسن وغیر مستحسن کے فرق کو فرض اور حرام کے فرق میں بدلتے ہیں۔ نہ امورِ خیر و برکت اور معمولاتِ سلف صالحین کے ترک کرنے کے حق میں ہیں اور نہ انہیں عملاً واجباتِ دین میں شامل کرتے ہیں۔

الغرض معروف کو منکر اور منکر کو معروف بنانا ہمارا معمول نہیں۔ راقم سوءِ ظن سے ہر ممکن اجتناب اور فتویٰ زنی سے حتی الوسعیٰ گریز کرتا ہے مگر محبتِ رسول ﷺ سے محروم کو بدبخت اور اہانتِ رسول ﷺ کے مرتکب کو قطعی کافر سمجھتا ہے۔

۲۔ صیغۂ خطاب کے ساتھ صلاۃ وسلام شرک نہیں

بعض لوگ جوشِ توحید میں صیغۂ خطاب کے ساتھ آقائے دوجہاں حضور نبی اکرم ﷺ پر صلاۃ وسلام کو استعانت بالغیر کہہ کر شرک قرار دیتے ہیں اور اسے ناجائز سمجھتے ہیں جو سراسر غلط ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حضور نبی اکرم ﷺ کو پکارنے سے منع نہیں کیا بلکہ پکارنے کے آداب سکھائے ہیں، ارشادِ ربّانی ہے:

لَا تَجْعَلُوْا دُعَآءَ الرَّسُوْلِ بَيْنَكُمْ كَدُعَآءِ بَعْضِكُمْ بَعْضًا ط قَدْ يَعْلَمُ اللهُ الَّذِيْنَ يَتَسَلَّلُوْنَ مِنْكُمْ لِوَاذًا ج فَلْيَحْذَرِ الَّذِيْنَ يُخَالِفُوْنَ عَنْ اَمْرِهٖٓ اَنْ تُصِيْبَهُمْ فِتْنَةٌ اَوْ يُصِيْبَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ○[1]

”(اے مسلمانو!) تم رسول کے بلانے کو آپس میں ایک دوسرے کو بلانے کی مثل قرار نہ دو (جب رسولِ اکرم ﷺ کو بلانا تمہارے باہمی بلاوے کی مثل نہیں تو خود رسول ﷺ کی ذاتِ گرامی تمہاری مثل کیسے ہو سکتی ہے)، بیشک اللہ ایسے لوگوں کو (خوب) جانتا ہے جو تم میں سے ایک دوسرے کی آڑ میں (دربارِ رسالت ﷺ سے) چپکے سے کھسک جاتے ہیں، پس وہ لوگ ڈریں جو رسول (ﷺ) کے امرِ (ادب) کی خلاف ورزی کر رہے ہیں کہ (دنیا میں ہی) انہیں کوئی آفت آ پہنچے گی یا (آخرت میں) ان پر دردناک عذاب آن پڑے گا۔“

اس آیت کے شانِ نزول کے بارے میں ائمہ تفسیر نے حضرت سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کے حوالے سے لکھا ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم حضور نبی اکرم ﷺ کو پکارتے وقت ”یا محمد اور یا ابا القاسم“ کہا کرتے تھے۔

(۱) النور، ۲۴:۶۳

۱۔ امام محمود آلوسیؒ لکھتے ہیں:

فنهاهم الله تعالی عن ذالک بقوله سبحانه: لا تجعلوا......الآية إعظاما لنبيه ﷺ، فقالوا: يا نبی الله يا رسول الله۔[1]

''پس اللہ ﷻ نے انہیں اپنے اس فرمان ''**لَا تَجۡعَلُوۡا دُعَآءَ الرَّسُوۡلِ**'' کے ذریعہ اپنے نبی ﷺ کی تعظیم و تکریم کی خاطر منع فرمایا۔ پس صحابہ نے بوقت نداء یا نبی اللہ، یا رسول اللہ (ﷺ) کہنا شروع کر دیا۔''

- تمام علمائے امت کا اس امر پر اتفاق ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ کو لاپرواہی اور بے توجہی و بے اعتنائی کے طور پر ذاتی نام سے پکارنا حرام ہے اور یہ حکم حیاتِ ظاہری کے ساتھ مختص نہیں بلکہ قیامت تک کے لئے ہے۔ تمام اہلِ ایمان کے لئے آپ ﷺ کو پکارنا جائز ہے خواہ قریب ہوں یا بعید اور خواہ حیاتِ ظاہری ہو یا بعد از وصال۔ آیتِ مبارکہ میں وارد ہونے والی نہی کا محل دراصل وہ عامیانہ لہجہ اور طرزِ گفتگو ہے جو صحابہ اور اہلِ عرب ایک دوسرے سے بلاتکلف اختیار کرتے تھے۔ اس حکمِ نہی میں مطلق ندا سے منع نہیں کیا گیا اس لیے تعظیم و تکریم پر مشتمل ندا جائز ہے۔

- دوسری اور اہم بات یہ ہے کہ مدعائے کلام بارگاہِ نبوی ﷺ کی تعظیم و توقیر کی تعلیم ہے لہٰذا اگر صیغہ خطاب کے ساتھ ادب و تعظیم کا تقاضا پورا نہ ہو اور عرفاً و معناً اس ندا سے گستاخی اور اہانتِ رسول کا پہلو نکلتا ہو تو وہ ندا ممنوع اور حرام ہوگی وگرنہ نہیں۔ اہلِ ایمان حضور ﷺ کی ذاتِ گرامی کو آپ ﷺ کا نام لیے بغیر، منصبِ نبوت و رسالت کے ساتھ پکارتے ہیں تو اس میں محبت، ادب، تعظیم اور توقیر مراد ہوتی ہے۔

- نداء کے جواز کا تیسرا سبب یہ ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے قریب و بعید اور حیاتِ ظاہری اور بعد از وصال تمام اہلِ ایمان کو تشہد میں سلام پیش کرنے کا جو طریقہ تعلیم

(۱) آلوسی، روح المعانی، ۱۸:۲۰۴

فرمایا اس میں دعا و پکار اور نداء بطریقِ خطاب ہی وارد ہے۔ یہ الفاظ محض حکایۃً نہیں کہ اللہ تعالیٰ ﷻ نے شبِ معراج حضور نبی اکرم ﷺ کو فرمایا تھا بلکہ ضروری ہے کہ ہر نمازی اپنی طرف سے بارگاہِ نبوی ﷺ میں اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ اَیُّهَا النَّبِیُّ وَرَحْمَةُ اللهِ وَ بَرَکَاتُهُ (یا نبی! آپ پر خاص سلامتی، اور اللہ تعالیٰ کی رحمت اور اس کی برکات ہوں) کے کلمات کے ساتھ سلام پیش کرے۔ تمام اہلِ ایمان کو اپنی طرف سے بطور انشاء بارگاہِ نبوی ﷺ میں سلام بھیجنا لازم ہے۔ ذیل میں ہم اس سلسلے میں محدثین و محققین کی آراء پیش کرتے ہیں۔

۲۔ علامہ ملا علی قاریؒ لکھتے ہیں:

اجمع الأربعة علی أن المصلی يقول: أَيُّهَا النَّبِيُّ. وأن هذا من خصوصياته عليه السلام، إذ لو خاطب مصلٍ أحدًا غيرهُ و يقول السلام عليک بطلت صلا ته.(۱)

''ائمہ اربعہ کا اس امر پر اجماع ہے کہ نمازی تشہد میں ''اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ اَیُّهَا النَّبِیُّ'' کہے اور یہ اندازِ سلام آپ ﷺ کی خصوصیات میں سے ہے۔ اگر کوئی نمازی آپ کے علاوہ کسی ایک کو بھی خطاب کرے اور ''اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ'' کہے تو اس کی نماز باطل ہو جائے گی۔''

۳۔ امام جلال الدین سیوطیؒ نے الخصائص الکبریٰ میں ایک مکمل باب قائم کیا ہے اور اس خصوصیت کو درج ذیل عنوان سے تعبیر کرتے ہوئے لکھا ہے:

باب اختصاصه ﷺ بأن المصلی يخاطبه بقوله ''اَلسَّلَامُ عَلَيْکَ أَيُّهَا النَّبِيُّ'' ولا يخاطب سائر الناس.(۲)

''یعنی آپ ﷺ اس امر کے ساتھ مختص ہیں کہ نمازی آپ ﷺ کو صیغہ

(۱) ملا علی قاری، شرح الشفاء، ۳: ۴۶۸

(۲) سیوطی، الخصائص الکبری، ۲: ۲۵۳

خطاب کے ساتھ اس طرح سلام پیش کرتا ہے ’’اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ اَیُّهَا النَّبِیُّ‘‘ اور وہ تمام لوگوں کو مخاطب نہیں ہو سکتا۔‘‘

۴۔ امام قسطلانیؒ المواہب اللدنیہ میں اور امام زرقانی شرح المواہب میں اسی خصوصیت کو بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

ومنها أن المصلی یخاطبه بقوله: اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ أَیُّهَا النَّبِیُّ وَرَحْمَةُ اللهِ وَ بَرَکَاتُهُ کما فی حدیث التشهد والصلوٰة صحیحة. ولا یخاطب غیرهٗ من الخلق ملکا أو شیطانا أو جمادًا أو میتاً. (۱)

’’حضور نبی اکرم ﷺ کی خصوصیات میں سے یہ بھی ہے کہ نمازی آپ ﷺ کو ’’اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ اَیُّهَا النَّبِیُّ وَرَحْمَةُ اللهِ وَ بَرَکَاتُهُ‘‘ کے کلمات کے ساتھ خطاب کرتا ہے جیسا کہ حدیثِ تشہد میں ہے اور اس خطاب کے باوجود اس کی نماز صحیح رہتی ہے۔ وہ آپ ﷺ کے علاوہ مخلوق میں سے کسی فرشتے یا شیطان اور جماد یا میت کو خطاب نہیں کر سکتا۔‘‘

۵۔ امام غزالیؒ نے احیاء العلوم میں کیا ایمان افروز عبارت لکھی ہے فرماتے ہیں:

واحضر فی قلبک النبي ﷺ وشخصه الکریم، وقُلْ: سَلَامٌ عَلَیْکَ أَیُّهَا النَّبِیُّ وَرَحْمَةُ اللهِ وَ بَرَکَاتُهُ. ولیصدق أملک فی أنه یبلغه و یرد علیک ما هو أوفٰی منه. (۲)

’’(اے نمازی! پہلے) تو حضور نبی اکرم ﷺ کی کریم شخصیت اور ذاتِ مقدسہ کو اپنے دل میں حاضر کر پھر کہہ: اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ أَیُّهَا النَّبِیُّ وَرَحْمَةُ اللهِ وَ بَرَکَاتُهُ۔ تیری امید اور آرزو اس معاملہ میں مبنی بر صدق و اخلاص ہونی چاہیے

(۱) زرقانی، شرح المواهب اللدنیه، ۵:۳۰۸

(۲) غزالی، إحیاء علوم الدین، ۱:۱۵۱

کہ تیرا سلام آپ ﷺ کی خدمت اقدس میں پہنچتا ہے اور آپ ﷺ اس سے کامل تر جواب سے تجھے نوازتے ہیں۔‘‘

اس عبارت سے یہ امر واضح ہوا کہ اگر خطاب اپنے ظاہری معنی و مفہوم میں نہ ہوتا تو آپ ﷺ کی ذاتِ مقدسہ کو مستحضر سمجھ کر سلام پیش کرنے کی تلقین نہ کی جاتی۔

۶۔ نماز میں صیغۂ خطاب سے حضور اکرم ﷺ کو مخاطب ہونے کی حکمت امام طیبی نے بھی بیان کی ہے جسے امام ابنِ حجر عسقلانی نے فتح الباری میں نقل کیا ہے:

إن المصلين لما استفتحوا باب الملكوت بالتحيات أذن لهم بالدخول فی حريم الحي الذي لا يموت، فَقَرَّت أعينهم بالمناجاة. فنبهوا أن ذلک بواسطة نبي الرحمة وبركة متابعته. فالتفتوا فإذا الحبيب فی حرم الحبيب حاضر فأقبلوا عليه قائلين: اَلسَّلَامُ عَلَيْکَ أَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللهِ وَ بَرَکَاتُهُ.(۱)

’’بے شک نمازی جب التحیات سے ملکوتی دروازہ کھولتے ہیں تو انہیں ذاتِ باری تعالیٰ حَیٌّ لَا یَمُوْتُ کے حریمِ قدس میں داخل ہونے کی اجازت نصیب ہوتی ہے، پس مناجاتِ ربانی کے سبب ان کی آنکھوں کو ٹھنڈک عطا ہوتی ہے۔ پھر انہیں متنبہ کیا جاتا ہے کہ یہ سب کچھ حضور نبی اکرم ﷺ کی وساطت اور آپ کی متابعت کی برکت سے حاصل ہوا ہے۔ پس وہ ادھر توجہ اور التفات کرتے ہیں تو دیکھتے ہیں کہ سرکارِ دو عالم ﷺ اپنے کریم رب کے حضور میں موجود ہیں تو وہ آپ ﷺ کی طرف یوں سلام پیش کرتے ہوئے متوجہ ہوتے ہیں: اَلسَّلَامُ عَلَيْکَ أَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللهِ وَ بَرَکَاتُهُ۔‘‘

۷۔ شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ صیغہ خطاب کی وجہ پر محققانہ کلام کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

(۱) عسقلانی، فتح الباری، ۲: ۳۱۴

و بعضے از عرفاء گفته اند كه ايں خطاب بجهت سريان حقيقة محمديه است در ذرائر موجودات وافراد ممكنات۔ پس آن حضرت در ذات مصليان موجود و حاضر است۔ پس مصلى بايد كه ازيں معنى آگاه باشد و ازين شهود غافل نبود تا بانوار قرب و اسرار معرفت متنور و فائز گردد۔[۱]

''بعض عرفاء نے کہا ہے کہ اس خطاب کی جہت حقیقتِ محمدیہ کی طرف ہے جو کہ تمام موجودات کے ذرہ ذرہ اور ممکنات کے ہر ہر فرد میں سرایت کیے ہوئے ہیں۔ پس حضور ﷺ نمازیوں کی ذاتوں میں حاضر و موجود ہیں لہٰذا نمازی کو چاہئے وہ اس معنی سے آگاہ رہے اور اس شہود سے غافل نہ ہو یہاں تک کہ انوارِ قرب اور اسرارِ معرفت سے منور اور مستفید ہوجائے۔''

۸۔ شاہ عبدالحق محدث دہلوی ایک اور مقام پر لکھتے ہیں:

ذكر كن او را و درود بفرست بروے ﷺ و باش در حال ذكر گويا حاضر است پيش تو در حالتِ حيات، و مى بينى تو او را امتادب با جلال و تعظيم و هيبت وحياء بد آنكه وے ﷺ مى بيند ترا و مى شنيد كلام ترا زيرا كه وے متصف است بصفات اللّٰه تعالىٰ۔ ويكے از صفات الٰهى آنست كه أنا جليس من ذكرنى و پيغمبر را نصيب وافر است ازيں صفت۔[۲]

''(اے مخاطب!) تو حضور نبی اکرم ﷺ کا ذکر کر اور ان پر درود بھیج اور

(۱) عبدالحق الدہلوی، اشعة اللمعات، ۱: ۴۰۱

(۲) عبدالحق الدہلوی، اشعة اللمعات، ۲: ۶۲۱

حالتِ ذکر میں اس طرح سمجھ کہ گویا آپ ﷺ حیات ظاہری میں تیرے سامنے موجود ہیں، اور تو جلالت و عظمت کو ملحوظ رکھ کر اور ہیبت و حیاء کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے آپ ﷺ کو دیکھ رہا ہے۔ یقین جان کہ آپ ﷺ تجھے دیکھتے ہیں اور تیرا کلام سنتے ہیں کیونکہ حضور نبی اکرم ﷺ اللہ تعالیٰ کی صفات کے ساتھ موصوف و متصف ہیں۔ ان صفاتِ ربانی میں سے ایک صفت یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے أَنَا جَلِيْسُ مَنْ ذَكَرَنِيْ (میں اس کا ہم نشین ہوں جو مجھے یاد کرے) اور آپ ﷺ کو اس صفتِ الٰہیہ سے وافر حصہ حاصل ہے۔‘‘

ایک شبہ اور اس کا ازالہ

بعض لوگوں کا کہنا یہ بھی ہے کہ صحابہ کرام بعد از وصالِ نبوی اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ کی بجائے اَلسَّلَامُ عَلَى النَّبِيِّ کہتے تھے لہٰذا اب سلام بصیغہ خطاب کہنا جائز نہیں ہے اس لئے شرک ہے۔ ذہن نشین رہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے صرف اور صرف اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللهِ وَ بَرَكَاتُهُ کے اندازِ نداء و خطاب میں ہی سلام پیش کرنے کا طریقہ سکھلایا ہے۔ حضور ﷺ نے قطعاً یہ نہیں فرمایا کہ میری ظاہری حیات میں تو مجھ پر سلام نداء و خطاب کے ساتھ پیش کریں اور بعد از وصال بدل دیں۔ اگر بعد از وصال نداء و خطاب کے انداز میں سلام پیش کرنا جائز نہیں تھا تو گویا حضور ﷺ کی تشہد کے بارے میں تعلیم ادھوری اور ناقص رہ گئی؟ (معاذ اللہ) کیا کوئی عام مسلمان بھی یہ تصور کر سکتا ہے؟ ہرگز نہیں۔

حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اپنے عہدِ خلافت میں منبر پر بیٹھ کر نداء و خطاب پر مشتمل تشہد و سلام کی تعلیم دی اور اکابر صحابہ کی موجودگی میں یہ تلقین فرمائی اور کسی صحابی نے اس کا انکار نہیں کیا۔ خطاب کے صیغہ کے ساتھ سلام پیش کرنے پر اجماعِ صحابہ ہے۔ خلفائے راشدین اور دیگر اکابر صحابہ نے اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ کے صیغہ خطاب کے ساتھ سلام پیش کیا ہے۔ تاہم اتنا کہا جا سکتا ہے کہ نداء و خطاب کے صیغہ کے

ساتھ سلام پیش کرنا واجب نہیں ہے لیکن وجوب کی نفی سے جواز بلکہ استحباب کی نفی بھی لازم نہیں آتی کیونکہ خلفائے راشدین اور اہلِ مدینہ کا اجماع اور جمہور امت کا اسی پر مداومت کے ساتھ عمل اس پر شاہدِ عادل اور دلیلِ صادق ہے۔ علامہ ملا علی قاریؒ کا اس پر قول بطور دلیل ہم پچھلے صفحات میں نقل کر آئے ہیں کہ جمہور امت کے نزدیک حضور نبی اکرم ﷺ کو بصیغہ نداء و خطاب کے ساتھ سلام پیش کرنا بالکل جائز ہے۔

حضور نبی اکرم ﷺ کو آپ کی ظاہری حیاتِ طیبہ اور بعد از وصال صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سلف صالحین نے قریب اور بعید کی مسافت کے فرق کے بغیر بصیغہ نداء و خطاب پکارا۔ مستند کتبِ احادیث اور سیر میں درجنوں واقعات اس بات کی دلیل ہیں کہ اکابر اور سلف صالحین کبھی بھی آپ ﷺ کو بصیغہ خطاب پکارنے میں کسی قسم کے الجھاؤ اور شک و شبہ میں مبتلا نہیں رہے۔ انہوں نے اپنی اپنی کتب میں اس عقیدہ صحیحہ کو بڑی شرح و بسط کے ساتھ واضح کیا ہے۔

www.MinhajBooks.com

۳۔ تصوف اور اِسلام

دین و شریعت کے دو بنیادی جزو ہیں:

۱۔ ظاہری احکام جو آگے چل کر فقہ کے نام سے مدون ہوئے۔

۲۔ روحانی و باطنی احکام جو دوسری صدی ہجری میں زہد و رقائق اور تصوف و طریقت کے نام سے معنون ہوئے۔

تصوف کو قرآنی اصطلاح میں تزکیۂ نفوس اور حدیث کی اصطلاح میں احسان کہتے ہیں۔ تصوف کے اجزائے ترکیبی عہدِ رسالتمآب ﷺ اور دورِ صحابہ میں عملاً موجود تھے کیونکہ یہ سب قرآن و سنت کی ابدی تعلیمات کا حصہ ہیں۔ تصوف اِسلام کی روحانی اور باطنی کیفیات اور روحانی اقدار و اطوار کا مجموعہ ہی نہیں بلکہ دینِ اِسلام کی علمی، فکری، عملی، معاشرتی اور تہذیبی و عمرانی و غیرہم تمام جہتوں میں اخلاص و احسان کا رنگ دیکھنا چاہتا ہے۔ یہ اِنسان کے جسم و رُوح اور اِس کے وجود کی تمام پرتوں پر جاری و ساری ہے۔ تصوف کی تمام تر اصطلاحات قرآن و حدیث سے مأخوذ و مستنبط ہیں۔ اِس حوالے سے ہماری کتاب ''حقیقتِ تصوف'' کا مطالعہ فائدہ مند رہے گا۔ یہاں صرف اختصار سے چند نکات پر اکتفا کیا جاتا ہے۔

- ائمہ تصوف نے اپنے تمام معتقدات، تصورات اور معمولات کی بنیاد قرآن و سنت کو ٹھہرایا ہے، حضرت جنید بغدادیؒ فرماتے ہیں:

این راہ کسے باید کہ کتاب بر دست راست گرفتہ باشد و سنتِ مصطفی ﷺ بردستِ چپ، و در روشنائی ایں دو شمع مے رود، تانہ در مغاك شبہت اُفتد نہ در ظلمت بدعت۔[1]

''یہ راہ یعنی تصوف صرف وہی پا سکتا ہے جس کے دائیں ہاتھ میں قرآنِ حکیم

(۱) فرید الدین عطار، تذکرۃ الأولیاء: ۹

اور بائیں ہاتھ میں سنت رسول ﷺ ہو اور وہ اِن دو چراغوں کی روشنی میں راستہ طے کرے تاکہ نہ شک و شبہ کے گڑھوں میں گرے اور نہ ہی بدعت کے اندھیروں میں پھنسے۔‘‘

سلسلہ عالیہ چشتیہ کے نامور شیخ حضرت نصیر الدین چراغ دہلوی فرماتے ہیں:

مشربِ پیر ...... حجت نمی شود۔ دلیل از کتاب و حدیث مے باید۔(۱)

’’شیخ طریقت کا مسلک حجت نہیں ہے دلیل قرآن و حدیث سے ہونی چاہئے۔‘‘

- تمام اکابر مشائخ و اولیاء کے نزدیک شیخِ طریقت ایسا ہونا چاہئے جو شریعت، طریقت اور حقیقت کے احکام و آداب وشرائط کا عالم ہو کیونکہ اگر وہ عالم ہوگا تو خود کسی ناجائز چیز کے بارے میں نہیں کہے گا۔
- روحانیت قال سے نہیں حال سے عبارت ہے۔ یہ علمی نظریہ کا نام نہیں بلکہ عملی تجربے کی چیز ہے اور یہ تجربہ بھی مادی نہیں سراسر باطنی ہے۔ روحانیت عقل و خرد اور دید شُنید سے حاصل ہونے والی چیز نہیں۔ یہ احساس، وجدان اور قلب و باطن کی راہ سے نصیب ہوتی ہے۔ یہ خارج سے نہیں، باطن سے پھوٹتی ہے۔ یہ تقریر و ابلاغ کے حسی و مادی تاروں سے نہیں، گرمی انفاس کی پاکیزہ موجوں سے پھیلتی ہے۔ یہ الفاظ کے قالب میں نہیں سماتی بلکہ احساس کی گہرائیوں میں اُترتی ہے۔ روحانیت کہنے سننے کی چیز نہیں، سیکھنے اور برتنے کی چیز ہے۔ یہ ایک حقیقت ہے جو اِنسان بطریقِ سلوک وتصوف پا لیتا ہے اور شکوک و شبہات سے محفوظ و مامون ہو جاتا ہے۔ یہ تزکیہ نفس، تصفیہ باطن اور پاکیزگی نفس کا الوہی منہاج اور وصول الی اللہ کا باطنی و پوشیدہ راستہ ہے۔

شریعت وطریقت کا باہمی ربط وتعلق

یہ بات ذہن نشین رہنی چاہیے کہ دینِ اسلام میں اصل شریعت ہے اور اِس کی فرع طریقت ہے۔ شریعت سرچشمہ و منبع ہے اور طریقت اِس سے نکلا ہوا دریا ہے۔

(۱) عبد الحق، اخبار الاخیار: ۸۱

طریقت کو شریعت سے جدا تصور کرنا غلط ہے۔ شریعت پر طریقت کا دار و مدار ہے۔ شریعت ہی معیار ہے۔ طریقت میں جو فیض ہے اور جو کچھ منکشف و مکشوف ہوتا ہے وہ شریعت ہی کے اِتباع کا صدقہ ہے۔ پس جو شخص طریقت، معرفت، حقیقت، سنتِ مصطفیٰ ﷺ اور شریعت مطہرہ کو جھٹلائے، مخالفت کرے اور رد کرے وہ بے دین ہے۔ اس کا حقیقت کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہے۔ جس طریقت میں شریعت کا پاس و لحاظ نہ ہو وہ بے دینی ہے اور جس شریعت کے ساتھ طریقت و معرفت نہ ہو وہ بھی ناقص اور ادھوری ہے۔ ظاہری اعمال کے ساتھ باطنی پاکیزگی کا حسین امتزاج ہی ہمارا نکتۂ امتیاز ہے۔

اہل اللہ کے دستِ حق پرست پر بیعت کرنا مسنون و مستحب ہے لیکن اِسی پر اکتفا کر لینا اور اوامر و نواہی کی پابندی نہ کرنا قطعاً درست نہیں۔ اصلاحِ باطن کے لئے بیعت کرنا مسنون ہے لیکن فرائض و واجبات اور سنن پر عمل دین کی بنیادی ضرورت ہے۔ بیعت کے لئے ضروری نہیں کہ رسماً کسی کے ہاتھ میں ہاتھ دیا جائے بلکہ بیعت کا اصل مقصد دین پر استقلال کے ساتھ کاربند رہنے کا عہد ہے۔ شیخِ کامل کی معاونت اور رہنمائی سے نفس و شیطان کے خطرناک حملوں کا مؤثر دفاع اور عبادت و ریاضت کے ذریعے اللہ تعالیٰ کی قربت و محبت کا حصول ممکن ہوتا ہے۔ یہ مقاصد اگر کسی اجتماعی نظم میں آ کر حاصل ہو جائیں تو باطن کی اصلاح کا یہ طریقہ بھی اختیار کرنا درست ہے۔ اس سے مقصود اصلاحِ نفس اور تزکیہ باطن ہے جس کا حصول اُستاد سے حاصل ہو، باپ سے، شیخ سے یا کسی اجتماعی نظم سے جملہ ذرائع درست ہیں، لیکن بیعت کو رسم و رواج یا عادت بنا لینا مقصودِ طریقت نہیں۔ کسی بھی سلسلۂ طریقت کو اختیار کیا جا سکتا ہے بشرطیکہ مندرجہ بالا مقاصد حاصل ہوں ورنہ تصوف و طریقت کے نام پر آج کل بے شمار کاروباری قسم کے لوگ اپنی اپنی دکانیں کھول کر بیٹھے ہوئے ہیں۔ ایسے لوگوں سے حتی الامکان بچنا چاہیے۔ بے عملی، بے ادبی اور حرصِ جاہ و مال سے بچ کر ہی اصلاحِ نفس ممکن ہے۔

خانقاہی نظام اور عہدِ جدید

دینِ اِسلام کی ترویج و اشاعت کا کارنامہ بیشتر ممالک میں صوفیائے کرام ہی کی

تبلیغی کاوشوں کا نتیجہ ہے۔ انہی کی مساعی جمیلہ سے ہر سُو اِسلام پھیلتا چلا گیا۔ یہی وجہ ہے کہ لوگوں کے دلوں میں اولیاء اللہ اور اربابِ طریقت کی والہانہ عقیدت و محبت اور اکرام و احترام کا جذبہ بغائت درجہ موج زن ہے۔ خانقاہی نظام ایک ایسا ادارہ ہے جہاں اِنسان کو مخلص، متقی، خدا ترس اور مخلوقِ خدا کا حقیقی اور سچا خیر خواہ بنانے کی تربیت دی جاتی تھی اِس نے برصغیر پاک و ہند کی تہذیبی، سماجی، معاشرتی، سیاسی، معاشی اور اخلاقی اقدار پر گہرے اثرات مرتب کئے۔ یہ خانقاہی نظام ایک عرصہ تک اپنی انہی معیاری بنیادوں پر اُستوار رہا جن پر اِسے قائم کیا گیا تھا لیکن ایک وقت ایسا بھی آیا کہ تعلیم و تربیت کا یہ معیاری نظام رُو بہ تنزل ہوتا چلا گیا۔

یہ ایک بدیہی حقیقت ہے کہ کوئی ادارہ اور نظام کتنا ہی مثالی کیوں نہ ہو بتمام و کمال عروج پر قائم نہیں رہ سکتا۔ زمانہ اپنی تمام تر حشر سامانیوں کے ساتھ اُسے کچل کر رکھ دیتا ہے۔ یہی حال خانقاہی نظام کے ساتھ بھی ہوا۔ شریعت اور طریقت کے مابین تفریق، شطحیات و انحرافات، ترکِ دنیا، مجاز پرستی کے ذریعے کئی خرافات اور سنت کے خلاف کئی اُمور ''روحانیت'' کے نام پر اِس میں در آئے جس کے باعث اس میں پہلے جیسا اخلاص، تقویٰ، اطاعت، خوفِ خدا اور بندگیٔ الٰہی کی روایت برقرار نہ رہی۔ لیکن اِس کے ساتھ ساتھ یہ حقیقت تسلیم کرنا پڑتی ہے کہ خود خانقاہوں کے اکابر شیوخِ طریقت نے اِن تمام اُمور کا سختی کے ساتھ نوٹس لیا اور اِس کی اصلاح و تجدید کی کوششیں شروع کر دیں۔ یہ مساعی جمیلہ جارحانہ کی بجائے خیر خواہانہ تھیں۔ تنقیح و تصریح اور تجدید و احیاء کی مؤثر آواز بلند ہوتی رہنی چاہیے تاکہ اِس نظام کو مثبت انداز کی تعمیری تنقید کے ذریعے خرافات سے پاک کیا جاتا رہے۔ لیکن چند ایک خرابیوں اور خلافِ سنت اُمور کو آڑ بنا کر پورے نظام کو فاسد اور باطل بنا دینا کہاں کی دانشمندی اور دین پروری ہے۔ یہ مسلمہ امر ہے کہ اِن خلافِ شرع اُمور کو کبھی بھی مسلمہ اربابِ طریقت کی تائید اور تحسین حاصل نہیں ہوئی۔ ہم بھی نظامِ خانقاہی کے احیاء کے بھرپور حامی ہونے کے ساتھ اس کی اصلاح کے داعی اور منکرات کی شدید مذمت کرتے ہیں۔

۴۔ مزاراتِ اولیاء کی زیارت اور حاضری کے صحیح آداب

اولیاء اللہ کے مزارات پر حاضری اور دُعا سے متعلق بعض طبقات کی سوچ اور طرزِ عمل افراط و تفریط کا شکار ہے۔ ایک طبقہ وہ ہے جو سرے سے اِس کے جواز کا ہی قائل نہیں بلکہ اِسے صریح شرک و بدعت گردانتا ہے۔ اِس کے برعکس ایک طبقہ عوام الناس کا ہے جسے اہلِ علم کی سند حاصل نہیں وہ بھی اِس سلسلہ میں جہالت اور تفریط میں مبتلا ہے۔ جمہور مسلمانوں کا مزارات پر طریقِ حاضری و دُعا نہایت معقول اور حزم و احتیاط کا آئینہ دار ہے۔ قاضی الحاجات، فریادرس اور حقیقی مشکل کشا اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔ لیکن مقربینِ بارگاہِ الٰہی انبیاء و اولیاء کا دُعا میں توسل جائز ہے اور اِن کے توسل سے دُعائیں قبول ہوتی ہیں۔ اِس سلسلہ میں حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلویؒ لکھتے ہیں:

> واز جملہ آدابِ زیارت است کہ روئے بجانب قبر و پشت بجانب قبلہ مقابل روئے میت بایستد و سلام دھد و مسح نکند قبر را بدست و بوسہ ندھد آنرا و منحنی نشود و روئے بخاک نمالد کہ ایں عادتِ نصاریٰ است۔ وقرأت نزد قبر مکروہ است نزدِ ابی حنیفہ و نزدِ محمد مکروہ نیست۔ و صدر الشہید کہ یکے از مشائخ حنفیہ است بقولِ محمد اخز کرد و فتویٰ ھم بریں است۔ و شیخ امام محمد بن الفضل گفتہ کہ مکروہ قرأتِ قرآن بہ جہر است واما مخافت لا بأس بہٖ است اگرچہ ختم کند۔[1]

(۱) شاہ عبدالحق، اشعۃ اللمعات، باب زیارۃ القبور: ۷۶۳

”قبورِ اولیاء کی زیارات کے آداب میں سے ہے کہ زائر قبر کی طرف منہ اور قبلہ کی جانب پیٹھ کر کے صاحبِ قبر کے منہ کے برابر کھڑا ہو جائے، اُسے سلام کہے، ہاتھ سے قبر کو نہ چھوئے اور نہ قبر کو بوسہ دے اور نہ قبر کے سامنے جھکے اور قبر کے سامنے مٹی پر اپنا منہ نہ ملے کیونکہ یہ طریقہ نصاریٰ کا ہے۔ قبر کے پاس قرآن حکیم کی تلاوت امام اعظم ابوحنیفہؒ کے نزدیک (بآوازِ بلند) مکروہ ہے، مگر امام محمدؒ کے نزدیک مکروہ نہیں ہے۔ علماءِ احناف میں سے صدر الشہید نے امام محمدؒ کے قول کو اختیار کیا ہے اور اِسی پر فتویٰ ہے۔ شیخ امام محمد بن الفضل نے کہا ہے کہ قبر کے نزدیک اُونچی آواز میں قرآن خوانی مکروہ ہے، لیکن اگر دھیمی آواز میں ہو تو سارا قرآن مجید پڑھ لینے میں بھی کوئی حرج نہیں۔“

یہ بات ذہن نشین رہے کہ صالحینِ اُمت کے مزارات کو بوسہ دینا ضروری اُمور میں سے نہیں ہے لہٰذا اس عمل کو منکرین و مخالفین کے ردِ عمل میں بے ادبی اور گستاخی سمجھنا اچھا نہیں ہے۔ اکابر مشائخ کے ملفوظات اور اُن کے معمولات میں احتیاط پسندی کی خاطر بوسہ دینے سے منع کیا گیا ہے۔ چنانچہ پیر سید مہر علی شاہ گولڑویؒ اِس سلسلہ میں لکھتے ہیں:

پس اقربِ صواب می نماید کہ کسے از ثقات و مقتدایاں تقبیلِ مزارات ہم ننماید، تاکہ عوام کالانعام در ورطۂ ضلال نیفتند۔ چہ بہ سبب جہل فرق میانِ سجود و تقبیل کردن نمی توانند۔(۱)

”بہتر یہی ہے کہ اربابِ علم اور رہنمایانِ قوم میں سے کوئی آدمی مزارات کا بوسہ نہ لے تاکہ دیکھا دیکھی میں بے علم اور عام اَن پڑھ لوگ گمراہی کے بھنور میں نہ پھنس جائیں۔ کیونکہ وہ جہالت کی وجہ سے بوسہ اور سجدہ میں تمیز نہیں کر سکتے۔“

تعظیماً بوسہ دینا فی نفسہٖ منع اور ناجائز نہیں ہے۔ اکابر علماء و مشائخ نے صرف

(۱) پیر مہر علی شاہ، تحقیق الحق: ۱۰۵

منہاج انٹرنیٹ بیورو کی پیشکش www.MinhajBooks.com

احتیاط کی خاطر بوسہ دینے سے منع کیا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ خواص کا عمل عامۃ الناس کے لئے دلیل و حجت ہوتا ہے اِس لئے خواص کو بطورِ خاص احتیاط کا دامن تھامنے کی طرف متوجہ کیا گیا ہے۔ خواص تو بوسہ اور سجدہ کا فرق بخوبی سمجھتے ہیں لیکن عوام یہ فرق نہیں سمجھتے اِس لئے عوام کی خاطر انہیں بھی منع کیا گیا ہے۔

مزاراتِ اولیاء پر دعا کا درست طریقہ

سلف صالحین نے قبورِ اولیاء پر حاضری دینے والے زائرین اور دُعا کرنے والوں کے لئے دو طریقے بیان کئے ہیں:

۱۔ پہلا طریقہ یہ ہے کہ دعا مانگنے والا اللہ تعالیٰ کا محتاج اور فقیر ہے اور اپنی حاجت اللہ تعالیٰ سے طلب کرتا ہے، مگر دُعا میں صاحبِ مزار کی روحانیت، بزرگی اور اُس کی خدماتِ جلیلہ کا وسیلہ پیش کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ سے مانگتا ہے اور یہ عرض کرتا ہے کہ ''اے میرے مولا! اِس صاحبِ مزار کی برکت سے اور اُس رحمت وعنایت کے صدقے جو تو نے اس صاحب مزار پر کی ہے اور اسے عظمت و بزرگی عطا فرمائی ہے، میری فلاں حاجت کو پورا فرما، کیونکہ حقیقی عطا کرنے والا اور مرادیں پوری کرنے والا تو ہے۔''

۲۔ دوسرا طریقہ یہ ہے کہ دعا مانگنے والا صاحبِ مزار کو مخاطب کرتے ہوئے کہے کہ ''اے اللہ تعالیٰ کے مقبول بندے! میری فلاں مراد اللہ تعالیٰ سے طلب کیجئے، اللہ تعالیٰ مجھے میری مطلوب شے عطا کر دے۔'' اِس طرح بھی سوال اللہ تعالیٰ ہی سے کیا جاتا ہے کیونکہ حقیقی مشکل کشا وہی ذات ہے، لیکن یہ اسلوب اختیار کرنا بطریقِ مجاز ہے جس کے تحت صاحبِ قبر کو بطور وسیلہ پیش کیا جاتا ہے۔ یہ طریقہ بھی اِس لئے جائز ہے کہ اللہ تعالیٰ اس پر قادر ہے کہ جسے چاہے اس کی التجا سنوا دے کیونکہ ہمارا یہ عقیدہ ہے کہ کوئی قبر والا ہو یا زندہ چلتا پھرتا انسان، اللہ تعالیٰ کی طرف سے

رحمت کے بغیر نہیں سن سکتا۔ یہ امر بعید نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ دُعا کرنے والے کی آواز کو قبر والے تک پہنچا دے اور پھر صاحبِ قبر عالمِ ارواح میں اللہ تعالیٰ سے اُس حاجت مند کے مقاصد کو پورا کر دینے کی التجا کرے۔ اِس طریقے میں بھی حاجت مند بالواسطہ اللہ تعالیٰ ہی سے مانگ رہا ہوتا ہے نہ کہ صاحبِ قبر سے۔

- اِن نازک اعتقادی اُمور کو بڑی احتیاط کے ساتھ عامۃ المسلمین کے سامنے بیان کرنا چاہیے۔ بعض حضرات مزارات پر حاضری دیتے وقت ایسے اعمال و افعال کرتے ہیں جو جمہور امت کے شعار کے خلاف ہیں۔ اِس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ معاندین و مخالفین کو اعتراض کا موقع مل جاتا ہے۔ اس میں قصور درحقیقت ہمارے ان بعض ائمہ و خطبا کا ہوتا ہے جو ایسے نازک عقائد میں احتیاط کو ملحوظ نہیں رکھتے اور بے جا تاویلات اور اُلٹے سیدھے دلائل عوام کی تائید کی خاطر بیان کرتے رہتے ہیں۔ اس سے ناقص لوگوں کے ذہن اُلجھاؤ کا شکار ہو جاتے ہیں۔

- ہمارا یہ عقیدہ ہے کہ کسی مرید کا اپنے شیخ و مرشد کی زندگی میں ان سے دُعا کرانے کی صورت میں بھی حاجت مانگنا اللہ تعالیٰ ہی سے ہوتا ہے کیونکہ وہ بھی تو اللہ تعالیٰ ہی سے مانگتا ہے۔ کوئی ولی اللہ یا شیخِ طریقت یہ نہیں کہتا کہ ”اے حاجت مند! یہ سب کچھ میں تجھے دے رہا ہوں،“ بلکہ وہ تو یہ کہتے ہیں کہ تم بھی اللہ تعالیٰ سے مانگو اور ہم بھی اُسی سے تمہارے لئے دعا کرتے ہیں۔ بعض اوقات کئی جہلا ”پیر صاحب“ کو مخاطب کر کے کہتے ہیں: ”یا صاحبِ مزار مجھے اولاد دے دیں، صحت دے دیں یا فلاں مسئلہ حل کر دیں۔“ ایسے موقعوں پر دین سے محبت، اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول پر ایمان کا تقاضا یہ ہے کہ بروقت ایسے لوگوں کی اصلاح کر دی جائے۔

۳۔ بزرگوں کے نزدیک دُعا میں زیادہ پسندیدہ اور محتاط طریقہ یہی ہے کہ قرآن و سنت میں منقول دُعائیں مانگنا معمول بنایا جائے اور حضرات انبیاء علیہم السلام و اولیاء کرام کا وسیلہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں پیش کیا جائے۔ اگر خاص حاجت مانگنی ہو تو حضرات انبیاء و

اولیاء و مقربینِ بارگاہ اِلٰہی سے اور بالخصوص حضور نبی اکرم ﷺ کی بارگاہ میں درخواست کی جائے کہ آپ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ بے کس پناہ میں دُعا فرما دیں کہ ہماری مشکلات آسان فرما دے اور حاجتیں بر لائے۔ یہ وہ محتاط طریقہ دُعا ہے جس پر کوئی شخص اعتراض نہیں کر سکتا۔ حزم و احتیاط کا تقاضا بھی یہی ہے کہ جہاں توہمات اور بدعات و خرافات میں مبتلا ہونے کا اندیشہ ہو اُس راستہ کو یکسر بند کر دیا جائے۔

باقی رہے خواص تو اپنی خداداد بصیرت اور رُوحانی طاقت سے عالمِ کشف میں وہ صاحبانِ قبر سے ہم کلام بھی ہوتے ہیں اور صاحبِ مزار سے رابطہ بھی رکھتے ہیں۔ جہاں صالحین کے مزار کی زیارت سے زائرین کو روحانی فیض و برکت حاصل ہوتی ہے وہاں بعض اوقات صاحبِ ولایت و مقام زائرین سے صاحبانِ قبر کی رُوح بھی روحانی برکت و فیض حاصل کرتی ہے۔

حضرات انبیاء علیہم السلام اور اولیاء کرام کے متعلق یہ عقیدہ رکھنا کہ وہ ذاتی یا مستقل طور پر متصرف ہیں یا اِس طرح تصرف و اختیار میں شریک سمجھنا کہ اللہ تعالیٰ اُن کی شرکت کے بغیر کائنات کا نظام نہیں چلا سکتا، کفر ہے۔ اس طرح کی ہر غلطی کی اصلاح کر کے اسے جڑ سے اُکھاڑ پھینکنا چاہئے۔ بزرگوں سے عقیدت اپنی جگہ لیکن کسی بھی مسئلہ میں غلو جائز نہیں۔

مزارات کے طواف اور شور و غل کی ممانعت

کعبۃ اللہ کے علاوہ کسی مقام یا قبر کا طوافِ تعظیمی منع ہے۔ فقہائے کرام نے قبرستان میں خیرات اور شیرینی تقسیم کرنے سے اس لئے منع کیا ہے کہ تقسیم کے وقت بچے اور عورتیں شور و غل کرتے ہیں۔ قبرستان کا ادب و احترام قائم نہیں رہتا لہٰذا ایسا کرنے میں بھی احتیاط کرنی چاہیے۔ مساکین اور زائرین کے لئے مزارات پر الگ اہتمام ہونا چاہیے۔ مقبولانِ بارگاہِ خداوندی کے اعراس میں جو ناجائز افعال و اعمال کئے جاتے ہیں

اِن سے صاحبِ مزار کو تکلیف و اذیت پہنچتی ہے۔ اِس طرح صاحبِ مزار کا فیض اور برکت زائر کو نصیب نہیں ہوتی۔ خیرات کی چیزیں اُوپر سے پھینکنا اور لوگوں کا اُن کو بطور تبرک حاصل کرنے کے لئے شور وغل کرنا، ایسے تمام اُمور غلط ہیں اور سلف صالحین نے اِن کی حوصلہ شکنی کی ہے۔ اس طرزِ عمل سے ایک تو رزق کی بے حرمتی ہوتی ہے، دوسرا مزار کا ماحول اور اُس کا تقدس پامال ہوتا ہے اور تیسرا اِس میں ریاکاری کا عمل دخل ہے۔ لہٰذا ایسے تمام اُمور سے پرہیز کرنا چاہیے۔

مزارات پر نذر و نیاز اور تبرک کی حقیقت

مزاراتِ اولیاء پر نذر و نیاز دینے اور وہاں ''لنگر'' پکانے یا کھانے کی حقیقت صرف اتنی ہے کہ یہ ایک نیک عمل ہے جس کی اصل قرآن و سنت میں موجود ہے۔ یہ صدقہ جاریہ کی ایک مستحسن صورت ہے جس سے اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب بندوں کو نواز رکھا ہے۔ ''**اطعام الطعام**'' تعلیمات قرآن وسنت کی معروف اصطلاح اور اسلامی تہذیب و ثقافت کی ایک نمایاں خصوصیت ہے۔ سورۃ الدھر میں اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب اور مخلص بندوں کی خصوصیات بیان فرمائی ہیں جن میں ضرورت مندوں اور ناداروں کو کھانا کھلانا بنیادی خصوصیت قرار دیا گیا، ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَيُطْعِمُوْنَ الطَّعَامَ عَلٰى حُبِّهٖ مِسْكِيْنًا وَّيَتِيْمًا وَّ اَسِيْرًا ○ اِنَّمَا نُطْعِمُكُمْ لِوَجْهِ اللّٰهِ لَا نُرِيْدُ مِنْكُمْ جَزَآءً وَّلَا شُكُوْرًا○ اِنَّا نَخَافُ مِنْ رَّبِّنَا يَوْمًا عَبُوْسًا قَمْطَرِيْرًا○(1)

''اور (اپنا) کھانا اللہ کی محبت میں (خود اس کی طلب و حاجت ہونے کے باوُجود اِیثاراً) محتاج کو اور یتیم کو اور قیدی کو کھلا دیتے ہیں○ (اور کہتے ہیں کہ) ہم تو محض اللہ کی رضا کیلئے تمہیں کھلا رہے ہیں، نہ تم سے کسی بدلہ کے خواستگار

(۱) الدھر، ۷۶:۸۔۱۰

ہیں اور نہ شکرگزاری کے (خواہشمند) ہیں ۝ ہمیں تو اپنے ربّ سے اُس دن کا خوف رہتا ہے جو (چہروں کو) نہایت سیاہ (اور) بدنما کر دینے والا ہے ۝‘‘

یہ کام اہل اللہ کے نزدیک نفلی عبادت سے زیادہ باعثِ ثواب ہے۔ حقیقت بھی یہی ہے کہ مخلوقِ خدا کی خدمت دراصل اللہ تعالیٰ کو خوش رکھنے کا ایک ذریعہ ہے۔ یہ حضور ﷺ کی سیرتِ طیبہ کا نمایاں وصف ہے اور اسوۂ حسنہ کے اتباع میں تمام صوفیاء کا معمول رہا ہے۔ حضور ﷺ خود یتیموں، مسکینوں اور ناداروں کا سہارا اور ملجا تھے۔ آپ ﷺ سے مروی متعدد احادیث میں ’’اطعام الطعام‘‘ کی ترغیب اور حکم موجود ہے۔ بلکہ بعض صحیح احادیث میں بیان ہوا ہے کہ حضور ﷺ نے اسلام کی تعریف اور بنیادی خصوصیات میں کھانا کھلانے اور دوسرے کی خیر خواہی چاہنے کو شامل فرمایا۔ ملاحظہ ہو فرمانِ نبوی:

۱۔ حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ سے کسی نے سوال کیا:

أَيُّ الْإِسْلَامِ خَيْرٌ؟ قَالَ: تُطْعِمُ الطَّعَامَ وَتَقْرَأُ السَّلَامَ عَلَى مَنْ عَرَفْتَ وَ مَنْ لَمْ تَعْرِفْ.(۱)

’’بہترین اسلام کون سا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: تو کھانا کھلائے اور سلام کرے اس شخص کو جس کو تو پہچانتا ہو یا نہ پہچانتا ہو۔‘‘

۲۔ اسی طرح مشہور صحابی سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضور ﷺ سے دریافت فرمایا: یا رسول اللہ ﷺ! مجھے کوئی ایسا عمل بتائیں جس کی بجا آوری سے میں جنت کا حق دار ٹھہر سکوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا:

أَطْعِمِ الطَّعَامَ، وَ أَفْشِ السَّلَامَ، وَصِلِ الْأَرْحَامَ، وَصَلِّ بِاللَّيْلِ وَالنَّاسُ

(۱) ۱۔ بخاری، الصحیح، کتاب الإیمان، باب افشاء السلام، ۱: ۱۹، رقم: ۲۸
۲۔ مسلم، الصحیح، کتاب الإیمان، باب تفاضل الإیمان، ۱: ۶۵، رقم: ۳۹
۳۔ ابوداؤد، السنن، کتاب الأدب، باب فی افشاء السلام، ۴: ۳۵۰، رقم: ۵۱۹۴

نِيَامٌ تَدْخُلُ الْجَنَّةَ بِسَلَامٍ.(۱)

’’ضرورت مند کو کھانا کھلاؤ، سلام (سلامتی اور خیر خواہی) کو عام کرو، صلہ رحمی کرو اور دوسرے لوگ نیند کے مزے لے رہے ہوں تو تم اٹھ کر نماز (تہجد) پڑھا کرو (ان اعمال کے باعث تم) سلامتی کے ساتھ جنت میں داخل ہو جاؤ گے۔‘‘

۳۔ حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جس وقت مدینہ تشریف لائے تو اول کلام جو میں نے ان سے سنا وہ یہ تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

أَيُّهَا النَّاسُ أَفْشُوا السَّلَامَ وَ أَطْعِمُوا الطَّعَامَ وَصَلُّوا وَالنَّاسُ نِيَامٌ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ بِسَلَامٍ.(۲)

’’لوگو! سلام کو عام کرو اور کھانا کھلاؤ اور جب لوگ سو رہے ہوں، نماز پڑھو تم سلامتی کے ساتھ جنت میں داخل ہو جاؤ گے۔‘‘

۴۔ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے اس سے مماثل روایت ہے جس میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اطعام الطعام کو اللہ کی عبادت کا ہم پلہ عمل قرار دیتے ہوئے فرمایا:

اعْبُدُوا الرَّحْمٰنَ وَ أَطْعِمُوا الطَّعَامَ وَ أَفْشُوا السَّلَامَ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ بِسَلَامٍ.(۳)

(۱) ۱۔ ابن حبان، الصحیح، ۶: ۲۹۹، رقم: ۲۵۵۹

۲۔ حاکم، المستدرك، ۴: ۱۴۴، رقم: ۷۱۷۴

(۲) ۱۔ ترمذي، السنن، کتاب صفة القیامة، ۴: ۶۵۲، رقم: ۲۴۸۵

۲۔ ابن ماجه، السنن، کتاب الأطعمة، ۲: ۱۰۸۳، رقم: ۳۲۵۱

۳۔ احمد بن حنبل، المسند، ۵: ۴۵۱، رقم: ۲۳۸۳۵

(۳) ۱۔ ترمذی، السنن، کتاب الأطعمة، باب فضل اطعام الطعام، ۴: ۲۸۷، رقم: ۱۸۵۵

۲۔ احمد بن حنبل، المسند، ۲: ۱۷۰، رقم: ۶۵۸۷

''تم رحمٰن کی عبادت کرو اور کھانا کھلاؤ اور سلام عام کرو ان تین امور کی انجام دہی کے ثمر کے طور پر تم سلامتی کے ساتھ جنت میں داخل ہو جاؤ گے۔''

آپ نے قرآن و سنت کے واضح احکام کو ملاحظہ کیا کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ نے کھانا کھلانے کا کس قدر اہتمام اور تاکید کے ساتھ ذکر فرمایا۔ بھلا یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ اللہ کے متقی، پرہیزگار، مخلصین اور محبین، اللہ تعالیٰ سے قربت اور اخلاص کا دعویٰ کریں اور اس کے محبوب رسول ﷺ کی محبت و اطاعت کا دم بھی بھریں لیکن ان کے ہاں مخلوقِ خدا کو خیر خواہی نہ ملے، بھوکوں کو کھانا کھلانے کی ترغیب اور عملی مظاہرہ نہ ہو چنانچہ مقربینِ بارگاہِ ایزدی جب حیات ہوتے ہیں خود بھی مخلوق کے لیے سراپا خیر ہوتے ہیں، ان کے دوست دشمن، امیر غریب جاننے والے اور غیر سب کے لیے ان کا دست عطا کھلا رہتا ہے اور جب وہ دنیا سے چلے جاتے ہیں تو اس وقت بھی ان کے اس عمل خیر میں انقطاع نہیں ہوتا۔

چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ دنیا میں جہاں جہاں ایسے مزارات ہیں وہاں قائم لنگر خانوں میں نادار، غریب اور مفلوک الحال لوگ پیٹ کی آگ بجھاتے ہیں۔ انہیں دو وقت کا کھانا مفت ملتا ہے تو یہ خود ایک بہت بڑی انسانی خدمت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی زندگی میں ان کے اخلاصِ عمل کو برکت سے نواز کر ان کے وصال کے بعد بھی ایصالِ ثواب کی یہ سبیل جاری رکھی ہوئی ہے۔ یہ دراصل زمین پر مائدۃ الرحمٰن (الوہی دسترخوان) ہے جس کی سعادت سے یہی عظیم المرتبت لوگ نوازے جاتے ہیں۔ انسانی استطاعت و طاقت سے یہ ممکن نہیں ہوتا بلکہ صرف اللہ تعالیٰ کی توفیق اور عنایت سے ہی اس قدر وسیع اسباب و وسائل میسر آتے ہیں۔

......۳۔ دارمی، السنن، ۲: ۱۴۸، رقم: ۲۰۸۱

۴۔ بزار، المسند، ۲: ۳۸۳، رقم: ۲۴۰۲

۵۔ بخاری، الأدب المفرد، ۱: ۳۴۰، رقم: ۹۸۱

برصغیر پاک و ہند میں ایسے مزارات بکثرت موجود ہیں مثلاً سیدنا علی بن عثمان الہجویری المعروف داتا صاحبؒ، حضرت بابا فرید مسعود گنج شکرؒ پاک پتن شریف، خواجہ ھند حضرت معین الدین چشتی اجمیریؒ، حضرت خواجہ نظام الدین اولیاءؒ، حضرت بہاؤ الدین ذکریا ملتانیؒ، حضرت مجدد الف ثانی، شیخ احمد فاروقی سرہندیؒ بطور خاص قابل ذکر ہیں۔ اسی طرح کے سینکڑوں مراکز اور مقامات ہیں جہاں آج بھی ہزاروں اور لاکھوں ایسے لوگ کھانا کھاتے ہیں جو بے روزگار اور بے سہارا ہوتے ہیں۔ غریب اور یتیم بچے، عورتیں، بوڑھے اور بیمار، سب بلاتمیز رنگ ونسل، عقیدہ و مذہب ان آستانوں پر آزادانہ کھاتے پیتے ہیں۔ ایک محتاط اندازے کے مطابق حضرت داتا صاحب کے احاطۂ مزار میں ہر روز ۲۰ سے ۳۰ ہزار لوگ مختلف شکلوں میں ''لنگر'' سے کھانا حاصل کرتے ہیں۔ اتنی بڑی تعداد میں بھوکوں، بے روزگاروں اور ضرورت مندوں کو کھانا کھلانا کوئی معمولی بات نہیں۔

یہ تو صرف اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم اور اس کی خصوصی عطاء سے ہی ممکن ہے ورنہ دنیا کا کوئی بادشاہ، دولت مند شخص یا تنظیم ایسا کرنے کی صلاحیت وقدرت نہیں رکھتی۔ پھر یہ سلسلہ دو چار دنوں یا مہینوں سے نہیں بلکہ صدیوں سے جاری و ساری ہے۔ ایسے نیک اور خدمتِ خلق پر مبنی عمل کو بلاسوچے سمجھے شرک و بدعت اور حرام کہنا بجائے خود بہت بڑی جسارت ہے۔ جیسا کہ اوپر ہم عرض کر چکے ہیں کہ یہ ''**اطعام الطعام**'' کے فرمانِ الٰہی پر عمل درآمد کی ایک بہترین شکل ہے۔ جائز مشروع اور مخلوقِ خدا کیلئے مفید عمل کو بلادلیل ناجائز عمل کہنا دراصل دین میں تجاوز ہے۔ یہ ایک طرف کی سوچ اور نقطۂ نظر ہے۔

دوسری طرف اس سے بھی زیادہ قباحتیں موجود ہیں۔ انہی قباحتوں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ کئی لوگوں نے اس لنگر یا نذر و نیاز کے کھانے سے متعلق بہت سی خود ساختہ باتیں گھڑ رکھی ہیں۔ کہیں اس کی شفا کے مبالغہ آمیز تذکرے کیے جاتے ہیں، کہیں اس کے عدمِ استعمال پر انجام بد سے ڈرایا جاتا ہے اور کسی جگہ کا لنگر ہر گناہ اور معصیت سے چھٹکارے کا ضامن سمجھا جاتا ہے۔ بزرگانِ دین کے مزارات اور ان کی قربت بلاشبہ

باعثِ خیر و برکت ہے اور ان کے آستانوں پر توسلاً اللہ پاک بیماروں کو شفا بھی دیتا ہے مگر یہ سب فوائد اضافی ہیں بنیادی غرض و غایت تو ضرورت مندوں کی بھوک کا ازالہ ہے۔

علاہ ازیں بعض مقامات اور مزارات پر اس نیک عمل کو بے جا پابندیوں اور اضافی شرطوں سے خاص کر دیا جاتا ہے مثلاً شیرینی کے ساتھ مختلف تحریریں لکھ دی جاتی ہیں جن کے ذریعے زائرین پر نفسیاتی طور پر ترغیب و ترھیب سے اثر انداز ہونے کی کوشش بھی کی جاتی ہے کہ ’’یہ کھانے سے اتنے پھیرے اور اسی طرح کی نیاز کی مزید تقسیم ضروری ہے۔‘‘ وغیرہ۔

یہ سب رسوم و رواج جہالت اور مزارات کے غلط استعمال کی مختلف شکلیں ہیں ایسی قباحتوں سے صاحبِ مزار کو یقیناً تکلیف پہنچتی ہے اس لئے ایسے امور سے ہر ممکن بچنے کی کوشش کرنی چاہیے۔ عرس کی شیرینی کھانے کے فضائل بیان کرنے اور نہ کھانے والے کو محروم سمجھے جانے کی کوئی اصل نہیں ہے۔

اعلیٰ حضرت محدث بریلویؒ سے پوچھا گیا کہ عرس کی شیرینی کے متعلق یہ کہنا کہ جو کوئی اِس کو کھائے گا اُس کا جنت مقام و دوزخ حرام ہے یہ کہنا شرعاً کیا حکم رکھتا ہے؟

انہوں نے جواب دیا: ’’یہ کہنا جزاف اور یاوہ گوئی ہے۔ اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ کس کا جنت مقام اور کس پر دوزخ حرام ہے۔ عرس کی شیرینی کھانے پر اللہ و رسول کا کوئی وعدہ ایسا نہیں ثابت جس کے بھروسہ پر یہ حکم لگا سکیں۔ یہ تقول علی اللہ کے مترادف ہے اور وہ ناجائز ہے۔

قال اللہ تعالی: اَطَّلَعَ الْغَيْبَ اَمِ اتَّخَذَ عِنْدَ الرَّحْمٰنِ عَهْدًا (مریم، ۱۹:۷۸)،

قال اللہ تعالی: أَتَقُوْلُوْنَ عَلَى اللهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ (البقرة، ۲:۸۰)۔[۱]

ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ’’وہ غیب پر مطلع ہے یا اس نے (خدائے) رحمٰن سے

(۱) احمد رضا خان، فتاویٰ رضویہ، ۴:۲۱۹

(کوئی) عہد لے رکھا ہے؟ (اسی طرح) اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''تم اللہ پر یونہی (وہ) بہتان باندھتے ہو جو تم خود بھی نہیں جانتے۔''

کلماتِ توسُّل میں احتیاط

اگر کوئی جاہل یہ عقیدہ رکھتا ہو کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں وسیلہ کے بغیر دُعا قابلِ سماعت ہی نہیں یا وسیلہ کا معنی یہ سمجھتا ہو کہ اللہ تعالیٰ پر العیاذ باللہ کوئی بوجھ یا دباؤ پڑتا ہے، تو ایسا عقیدہ باطل ہے جس کا سلف صالحین کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہے۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلویؒ سے مزارات پر فاتحہ کے طریقہ کے متعلق پوچھا گیا کہ ''بزرگوں کے مزار پر جائیں تو فاتحہ کس طرح سے پڑھا کریں؟'' انہوں نے جواب دیا: ''مزاراتِ شریفہ پر حاضر ہونے میں پائنتی کی طرف سے جائے اور کم از کم چار ہاتھ کے فاصلہ پر مواجہہ میں کھڑا ہو اور متوسط آواز میں مودِبانہ سلام کرے۔ ختم وغیرہ پڑھ کر اللہ ﷻ سے دعا کرے کہ الٰہی اس قرأت پر مجھے اتنا ثواب دے جو تیرے کرم کے قابل ہے نہ اِتنا جو میرے عمل کے قابل ہے اور اِسے میری طرف سے اِس بندہ مقبول کو نذر پہنچا۔ پھر اپنا جو مطلب جائز شرعی ہو اُس کے لئے دُعا کرے اور صاحبِ مزار کی رُوح کو اللہ ﷻ کی بارگاہ میں اپنا وسیلہ قرار دے۔ پھر اُسی طرح سلام کر کے واپس آئے۔ مزار کو ہاتھ نہ لگائے، نہ بوسہ دے۔ طواف بالاتفاق ناجائز ہے جبکہ سجدہ حرام ہے۔''(۱)

سجدۂ تعظیمی اور قبر کی سمت سجدہ کرنے کی ممانعت

سجدہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کے لئے جائز نہیں۔ غیر اللہ کو سجدۂ عبادت کھلا کفر ہے اور سجدۂ تعظیمی حرام ہے بلکہ ایسا عمل بھی ممنوع ہے جو سجدہ کی سی مشابہت رکھتا ہو وہ بھی مزارات پر نہیں کرنا چاہیے۔

---

(۱) احمد رضا خان، فتاویٰ رضویہ، ۴: ۲۱۲

حضرت ابو مرثد رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے حضور نبی اکرم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا:

لَا تُصَلُّوْا إِلَى الْقُبُوْرِ وَ لَا تَجلِسُوْا عَلَيْهَا.[1]

’’قبروں کی طرف رخ کر کے نماز نہ پڑھو اور نہ اُن پر بیٹھو۔‘‘

عامۃ الناس میں سے بعض لوگ مزارات کو بوسہ دیتے اور چوکھٹ چومتے ہیں یہ ناپسندیدہ فعل، مکروہ کے زمرے میں داخل ہے مگر شرک کے دائرے میں نہیں آتا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ زمین بوسی حقیقتاً سجدہ نہیں کیونکہ سجدہ میں سات اعضاء کا بیک وقت زمین پر رکھنا ضروری ہے۔ ہاں زمین بوسی اِس وجہ سے ممنوع ہے کہ مشابہتاً بت پرستی اور صورۃً قریبِ سجدہ ہے۔ حقیقتاً سجدہ نہ سہی پھر بھی منع ہے۔ اعلیٰ حضرت محدث بریلوی مولانا احمد رضا خانؒ نے اِس مسئلہ پر باقاعدہ الگ کتاب ”الزبدۃ الزکیۃ لتحریم سجود التحیۃ“ لکھی ہے جس میں انہوں نے ٹھوس دلائل سے سجدۂ تعظیمی اورخلافِ شرع اُمور کی تردید فرمائی ہے۔

اَعراس سے متعلقہ اُمور میں احتیاط

متعلقاتِ اعراس کے بارے میں مخالفین کا طرزِ عمل تو واضح ہے کہ وہ ہر جائز اور مباح کو شرک و بدعت گردانتے ہیں جو کہ قرآن و سنت کے نصوص کے برعکس ہے لیکن ان مبارک امور کو ماننے والے بھی بعض اوقات ان کی انجام دہی میں بڑی بے احتیاطی کرتے ہیں لہٰذا انہیں محتاط طرزِ عمل اختیار کرنا چاہیے۔ پیر سید مہر علی شاہ گولڑویؒ اِن نازک اُمور

(۱) ۱۔ مسلم، الصحیح، کتاب الجنائز، باب النھی عن الجلوس علی القبر، ۲: ۶۶۸، رقم: ۹۷۲
۲۔ نسائی، السنن، کتاب القبلۃ، باب النھی عن الصلوۃ إلی القبر، ۲: ۶۷، رقم: ۷۶۰
۳۔ احمد بن حنبل، ۴: ۱۳۵

کے بارے میں لکھتے ہیں:

این طعن مبنی است بر جہل به احوالِ مطعون علیه زیرا که غیر از فرائض شرعیه مقرره را هیچ کس فرض نمی داند۔ آرے زیارت و تبرك به قبورِ صالحین و امدادِ ایشاں باهداء ثواب و تلاوتِ قرآن و دعائے خیر و تقسیم طعام و شیرینی امر مستحسن و خوب موجبِ فلاح و نجات است۔ و خلف را لازم است که سلف خود را بدیں نوع برّو احسان نماید، چنانچه در احادیث ثابت است که ولد صالح یدعو له۔ تلاوتِ قرآن و اهدائے ثواب را عبادت قرار دادن، مبنی بر کمالِ بلادت و افراطِ جہل است۔ آرے اگر کسے سجده و طواف به نحوِ یا فلاں افعل کذا آرد مشابہت به عبدةُ الاوثان کرده باشد وچوں چنیں نیست پس در محل طعن نباشد۔(۱)

”یہ طعن اور اعتراض حقیقتِ حال سے عدم واقفیت کے باعث کیا گیا ہے اِس لئے کہ شریعت کے مقرر کردہ فرائض کے سوا کوئی آدمی کسی شے کو اپنی طرف سے فرض نہیں سمجھتا۔ ہاں البتہ اولیاء اللہ کے مزارات کی زیارت کرنا اور اُن سے فیض و برکت حاصل کرنا اور قرآنِ حکیم کی تلاوت کے بعد اُن کی ارواحِ طیبہ کو ثواب کا ہدیہ پیش کر کے اُن کی مدد کرنا، وہاں اچھی دُعائیں کرنا، مٹھائی یا کھانا تقسیم کرنا ایک اچھا عمل ہے اور فلاح ونجات کا بہت اچھا ذریعہ ہے۔ بعد میں آنے والوں پر لازم ہے کہ وہ اپنے اسلاف پر اس طرح کا احسان کریں چنانچہ احادیثِ مبارکہ سے ثابت ہے کہ نیک اولاد ماں باپ کے لئے دُعا مانگے۔ قرآن حکیم کی تلاوت اور اِس کے ایصالِ ثواب کو عبادت کے زُمرے

(۱) مہر علی شاہ، اعلاء کلمة اللہ: ٦٦

میں داخل کرنا بے وقوفی اور جہالت پر مبنی ہے۔ ہاں اگر کوئی شخص کسی قبر کے سامنے سجدہ کرے یا اُس کا طواف کرے یا اِن الفاظ میں دُعا کرے کہ اے صاحبِ مزار! میرا فلاں کام یوں کر دے، ایسا کرنا بتوں کے پجاریوں سے مشابہت پیدا کرتا ہے۔ چونکہ اولیاء اللہ کی قبروں پر آنے والے اِس طرح کا کوئی عمل نہیں کرتے اِس لئے اُن پر اِس قسم کا طعن درست نہیں ہے۔‘‘

یہ ایک حقیقت ہے کہ کسی بھی مزار پر جا کر براہِ راست اُنہیں حاجت روا سمجھ کر ایسے الفاظ کہنا جائز نہیں۔ اِس سلسلہ میں ہمیں لوگوں کو صحیح اور متوازن طریقہ بتاتے رہنا چاہیے۔ مشکل کشا، داتا گنج بخش، غریب نواز، دستگیر وغیرہ جیسے القابات جو بزرگوں کے ساتھ اِستعمال کیے جاتے ہیں، مجازاً کئے جاتے ہیں۔ اِن الفاظ کو حقیقتاً اور مستقلاً کسی کے ساتھ بھی اِستعمال کرنا جائز نہیں۔

www.MinhajBooks.com

۵۔ ضعفِ اعتقاد پر مبنی رسوم سے اجتناب کی ضرورت

دینِ اسلام کے احکام اور اوامر و نواہی کا منبع اور سرچشمہ قرآن اور سنت و سیرت نبوی ﷺ ہے۔ اچھے اور صالح اسلامی معاشرے میں لوگ اطاعت الٰہی اور اتباع رسول ﷺ کو ہی معیارِ عمل سمجھتے ہیں۔ تاہم دین سے دوری اور بے عملی کی وجہ سے ہر دور میں کچھ طبقات معاملاتِ حیات میں ڈگمگا جاتے ہیں۔ ایسے میں علمائے حق اور داعیان دین کا فریضہ ہوتا ہے کہ وہ سادہ لوح لوگوں کی ہدایت و رہنمائی فرمائیں۔ جائز اور ناجائز میں، حلال و حرام میں، توحید اور شرک میں فرق سمجھائیں۔ احکامِ دین کی تبلیغ میں ذاتی مفادات کو آڑے نہ آنے دیں ورنہ دین کھیل بن جائے گا۔ ذیل میں اسی طرح کے کچھ امور کا ذکر ہو رہا ہے جن میں احتیاط اور پرہیز ضروری ہے مثلاً

مزارات کے درختوں کے نیچے منتیں ماننا

بعض مزارات کے قریب بیری وغیرہ کے درخت ہوتے ہیں جن کے نیچے لوگ چادریں بچھا کر بیٹھتے ہیں۔ اگر بیر گرے تو اُس کا احترام بجا لاتے ہیں اور اُس سے روزہ افطار کرنا ضروری خیال کرتے ہیں۔ بیری کے پھل سے بیٹے کی فال نکالتے ہیں اور اگر پتے گریں تو بیٹیوں کی فال نکالتے ہیں۔ کوئی شخص خود بیر توڑ لے تو اُسے بھی سخت برا گردانتے ہیں۔ یہ تمام اُمور توہم پرستی کو فروغ دینے والے ہیں اور ایسے تمام اُمور بے بنیاد ہیں اور شرعاً ان کی کوئی اصل نہیں لٰہذا علماء کی ذمہ داری ہے کہ وہ لوگوں کو حقائق سے آگاہ کریں۔

- اسی طرح قبر بلا مقبور کی زیارت کرنے کی کوئی اصل نہیں ہے۔ بعض جہلاء فرضی

مزارات بنا کر اس کے ساتھ اصل کا سا معاملہ کرتے ہیں جس کی فقہائے کرام نے اجازت نہیں دی۔ جس طرح کہ بعض جگہ لوگوں نے حضرت سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کے نام سے مزارات وغیرہ بنائے ہوئے ہیں جن پر عرس کرتے ہیں۔ محدث بریلویؒ سے اس سلسلے میں پوچھا گیا کہ ''پیرانِ پیرؒ کے نام سے بعض جگہ مزار بنا لیا گیا ہے۔ بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ اِن کے مزار کی اینٹ دفن ہے۔ اِس مزار میں ایسی جگہ جا کر عرس کرنا، چادر چڑھانا کیسا ہے وہ قابلِ تعظیم ہے یا نہیں؟'' آپ نے جواب دیا: ''جھوٹا مزار بنانا اور اُس کی تعظیم جائز نہیں۔''(۱)

● اِسی طرح بعض اولیاء اللہ کے مزارات کے قریب ایسے درخت ہوتے ہیں جن کے بارے میں لوگوں میں مشہور ہوتا ہے کہ اِن کے کاٹنے سے صاحبانِ مزار ناراض ہو جاتے ہیں لہٰذا اِنہیں کاٹنا مقاماتِ حرم کی طرح حرام ہے۔ یہ سراسر جہالت ہے اور یہ بھی شرک فی التحریم ہے۔ علماء کی ذمہ داری ہے کہ وہ درست اور غلط عقیدے میں امتیاز پیدا کریں اور ایسے شرکیہ عقائد سے عوام وخواص کو منع کریں۔

سر پر چوٹی رکھنا

مردوں کا سر پر کسی بھی بزرگ کے نام پر چوٹی رکھنا اور پھر کٹوانے کی نذر و منت ماننا شرعاً جائز نہیں۔ اعلیٰ حضرت محدث بریلویؒ نے نہایت عمدہ لکھا ہے۔ آپ سے پوچھا گیا کہ کیا مرد کو چوٹی رکھنا جائز ہے یا نہیں؟ بعض فقیر چوٹی رکھتے ہیں؟

آپ نے فرمایا کہ حرام ہے، حدیث میں آیا ہے:

أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ لَعَنَ الْمُتَشَبِّهِيْنَ مِنَ الرِّجَالِ بِالنِّسَاءِ وَالْمُتَشَبِّهَاتِ مِنَ النِّسَاءِ بِالرِّجَالِ. [ابن ماجة، السنن، كتاب النكاح، باب فی المخنثين، ١: ٦١٤، رقم: ١٩٠٤](۲)

(۱) فتاویٰ رضویه، ۴: ۱۱۶

(۲) احمد رضا خان، الملفوظ، ۲: ۱۱۰

’’حضور نبی اکرم ﷺ نے ان مردوں پر جو عورتوں سے مشابہت رکھیں اور ایسی عورتوں پر جو مردوں سے مشابہت پیدا کریں، لعنت کی ہے۔‘‘

بچوں کے سر پر اولیاء کے نام کی چوٹی رکھنے کے متعلق حضرت فاضل بریلوی مزید لکھتے ہیں: ’’بعض جاہل عورتوں میں دستور ہے کہ بچے کے سر پر بعض اولیائے کرام کے نام کی چوٹی رکھتی ہیں اور اِس کی کچھ میعاد مقرر کرتی ہیں۔ اِس میعاد تک کتنی ہی بار بچے کا سر منڈے وہ چوٹی برقرار رکھتی ہیں، پھر میعاد گذار کر مزار پر لے جا کر وہ بال اُتارتی ہیں تو یہ محض بے اصل و بدعت ہے۔‘‘(۱)

مختلف درختوں میں ارواحِ شہداء و اولیاء کا تصور کرنا

کئی دیہاتوں میں بعض جہلاء درختوں کے ساتھ عجیب و غریب داستانیں وضع کئے ہوئے ہیں اور فرضی قصے کہانیاں سنا کر مجاور لوگ لنگر کے لئے تحائف و ہدایا اکٹھے کرتے ہیں۔ اِن سے متعلق محدث بریلوی سے مسئلہ پوچھا گیا: ’’کیا فرماتے ہیں علمائے اہلسنت اِس صورت میں کہ بعض لوگ کہتے ہیں کہ فلاں درخت پر شہید مرد ہیں اور فلاں طاق میں شہید مرد رہتے ہیں اور اُس درخت اور اُس طاق کے پاس جا کر ہر جمعرات کو فاتحہ، شیرینی اور چاول وغیرہ دلاتے ہیں، ہار لٹکاتے ہیں، لوبان سلگاتے ہیں، مرادیں مانگتے ہیں اور ایسا دستور اِس شہر میں بہت جگہ واقع ہے، کیا شہید مردان درختوں اور طاقوں میں رہتے ہیں اور یہ اشخاص حق پر ہیں یا باطل؟‘‘ محدث بریلوی نے اس سے منع کرتے ہوئے جواب دیا: ’’یہ سب واہیات و خرافات اور جاہلانہ حماقات و بطالات ہیں اِن کا ازالہ لازم ہے۔ **ما أنزل اﷲ بها من سلطان ولاحول ولا قوة إلا باﷲ العلی العظیم۔**‘‘(۲)

---

(۱) فتاویٰ افریقہ: ۶۸

(۲) احمد رضا خان، احکام شریعت، ۱: ۳۲

حلف میں احتیاط کا پہلو

شرعی حلف اللہ تعالیٰ کے نام کا ہوتا ہے تاہم فقہائے اُمت کے نزدیک کلام اللہ اور حضور نبی اکرم ﷺ کے نام پر بھی حلف منعقد ہو جاتا ہے اور مستقبل میں کسی اَمر کے کرنے یا نہ کرنے پر قسم کھانا اور پھر توڑ دینے کی صورت میں کفّارہ لازم ہو جاتا ہے۔ اِس کے علاوہ اگر کوئی شخص کسی اور کے نام کا حلف اُٹھائے اور یہ عقیدہ رکھے کہ اِس کی حرمت اور حیثیت اُسی طرح ہے جیسے اللہ تعالیٰ کی یا کلام اللہ اور رسول اللہ ﷺ کے حلف کی، تو یہ عقیدہ اصلاح طلب ہے کیونکہ اعتقاداً کسی اور کے نام پر قسم کی حرمت کو اللہ تعالیٰ کی قسم کی مثل جاننا شرک ہے۔ اگر کوئی شخص بوجہ جہالت یا سہواً کسی اور کی قسم اُٹھائے تو وہ شرعی حلف نہیں ہوگا اِس لئے اِس پر کفّارہ لازم نہیں۔

ایصالِ ثواب اور نذر و نیاز کے طریقوں میں احتیاط

نذر و نیاز برائے ایصالِ ثواب اور گیارہویں شریف وغیرہ جیسے مباح مستحب اور مستحسن اُمور کے بارے میں بعض علاقوں میں بہت سی چیزیں بوجہ جہالت رواج پا گئی ہیں جو ازروئے شرع جائز نہیں مثلاً کوئی یہ کہے کہ اگر اُس نے گیارہویں کا دودھ نہ دیا تو اِس کی وجہ سے بھینس یا گائے مر جائے گی، وہ بیمار ہو جائے گی یا رزق کم ہو جائے گا، اولاد کی موت واقع ہو جائے گی، گھر میں نقصان ہو جائے گا۔ اِسی طرح کاروبار اور کھیتی میں بزرگوں کا حصہ یعنی زکوٰۃ اور عشرِ شرعی وغیرہ سے الگ بزرگوں کی سالانہ شیرینی جو عوام میں مروج ہے یہ شرعاً دینا تو جائز ہے لیکن نہ دینے پر توہم پرستی کو فروغ دینا جائز نہیں ہے۔ یہ تمام باتیں بوجہ جہالت فروغ پا جاتی ہیں اور پھر لوگ اِن کے ساتھ نفع و نقصان کا عقیدہ وابستہ کر لیتے ہیں جو کہ شرک فی العبادت ہے لہٰذا اِن اُمور سے بچنا ضروری ہے۔

ائمہ اہلِ بیت اطہار کے لئے نیاز برائے ایصالِ ثواب مسلمانوں کا معمول ہے۔ اس عمل میں بھی بعض حالتوں میں افراط وتفریط کا عنصر موجود ہے۔ اس مستحب عمل کو بجا

لانے والے اگر نذر کی طرح فرض اور واجب سمجھ کر اسے ادا کریں تو یہ بھی احکامِ شریعت سے انحراف ہے۔ اسی طرح اس کے ردعمل میں بعض لوگ اس مستحب عمل کو قطعی حرام اور شرک کے زمرے میں شامل کر کے ختمِ نیاز وغیرہ کا اہتمام کرنے والوں کو مشرک ٹھہراتے ہیں حالانکہ یہ عمل مستحب ہے اس میں حرمت اور شرک کی کوئی علت موجود نہیں ہوتی۔ ایسی نذر و نیاز کے ساتھ بعض لوگ اپنی طرف سے طرح طرح کی شرائط و حدود اور پابندیاں عائد کرتے ہیں مثلاً فلاں شخص کھا سکتا ہے، فلاں عورت نہیں کھا سکتی، گھر سے باہر لے جانا منع ہے وغیرہ وغیرہ۔ اِسی طرح اولیاء اللہ کے نام جانوروں کو منسوب کر کے اُن کا احترام بجا لانا، اُن سے کوئی کام لینا شرعاً حرام سمجھنا اور اُن کی بے حرمتی کو بھی حرام سمجھنا ایسا عقیدہ شرک فی التحریم میں شمار ہوتا ہے لہٰذا عوام پر ایسی باریکیاں واضح کر دینی چاہئیں۔

www.MinhajBooks.com

عقیدۂ توحید و رسالت کی اَہمیت اور باہمی تعلق کے متعلق
حکیم الامت حضرت علامہ محمد اقبال رحمہ اللہ کے منتخب اشعار

۱ درجہانِ کیف و کم گردید عقل — پے بہ منزل برد از توحید عقل
۲ ورنہ ایں بیچارہ را منزل کجاست — کشتیٔ ادراک را ساحل کجاست
۳ اہلِ حق را رمز توحید ازبر است — در ''اٰتِی الرَّحْمٰنِ عَبْدًا'' مضمر است
۴ دیں ازو، حکمت ازو، آئیں ازو — زور ازو، قوت ازو، تمکیں ازو
۵ قدرتِ او برگزیند بندہ را — نوع دیگر آفریند بندہ را
۶ در رہِ حق تیزتر گردد تگش — گرم تر از برق خوں اندر رگش
۷ ملتِ بیضا تن و جاں لَا اِلٰہ — سازِ ما را پردہ گرداں لَا اِلٰہ
۸ لَا اِلٰہ سرمایۂ اسرارِ ما — رشتہ اش شیرازۂ افکارِ ما
۹ اسود از توحید احمر می شود — خویش فاروقؓ و ابوذرؓ می شود
۱۰ رشتۂ ایں قوم مثلِ انجم است — چوں نگہ ہم از نگاہِ ما گم است
۱۱ مدعائے ما مآلِ ما یکے ست — طرز و اندازِ خیالِ ما یکے ست
۱۲ گر خدا داری زغم آزاد شو — از خیالِ بیش و کم آزاد شو
۱۳ بیم غیر اللہ عمل را دشمن است — کاروانِ زندگی را رہزن است
۱۴ ہرکہ رمزِ مصطفیٰ فہمیدہ است — شرک را در خوف مضمر دیدہ است
۱۵ گربہ اللہ الصمد دل بستۂ — از حدِ اسباب بیروں جستۂ
۱۶ بندۂ حق بندۂ اسباب نیست — زندگانی گردشِ دولاب نیست

منہاج انٹرنیٹ بیورو کی پیشکش
www.MinhajBooks.com

ترجمہ:

۱۔ جذبات و پیمائش کی اس دنیا میں عقل آوارہ پھر رہی تھی، توحید سے اسے منزل کی طرف رہنمائی حاصل ہوئی۔

۲۔ ورنہ عقل کو منزل کہاں نصیب تھی، فہم کی کشتی کے لئے کوئی ساحل نہیں تھا۔

۳۔ اہل حق توحید کی رمز کو خوب جانتے ہیں یہی راز (آیت) ''اٰتِی الرَّحْمٰنِ عَبْدًا'' (مریم، ۱۹:۹۳) میں مضمر ہے۔

۴۔ دین، حکمت، شریعت سب توحید ہی سے ہیں، اسی سے (افراد و قوم) میں زور، قوت اور ثبات و استحکام پیدا ہوتا ہے۔

۵۔ توحید کی قدرت بندے کو برگزیدہ بنا دیتی ہے اور اسے نئی نوع میں تبدیل کر دیتی ہے۔

۶۔ عقیدۂ توحید سے اللہ تعالیٰ کی راہ میں بندے کی تگ و دو تیز ہو جاتی ہے اور اس کی رگوں میں دوڑتا ہوا خون برق سے بھی زیادہ گرم ہو جاتا ہے۔

۷۔ ملت مسلمہ بدن ہے اور توحید اس کی جان ہے لا إله ہمارے ساز کے سارے نغموں میں ہم آہنگی پیدا کرتا ہے۔

۸۔ لَا إله ہمارے (روحانی) اسرار کا سرمایہ ہے اسی سے ہمارے افکار کی شیرازہ بندی ہے۔

۹۔ توحید کی برکت سے بلالِ حبشیؓ سرخ رنگ والوں کے برابر ہو جاتا ہے اور فاروقؓ و ابوذرؓ کا رشتہ دار شمار ہونے لگتا ہے۔

۱۰۔ ملت اسلامیہ کا باہمی تعلق ستاروں کے باہمی تعلق کی مانند ہے اور یہ تعلق نگاہ کی طرح ہماری نگاہ سے گم ہے۔

۱۱۔ ہمارا مدعا بھی ایک ہے اور ہمارا مقصد بھی ایک ہے ہماری سوچ بھی ایک ہے اور اس کے اظہار کا طریقہ بھی ایک جیسا ہے۔

۱۲۔ اگر تمہارا اللہ پر ایمان ہے تو ہر طرح کے غم اور نفع و نقصان کے خیال سے آزاد ہو جا۔

۱۳۔ (یاد رکھ) غیر اللہ کا خوف عمل کا دشمن اور قافلہ حیات کا رہزن ہے۔

۱۴۔ جس کسی نے حضور ﷺ کے راز کو سمجھ لیا وہ اوحقیقت کو پا گیا کہ (غیر اللہ کے) خوف میں شرک چھپا ہوا ہے۔

۱۵۔ اگر تو نے اللہ تعالیٰ کی شانِ استغناء دل سے تسلیم کر لیا ہے تو گویا تو اسباب کی حدود کو پھلانگ گیا۔

۱۶۔ اللہ تعالیٰ کا بندہ بندۂ اسباب نہیں، اس کے لئے زندگی رہٹ کی گردش نہیں۔

۱۷ مسلم استی بے نیاز از غیر شو — اہلِ عالم را سراپا خیر شو

۱۸ نقطۂ ادوارِ عالم لا الہ — انتہائے کارِ عالم لا الہ

۱۹ زانکہ در تکبیر رازِ بودِ تست — حفظ و نشرِ لا الہ مقصودِ تست

۲۰ ما کہ توحید خدارا حجتیم — حافظ رمز کتاب و حکمتیم

۲۱ حق تعالیٰ پیکرِ ما آفرید — وز رسالت در تنِ ما جان دمید

۲۲ از رسالت درجہاں تکوینِ ما — از رسالت دینِ ما آئینِ ما

۲۳ از رسالت صد ہزار ما یک است — جزو ما از جزو ما لا ینفک است

۲۴ ما ز حکمِ نسبتِ او ملّتیم — اہلِ عالم را پیامِ رحمتیم

۲۵ از میان بحر او خیزیم ما — مثلِ موج ازہم نمیریزیم ما

۲۶ دامنش از دست دادن مُردن است — چوں گل از بادِ خزاں افسردن است

۲۷ زندگی قوم از دمِ او یافت است — ایں سحر از آفتابش تافت است

۲۸ فرد از حق، ملت از وے زندہ است — از شعاعِ مہرِ او تابندہ است

۲۹ دینِ فطرت از نبی آموختیم — در رہِ حق مشعلے افروختیم

۳۰ ایں گہر از بحر بے پایانِ اوست — ما کہ یکجا نیم از احسانِ اوست

۳۱ پس خدا برما شریعت ختم کرد — بر رسولِ ما رسالت ختم کرد

۳۲ قوم را سرمایۂ قوت ازو — تا ابد اسلام را شیرازہ بست

۳۳ با یکی ساز، از دوئی بردار رخت — وحدتِ خود را مگرداں لخت لخت

۳۴ صد ملل از ملّتے انگیختی — برحصارِ خود شبیخوں ریختی

۳۵ یک شوو توحید را مشہود کن — غائبش را از عمل موجود کن

ماخوذ از رموزِ بے خودی

۱۷۔ اگر تو سچا مسلمان ہے تو غیر اللہ سے بے نیاز ہو جا اور دنیا والوں کے لئے سراپا خیر بن جا۔
۱۸۔ جہانوں کی گردش کا مرکز لا الہ ہے اور اس جہان کے کام کی انتہا بھی لا الہ ہے۔
۱۹۔ چونکہ تیرے وجود کا راز نعرۂ تکبیر میں پنہاں ہے اس لئے توحید کی حفاظت و اشاعت تیرا مقصود ہے۔
۲۰۔ ہم چونکہ اللہ تعالیٰ کی توحید کی حجت ہیں اس لئے کتاب وحکمت کے راز کے نگہبان بھی ہیں۔
۲۱۔ اللہ تعالیٰ نے امتِ مسلمہ کا پیکر تخلیق فرمایا اور رسالت سے اس پیکر میں جان پھونکی۔
۲۲۔ رسالت ہی سے اس دنیا میں ہمارا وجود قائم ہے رسالت سے ہی ہمارا دین اور ہمارا آئین (شریعت) ہے۔
۲۳۔ رسالت ہی سے ہم ہزارہا ہونے کے باوجود ایک ہیں اسی کی بدولت ہمارا ایک جزو دوسرے کا جزو لاینفک (جدا نہ ہونے والا) ہے۔
۲۴۔ ہم حضور ﷺ کی نسبت سے ایک ملت ہیں اور دنیا والوں کے لئے رحمت کا پیغام ہیں۔
۲۵۔ ہم رسالت کے سمندر سے اٹھے ہیں اور موج کی مانند ہم ایک دوسرے سے جدا نہیں ہوتے۔
۲۶۔ حضور ﷺ کا دامن ہاتھ سے چھوڑ دینا موت ہے یہ ایسے ہے جیسے پھول بادِ خزاں سے مرجھا جائے۔
۲۷۔ ملت نے آپ ﷺ کے دم سے زندگی پائی ہے ملت کی صبح آپ کے آفتاب سے روشن ہے۔
۲۸۔ فرد اللہ تعالیٰ کے ساتھ تعلق سے قائم ہے اور ملت حضور ﷺ کے ساتھ تعلق سے زندہ ہے اور آپ ﷺ کے آفتاب کی شعاع سے چمک رہی ہے۔
۲۹۔ یہ دینِ فطرت ہم نے حضور نبی اکرم ﷺ سے سیکھا ہے اور اس کے ذریعے اللہ تعالیٰ کی راہ میں مشعلِ ہدایت روشن کی ہے۔
۳۰۔ دینِ فطرت حضور ﷺ کے بحرِ بے پایاں کا موتی ہے ہم جو یک جان ہیں تو یہ حضور ﷺ کا ہی احسان ہے۔
۳۱۔ اللہ تعالیٰ نے شریعت ہم پر ختم کر دی ہے جیسے رسول پاک ﷺ پر رسالت ختم کر دی ہے۔
۳۲۔ یہی چیز ملت کے لئے سرمایہ قوت اور وحدتِ ملت کے بھید کی حفاظت کرنے والی ہے۔
۳۳۔ توحید کی حقیقت کو اپنا لے اور کثرت کو خیر باد کہہ اپنی وحدت کو ٹکڑے ٹکڑے نہ کر۔
۳۴۔ تو نے (افتراق کے باعث) ایک ملت سے سینکڑوں ملتیں بنا لی ہیں تو نے اپنے قلعہ پر خود شبخوں مارا ہے اور اسے تباہ و برباد کر دیا ہے۔
۳۵۔ (اپنی اور ملت کی بقاء کے لئے) ایک ہو جا اور توحید کا عملی نمونہ پیش کر، نظریہ توحید کو عمل سے وجود میں لا۔

مآخذ و مراجع

www.MinhajBooks.com

۱۔ **القرآن الحکیم**۔

۲۔ **آجری**، ابوبکر محمد بن حسین بن عبداللہ (م ۳۶۰ھ/۹۷۰ء)۔ **الشریعة**۔ لاہور، پاکستان: انصار السنۃ المحمدیہ۔

۳۔ **آلوسی**، ابو الفضل شہاب الدین السید محمود (۱۲۷۰ھ)۔ **روح المعاني فی تفسیر القرآن العظیم والسبع المثاني**۔ بیروت، لبنان: دار الاحیاء التراث۔

۴۔ **ابن اثیر**، ابو السعادات مبارک بن محمد بن محمد بن عبد الکریم بن عبد الواحد شیبانی جزری (۵۴۴۔۶۰۶ھ/ ۱۱۴۹۔۱۲۱۰ء)۔ **النهاية فی غريب الحديث والأثر**۔ قم، ایران: مؤسسہ مطبوعاتی اسماعیلیان، ۱۳۶۴ھ۔

۵۔ **احمد بن حنبل**، ابو عبد اللہ بن محمد (۱۶۴۔۲۴۱ھ/۷۸۰۔۸۵۵ء)۔ **المسند**۔ بیروت، لبنان: المکتب الاسلامی، ۱۳۹۸ھ/ ۱۹۷۸ء۔

۶۔ **احمد رضا**، ابن نقی علی خاں قادری بریلوی (۱۲۷۲۔۱۳۴۰ھ/ ۱۸۸۶۔۱۹۲۱ء)۔ **اَحکامِ شریعت**۔ لاہور، پاکستان: شبیر برادرز، ۱۹۸۴ء۔

۷۔ **احمد رضا**، ابن نقی علی خاں قادری بریلوی (۱۲۷۲۔۱۳۴۰ھ/ ۱۸۸۶۔۱۹۲۱ء)۔ **حدائقِ بخشش**۔ لاہور، پاکستان: مسلم کتابوی، ۱۴۲۰ھ/ ۱۹۹۹ء۔

۸۔ **احمد رضا**، ابن نقی علی خاں قادری بریلوی (۱۲۷۲۔۱۳۴۰ھ/ ۱۸۸۶۔۱۹۲۱ء)۔ **فتاویٰ افریقہ**۔ لاہور، پاکستان: نذیر سنز پبلشرز، ۱۹۹۵ء۔

۹۔ **احمد رضا**، ابن نقی علی خاں قادری بریلوی (۱۲۷۲۔۱۳۴۰ھ/ ۱۸۸۶۔۱۹۲۱ء)۔

فتاویٰ رضویہ۔ لاہور، پاکستان: رضا فاؤنڈیشن، جامعہ نظامیہ رضویہ، ۱۹۹۱ء۔

۱۰۔ ابن اسحاق، اسماعیل بن اسحاق مالکی (۱۹۹۔۲۸۲ھ)۔ فضل الصلاۃ علی النبی ﷺ۔ مدینہ منورہ، سعودی عرب: دار المدینۃ المنورہ، ۱۴۲۱ھ/۲۰۰۰ء۔

۱۱۔ اِسماعیل حقی، علامہ اِسماعیل حقی حنفی (۱۱۳۷ھ)۔ تفسیر روح البیان۔ کوئٹہ، پاکستان: مکتبہ اِسلامیہ کوئٹہ۔

۱۲۔ اسماعیل دہلوی، شاہ (م ۱۲۴۶ھ)۔ صراطِ مستقیم۔ دیوبند، انڈیا: کتب خانہ اشرفیہ۔

۱۳۔ اشرف علی تھانوی، مولانا (۱۲۸۰۔۱۳۶۲ھ/۱۸۶۳۔۱۹۴۳ء)۔ نشر الطیب فی ذکر النبی الحبیب ﷺ۔ کراچی، پاکستان: ایچ۔ ایم سعید کمپنی، ۱۹۸۹ء۔

۱۴۔ اشرف علی تھانوی (۱۲۸۰۔۱۳۶۲ھ/۱۸۶۳۔۱۹۴۳ء)۔ اِمداد الفتاویٰ۔ کراچی، پاکستان: مکتبہ دارالعلوم کراچی، ۱۳۷۹ھ۔

۱۵۔ اشرف علی تھانوی (۱۲۸۰۔۱۳۶۲ھ/۱۸۶۳۔۱۹۴۳ء)۔ بیان القرآن۔ لاہور، پاکستان: مکتبۃ الحسن لاہور۔

۱۶۔ انور شاہ کشمیری، محمد انور بن محمد معظم (۱۲۹۲۔۱۳۵۲ھ)۔ فیض الباری علی صحیح البخاری۔ قاہرہ، مصر: مطبعہ حجازی، ۱۳۵۷ھ۔۱۹۳۸ء۔

۱۷۔ بخاری، ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل بن ابراہیم (۱۹۴۔۲۵۶ھ/۸۱۰۔۸۷۰ء)۔ الأدب المفرد۔ بیروت، لبنان: دار البشائر الاسلامیہ، ۱۴۰۹ھ/۱۹۸۹ء۔

۱۸۔ بخاری، ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل بن ابراہیم بن مغیرہ (۱۹۴۔۲۵۶ھ/۸۱۰۔۸۷۰ء)۔ التاریخ الصغیر۔ بیروت، لبنان: دارالمعرفہ، ۱۴۰۶ھ/۱۹۸۶ء۔

۱۹۔ بخاری، ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل بن ابراہیم بن مغیرہ (۱۹۴۔۲۵۶ھ/۸۱۰۔۸۷۰ء)۔ الصحیح۔ بیروت، لبنان + دمشق، شام: دارالقلم، ۱۴۰۱ھ/۱۹۸۱ء۔

منہاج انٹرنیٹ بیورو کی پیشکش
www.MinhajBooks.com

۲۰۔ **بزار،** ابو بکر احمد بن عمرو بن عبد الخالق بصری (۲۱۰۔۲۹۲ھ/ ۸۲۵۔۹۰۵ء)۔ المسند۔ بیروت، لبنان: ۱۴۰۹ھ۔

۲۱۔ **بطرس،** معلم بستانی (۱۸۱۹ء۔۱۸۸۳ء)۔ محیط المحیط۔ بیروت، لبنان: مکتبۃ لبنان، ۱۹۸۳ء۔

۲۲۔ **بغوی،** ابو محمد حسین بن مسعود بن محمد (۴۳۶۔۵۱۶ھ/۱۰۴۴۔۱۱۲۲ء)۔ معالم التنزیل۔ بیروت، لبنان: دار المعرفۃ، ۱۴۰۷ھ/ ۱۹۸۷ء۔

۲۳۔ **بوصیری،** ابو عبد اللہ شرف الدین محمد (۶۰۸۔۶۹۶ھ/ ۱۲۱۲۔۱۲۹۶ یا ۱۲۹۷ء)۔ **قصیدہ بردہ شریف۔**

۲۴۔ **بُہوتی،** منصور بن یونس بن ادریس بہوتی حنبلی (۵۷۴۔ ۱۰۵۱ھ)۔ کشاف القناع عن متن الإقناع۔ بیروت، لبنان: دار الفکر، ۱۴۰۲ھ۔

۲۵۔ **بیضاوی،** ناصر الدین ابی سعید عبد اللہ بن عمر بن محمد شیرازی بیضاوی (۷۹۱ھ)۔ التفسیر۔ بیروت، لبنان: دار الفکر، ۱۴۱۶ھ/ ۱۹۹۶ء۔

۲۶۔ **بیہقی،** ابو بکر احمد بن حسین بن علی بن عبد اللہ بن موسیٰ (۳۸۴۔۴۵۸ھ/ ۹۹۴۔ ۱۰۶۶ء)۔ دلائل النبوۃ فی معرفۃ أحوال صاحب الشریعۃ۔ بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیہ، ۱۴۰۵ھ/ ۱۹۸۵ء۔

۲۷۔ **بیہقی،** ابو بکر احمد بن حسین بن علی بن عبد اللہ بن موسیٰ (۳۸۴۔۴۵۸ھ/ ۹۹۴۔ ۱۰۶۶ء)۔ الزھد الکبیر۔ بیروت، لبنان: مؤسسۃ الکتب الثقافیۃ، ۱۹۹۶ء۔

۲۸۔ **بیہقی،** ابو بکر احمد بن حسین بن علی بن عبد اللہ بن موسیٰ (۳۸۴۔۴۵۸ھ/ ۹۹۴۔۱۰۶۶ء)۔ السنن الکبریٰ۔ مکہ مکرمہ، سعودی عرب: مکتبہ دار الباز، ۱۴۱۴ھ/ ۱۹۹۴ء۔

۲۹۔ **بیہقی،** ابو بکر احمد بن حسین بن علی بن عبد اللہ بن موسیٰ (۳۸۴۔۴۵۸ھ/ ۹۹۴۔

۱۰۶۶ء)۔ شعب الإیمان۔ بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیہ، ۱۴۱۰ھ/ ۱۹۹۰ء۔

۳۰۔ **بیہقی**، ابو بکر احمد بن حسین بن علی بن عبد اللہ بن موسیٰ (۳۸۴۔۴۵۸ھ/ ۹۹۴۔۱۰۶۶ء)۔ **المدخل إلی السنن الکبریٰ**۔ کویت: دار الخلفاء للکتاب الاسلامی، ۱۹۹۸ء۔

۳۱۔ **تاج الدین سبکی**، ابو نصر عبد الوھاب بن علی بن عبد الکافی (۷۲۷۔۷۷۱ھ)۔ **طبقات الشافعیة الکبری**۔ جیزہ، مصر: ہجر للطباعۃ والنشر والتوزیع والاعلان، ۱۹۹۲ء۔

۳۲۔ **ترمذی**، ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ بن سورہ بن موسیٰ (۲۱۰۔۲۷۹ھ/ ۸۲۵۔۸۹۲ء)۔ **الجامع الصحیح**۔ بیروت، لبنان: دار الغرب الاسلامی، ۱۹۹۸ء۔

۳۳۔ **تفتازانی**، سعد الدین مسعود بن عمر بن عبد اللہ (۷۱۲۔۷۹۱ھ/ ۱۳۱۲۔۱۳۸۹ء)۔ **شرح العقائد النسفیة**۔ کراچی، پاکستان: مکتبہ خیر کثیر۔

۳۴۔ **ترمذی**، ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ بن سورہ بن موسیٰ بن ضحاک سلمی (۲۱۰۔۲۷۹ھ/ ۸۲۵۔۸۹۲ء)۔ **الشمائل المحمدیة**۔ ملتان، پاکستان: فاروقی کتب خانہ۔

۳۵۔ **ابن تیمیہ**، احمد بن عبد الحلیم بن عبد السلام حرانی (۶۶۱۔۷۲۸ھ/ ۱۲۶۳۔۱۳۲۸ء)۔ **إقتضاء الصراط المستقیم**۔ لاہور، پاکستان: المکتبۃ السلفیۃ، ۱۹۷۸ء۔

۳۶۔ **ابن تیمیہ**، احمد بن عبد الحلیم بن عبد السلام حرانی (۶۶۱۔۷۲۸ھ/ ۱۲۶۳۔۱۳۲۸ء)۔ **الصارم المسلول**۔ بیروت، لبنان: دار ابن حزم، ۱۴۱۷ھ۔

۳۷۔ **ابن تیمیہ**، احمد بن عبد الحلیم بن عبد السلام حرانی (۶۶۱۔۷۲۸ھ/ ۱۲۶۳۔۱۳۲۸ء)۔ **الفتاوی الکبری**۔ بیروت، لبنان: دار المعرفۃ، ۱۳۸۶ھ۔

۳۸۔ **ابن تیمیہ**، احمد بن عبد الحلیم بن عبد السلام حرانی (۶۶۱۔۷۲۸ھ/ ۱۲۶۳۔۱۳۲۸ء)۔

قاعدة جليلة فی التوسل و الوسيلة۔ لاہور، پاکستان: ادارہ ترجمان السنہ۔

۳۹۔ **ابن تیمیہ**، احمد بن عبد الحلیم بن عبد السلام حرانی (۶۶۱۔۷۲۸ھ/۱۲۶۳۔۱۳۲۸ء)۔ **الكلم الطيب من أذكار النبی ﷺ**۔ بیروت، لبنان: المکتبۃ الاسلامی، ۱۹۷۷ء۔

۴۰۔ **ابن تیمیہ**، احمد بن عبد الحلیم بن عبد السلام حرانی (۶۶۱۔۷۲۸ھ/۱۲۶۳۔۱۳۲۸ء)۔ **مجموع فتاویٰ**۔ قاہرہ، مصر: مکتبہ ابن تیمیہ۔

۴۱۔ **ابن جعد**، ابو الحسن علی بن جعد بن عبید ہاشمی (۱۳۳۔۲۳۰ھ/۷۵۰۔۸۴۵ء)۔ **المسند**۔ بیروت، لبنان: مؤسسہ نادر، ۱۴۱۰ھ/۱۹۹۰ء۔

۴۲۔ **ابن جوزی**، ابو الفرج عبد الرحمٰن بن علی بن محمد بن علی بن عبید اللہ (۵۱۰۔۵۷۹ھ/۱۱۱۶۔۱۲۰۱ء)۔ **صفوة الصفوة**۔ بیروت، لبنان: دارالکتب العلمیہ، ۱۴۰۹ھ/۱۹۸۹ء

۴۳۔ **ابن جوزی**، ابو الفرج عبد الرحمٰن بن علی بن محمد بن علی بن عبید اللہ (۵۱۰۔۵۷۹ھ/۱۱۱۶۔۱۲۰۱ء)۔ **الوفا بأحوال المصطفیٰ ﷺ**۔ بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیہ، ۱۴۰۸ھ/ ۱۹۸۸ء۔

۴۴۔ **جوہری**، ابو نصر اسماعیل بن حماد الترکی (۳۳۲۔۳۹۳ھ)۔ **الصحاح فی اللغة و العلوم**۔ بیروت، لبنان: دار الحضارة العربیة، ۱۹۷۴ء۔

۴۵۔ **ابن ابی حاتم**، عبد الرحمٰن بن محمد بن ادریس رازی (۲۴۰۔۳۲۷ھ/۸۵۴۔۹۳۸ء)۔ **الثقات**۔

۴۶۔ **ابن حاج**، ابو عبد اللہ محمد بن محمد بن محمد عبدری فاسی مالکی (م۷۳۷ھ)۔ **المدخل**۔ بیروت، لبنان: دارالفکر، ۱۴۰۱/ ۱۹۸۱ء۔

۴۷۔ **حاکم**، ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ بن محمد (۳۲۱۔۴۰۵ھ/۹۳۳۔۱۰۱۴ء)۔

المستدرک علی الصحیحین۔ بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیہ، ۱۴۱۱ھ/۱۹۹۰ء۔

۴۸۔ **ابن حبان**، ابو حاتم محمد بن حبان بن احمد بن حبان (۲۷۰۔۳۵۴ھ/ ۸۸۴۔۹۶۵ء)۔ الصحیح۔ بیروت، لبنان: مؤسسۃ الرسالہ، ۱۴۱۴ھ/۱۹۹۳ء۔

۴۹۔ **ابن حبان**، ابو حاتم محمد بن حبان بن احمد بن حبان (۲۷۰۔۳۵۴ھ/۸۸۴۔ ۹۶۵ء)۔ الثقات۔ بیروت، لبنان: دار الفکر، ۱۳۹۵ھ/ ۱۹۷۵ء۔

۵۰۔ **حصکفی**، علاء الدین (م ۱۰۸۸ھ۔۱۶۷۷ء)۔ الدر المختار شرح تنویر الأبصار۔ کراچی، پاکستان: ایچ ایم سعید کمپنی۔

۵۱۔ **حکیم ترمذی**، ابو عبد اللہ محمد بن علی بن حسن بن بشیر۔ نوادر الأصول فی أحادیث الرسول ﷺ۔ بیروت، لبنان: دار الجیل، ۱۹۹۲ء۔

۵۲۔ حلبی، علی بن برہان الدین (۱۴۰۴ھ)۔ السیرۃ الحلبیۃ/ إنسان العیون فی سیرۃ الأمین المأمون۔ بیروت، لبنان، دارالمعرفہ، ۱۴۰۰ھ۔

۵۳۔ **خازن**، علی بن محمد بن ابراہیم بن عمر بن خلیل (۶۷۸۔۷۴۱ھ/ ۱۲۷۹۔۱۳۴۰ء)۔ لباب التأویل فی معانی التنزیل۔ بیروت، لبنان: دار المعرفہ۔

۵۴۔ **ابن خزیمہ**، ابو بکر محمد بن اسحاق (۲۲۳۔۳۱۱ھ/ ۸۳۸۔۹۲۴ء)۔ الصحیح۔ بیروت، لبنان: المکتب الاسلامی، ۱۳۹۰ھ/ ۱۹۷۰ء۔

۵۵۔ **خطیب بغدادی**، ابوبکر احمد بن علی بن ثابت بن احمد بن مہدی بن ثابت (۳۹۲۔ ۴۶۳ھ/۱۰۰۲۔۱۰۷۱ء)۔ تاریخ بغداد۔ بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیہ۔

۵۶۔ **خطیب بغدادی**، ابو بکر احمد بن علی بن ثابت بن احمد بن مہدی بن ثابت (۳۹۲۔۴۶۳ھ/۱۰۰۲۔۱۰۷۱ء)۔ موضع أوھام الجمع والتفریق۔ بیروت، لبنان: دار المعرفۃ، ۱۴۰۷ھ۔

۵۷۔ خطیب تبریزی، ولی الدین ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ (م۷۴۱ھ)۔ مشکوۃ المصابیح۔ بیروت، لبنان، الکتب العلمیۃ، ۱۴۲۴ھ/۲۰۰۳ء۔

۵۸۔ خلیل احمد سہارن پوری (۱۲۶۹۔۱۳۴۶ھ)۔ المھند علی المفند۔ لاہور، پاکستان، مکتبۃ العلم، ۱۳۸۲ھ۔

۵۹۔ دارقطنی، ابو الحسن علی بن عمر بن احمد بن مہدی بن مسعود بن نعمان (۳۰۶۔۳۸۵ھ/ ۹۱۸۔۹۹۵ء)۔ السنن۔ بیروت، لبنان: دار المعرفہ، ۱۳۸۶ھ/ ۱۹۶۶ء۔

۶۰۔ دارمی، ابو محمد عبد اللہ بن عبد الرحمٰن (۱۸۱۔۲۵۵ھ/۷۹۷۔۸۶۹ء)۔ السنن۔ بیروت، لبنان: دار الکتاب العربی، ۱۴۰۷ھ۔

۶۱۔ ابو داؤد، سلیمان بن اشعث سجستانی (۲۰۲۔۲۷۵ھ/۸۱۷۔۸۸۹ء)۔ السنن۔ بیروت، لبنان: دار الفکر، ۱۴۱۴ھ/۱۹۹۴ء۔

۶۲۔ ابو داؤد، سلیمان بن اشعث سجستانی (۲۰۲۔۲۷۵ھ/۸۱۷۔۸۸۹ء)۔ السنن۔ بیروت، لبنان: دار احیاء التراث العربی۔

۶۳۔ دردیر، ابوالبرکات سیدی احمد۔ الشرح الکبیر۔ بیروت، لبنان: دار الفکر۔

۶۴۔ دیلمی، ابو شجاع شیرویہ بن شہردار بن شیرویہ ہمذانی (۴۴۵۔۵۰۹ھ/ ۱۰۵۳۔۱۱۱۵ء)۔ الفردوس بمأثور الخطاب۔ بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیہ، ۱۹۸۶ء۔

۶۵۔ ذہبی، شمس الدین محمد بن احمد (۶۷۳۔۷۴۸ھ)۔ تذکرۃ الحفاظ۔ حیدر آباد دکن، بھارت: دائرۃ المعارف العثمانیہ، ۱۳۸۸ھ/ ۱۹۶۸ء۔

۶۶۔ ذہبی، شمس الدین محمد بن احمد (۶۷۳۔۷۴۸ھ)۔ سیر أعلام النبلاء۔ بیروت، لبنان: مؤسسۃ الرسالہ، ۱۴۱۳ھ۔

۶۷۔ **ذہبی**، شمس الدین محمد بن احمد الذھبی (۶۷۳۔۷۴۸ھ)۔ **میزان الإعتدال فی نقد الرجال**۔ بیروت، لبنان: دارالکتب العلمیہ، ۱۹۹۵ء۔

۶۸۔ **رازی**، محمد بن عمر بن حسن بن حسین بن علی تیمی (۵۴۳۔۶۰۶ھ/ ۱۱۴۹۔۱۲۱۰ء)۔ **التفسیر الکبیر**۔ تہران، ایران: دارالکتب العلمیہ۔

۶۹۔ **راغب اصفہانی**، ابو قاسم حسین بن محمد (م۵۰۲ھ/ ۱۱۰۸ء)۔ **المفردات**۔ دمشق، شام: دار القلم + بیروت، لبنان، الدار الشامیہ، ۱۴۱۲ھ/ ۱۹۹۲ء۔

۷۰۔ **رامہرمزی**، حسن بن عبد الرحمٰن (۲۶۰۔۳۶۰ھ)۔ **المحدث الفاصل بین الراوی والواعی**۔ بیروت، لبنان: دارالفکر، ۱۴۰۴ھ۔

۷۱۔ **ابن راہویہ**، ابو یعقوب اسحاق بن ابراہیم بن مخلد بن ابراہیم بن عبد اللہ (۱۶۱۔۲۳۷ھ/ ۷۷۸۔۸۵۱ء)۔ **المسند**۔ مدینہ منورہ، سعودی عرب: مکتبۃ الایمان، ۱۴۱۲ھ/ ۱۹۹۱ء۔

۷۲۔ **ابن رجب حنبلی**، ابو الفرج عبد الرحمٰن بن احمد (۷۳۶۔۷۹۵ھ)۔ **جامع العلوم والحکم فی شرح خمسین حدیثًا من جوامع الکلم**۔ بیروت، لبنان: دارالمعرفہ، ۱۴۰۸ھ۔

۷۳۔ **رویانی**، ابو بکر فی بن ہارون (۳۰۷ھ)۔ **المسند**۔ قاہرہ، مصر: مؤسسہ قرطبہ، ۱۴۱۶ھ۔

۷۴۔ **زاہد کوثری**، محمد زاہد بن حسن حلمی (۱۲۹۶ھ۔ ۱۳۷۱ھ)۔ **مقالات الکوثری**۔

۷۵۔ **زبیدی**، امام محبّ الدین ابو فیض السید محمد مرتضیٰ حسینی واسطی حنفی (۱۱۴۵-۱۲۰۵ھ/ ۱۷۳۲-۱۷۹۱ء)۔ **تاج العروس من جواھر القاموس**۔ بیروت، لبنان: دارالفکر، ۱۹۹۴ء/ ۱۴۱۴ھ۔

۷۶۔ **زرقانی**، ابو عبد اللہ محمد بن عبد الباقی بن یوسف بن احمد بن علوان مصری ازہری

مالکی (۱۰۵۵-۱۱۲۲ھ/۱۶۴۵-۱۷۱۰ء)۔ شرح المواهب اللدنية۔ بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیہ، ۱۴۱۷ھ/۱۹۹۶ء۔

۷۷۔ **زمخشری**، جاراللہ محمد بن عمر بن محمد خوارزمی (۴۲۷-۵۳۸ھ)۔ الکشاف عن حقائق غوامض التنزيل۔ قاھرہ، مصر: ۱۳۷۳ھ/۱۹۵۳ء۔

۷۸۔ **سبکی**، تقی الدین ابوالحسن علی بن عبد الکافی بن علی بن تمام بن یوسف بن موسیٰ بن تمام انصاری (۶۸۳-۷۵۶ھ/۱۲۸۴-۱۳۵۵ء)۔ شفاء السقام فی زيارة خير الأنام۔ حیدر آباد، بھارت: دائرہ معارف نظامیہ، ۱۳۱۵ھ۔

۷۹۔ **ابن سرایا**، محمد بن محمد علی بن ھمام (۶۷۷-۷۴۵ھ)۔ سلاح المؤمن فی الدعاء و الذكر۔ بیروت، لبنان: دار ابن کثیر، ۱۴۱۴ھ/۱۹۹۳ء۔

۸۰۔ **ابن سعد**، ابو عبد اللہ محمد (۱۶۸-۲۳۰ھ/۷۸۴-۸۴۵ء)۔ الطبقات الكبرىٰ۔ بیروت، لبنان: دار بیروت للطباعہ والنشر، ۱۳۹۸ھ/۱۹۷۸ء۔

۸۱۔ **سمرقندی**، ابو اللیث (م ۵۵۲ھ/۱۱۵۷ء)۔ تفسير سمرقندی۔ بیروت، لبنان: دار الفکر۔

۸۲۔ **سیوطی**، جلال الدین ابو الفضل عبد الرحمٰن بن ابی بکر بن محمد بن ابی بکر بن عثمان (۸۴۹-۹۱۱ھ/۱۴۴۵-۱۵۰۵ء)۔ تفسير الجلالين۔ بیروت لبنان: دار ابن کثیر، ۱۴۱۹ھ/۱۹۹۸ء۔

۸۳۔ **سیوطی**، جلال الدین ابو الفضل عبد الرحمٰن بن ابی بکر بن محمد بن ابی بکر بن عثمان (۸۴۹-۹۱۱ھ/۱۴۴۵-۱۵۰۵ء)۔ الخصائص الكبرى۔ فیصل آباد، پاکستان: مکتبہ نوریہ رضویہ۔

۸۴۔ **سیوطی**، جلال الدین ابو الفضل عبد الرحمٰن بن ابی بکر بن محمد بن ابی بکر بن عثمان (۸۴۹-۹۱۱ھ/۱۴۴۵-۱۵۰۵ء)۔ الدر المنثور فی التفسير بالمأثور۔

بیروت، لبنان: دار المعرفہ۔

۸۵۔ **سیوطی**، جلال الدین ابو الفضل عبد الرحمٰن بن ابی بکر بن محمد بن ابی بکر بن عثمان (۸۴۹۔۹۱۱ھ/ ۱۴۴۵۔۱۵۰۵ء)۔ **شرح علی سنن النسائی**۔ حلب، شام: مکتب المطبوعات الاِسلامیہ، ۱۴۰۶ھ/ ۱۹۸۶ء۔

۸۶۔ **شاہ ولی اللہ**، محدث دہلوی (م ۱۱۷۶ھ)۔ **الإنتباہ فی سلاسل أولیاء اللہ**۔ کراچی، پاکستان: عباسی کتب خانہ۔

۸۷۔ **شاہ ولی اللہ**، محدث دہلوی (م ۱۱۷۶ھ)۔ **حجۃ اللہ البالغۃ**۔ بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیۃ، ۱۴۱۵ھ/ ۱۹۹۵ء۔

۸۸۔ **شاہ ولی اللہ**، محدث دہلوی (م ۱۱۷۶ھ)۔ **القول الجمیل**۔ لاہور، پاکستان: مکتبہ رحمانیہ۔

۸۹۔ **شاہ ولی اللہ**، محدث دہلوی (م ۱۱۷۶ھ)۔ **ہمعات**۔ حیدر آباد، پاکستان: شاہ ولی اللہ اکیڈمی۔

۹۰۔ **شبیر احمد عثمانی** (۱۳۰۵ھ/ ۱۸۵۱ء۔۱۳۶۹ھ/ ۱۹۴۹ء)۔ **تفسیر عثمانی**۔ لاہور، پاکستان مکتبہ رحمانیہ۔

۹۱۔ **شربینی**، محمد خطیب (۹۷۷ھ)۔ **الإقناع**۔ بیروت، لبنان: دار الفکر، ۱۴۱۵ھ۔

۹۲۔ **شرنبلالی**، ابو الاخلاص حسن بن عمار بن علی حنفی (۹۹۴۔۱۰۶۹ھ/ ۱۵۸۵۔۱۶۵۹ء)۔ **نور الإیضاح و نجاۃ الأرواح**۔

۹۳۔ **شعرانی**، عبد الوھاب بن احمد بن علی بن احمد بن محمد بن موسیٰ الانصاری الشافعی الشاذلی المصری (۸۹۸۔۹۷۳ھ/ ۱۴۹۳۔۱۶۶۵ء)۔ **کشف الغمۃ**۔ بیروت، لبنان: دار الکتب العلیمہ، ۱۴۱۹ھ/ ۱۹۹۸ء۔

۹۴۔ **شعرانی**، عبد الوہاب بن احمد بن علی بن احمد بن محمد بن موسیٰ الانصاری الشافعی الشاذلی المصری (۸۹۸۔۹۷۳ھ/ ۱۴۹۳۔۱۲۶۵ء)۔ **لواقح الأنوار القدسية في بيان العهود المحمدية**۔ بیروت، لبنان: دار الاحیاء التراث العربی، ۱۴۱۷ھ/ ۱۹۹۶ء۔

۹۵۔ **شمس الحق**، ابو طیب محمد شمس الحق عظیم آبادی۔ **عون المعبود شرح سنن أبي داؤد**۔ بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیہ، ۱۴۱۵ھ۔

۹۶۔ **شمس الدین سخاوی**، ابو الخیر محمد بن عبد الرحمٰن بن محمد بن ابی بکر شافعی (۸۳۱۔۹۰۲ھ)۔ **التحفة اللطيفة في تاريخ المدينة الشريفة**۔ بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیہ، ۱۹۹۳ء۔

۹۷۔ **شوکانی**، محمد بن علی بن محمد (۱۱۷۳۔۱۲۵۰ھ/ ۱۷۶۰۔۱۸۳۴ء)۔ **تحفة الذاكرين**۔ دار التربیہ للطباعہ و النشر والتوزیع۔

۹۸۔ **شوکانی**، محمد بن علی بن محمد (۱۱۷۳۔۱۲۵۰ھ/ ۱۷۶۰۔۱۸۳۴ء)۔ **الدر النضيد في إخلاص كلمة التوحيد**۔

۹۹۔ **شوکانی**، محمد بن علی بن محمد (۱۱۷۳۔۱۲۵۰ھ/ ۱۷۶۰۔۱۸۳۴ء)۔ **فتح القدير**۔ بیروت، لبنان: دار الفکر، ۱۴۰۲ھ/ ۱۹۸۲ء۔

۱۰۰۔ **شوکانی**، محمد بن علی بن محمد (۱۱۷۳۔۱۲۵۰ھ/ ۱۷۶۰۔۱۸۳۴ء)۔ **نيل الأوطار شرح منتقى الأخبار**۔ بیروت، لبنان: دار الفکر، ۱۴۰۲ھ/ ۱۹۸۲ء۔

۱۰۱۔ **ابن ابی شیبہ**، ابو بکر عبد اللہ بن محمد بن ابراہیم بن عثمان کوفی (۱۵۹۔۲۳۵ھ/ ۷۷۶۔۸۴۹ء)۔ **المصنف**۔ ریاض، سعودی عرب: مکتبۃ الرشد، ۱۴۰۹ھ۔

۱۰۲۔ **صاوی**، احمد بن محمد خلوتی مالکی (۱۱۷۵۔۱۲۴۱ھ/ ۱۷۶۱۔۱۸۲۵ء)۔ **حاشيه على تفسير الجلالين**۔ بیروت، لبنان: دار الفکر، ۱۴۱۹ھ/ ۱۹۹۸ء۔

۱۰۳۔ **طبراني**، سليمان بن احمد (۲۶۰۔۳۶۰ھ/۸۷۳۔۹۷۱ء)۔ **المعجم الأوسط**۔ رياض، سعودی عرب: مكتبة المعارف، ۱۴۰۵ھ/۱۹۸۵ء۔

۱۰۴۔ **طبراني**، سليمان بن احمد بن ايوب بن مطير (۲۶۰۔۳۶۰ھ/۸۷۳۔۹۷۱ء)۔ **المعجم الصغير**۔ بیروت، لبنان: دار الفكر، ۱۴۱۸ھ/۱۹۹۷ء۔

۱۰۵۔ **طبراني**، سليمان بن احمد (۲۶۰۔۳۶۰ھ/۸۷۳۔۹۷۱ء)۔ **المعجم الكبير**۔ موصل، عراق: مكتبة العلوم والحكم، ۱۴۰۴ھ/۱۹۸۳ء۔

۱۰۶۔ **طبری**، ابوجعفر محمد بن جرير بن يزيد (۲۲۴۔۳۱۰ھ/۸۳۹۔۹۲۳ء)۔ **تاريخ الأمم والملوك**۔ بیروت، لبنان: دارالكتب العلميه، ۱۴۰۷ھ۔

۱۰۷۔ **طبری**، ابوجعفر محمد بن جرير بن يزيد (۲۲۴۔۳۱۰ھ/۸۳۹۔۹۲۳ء)۔ **جامع البيان في تفسير القرآن**۔ بیروت، لبنان: دار المعرفه، ۱۴۰۰ھ/۱۹۸۰ء۔

۱۰۸۔ **طحطاوی**، احمد بن محمد طحطاوی (۱۲۳۱ھ)۔ **حاشيه طحطاوی علی مراقی الفلاح**۔ مصر: مطبع مصطفیٰ البابي، ۱۳۵۶ھ۔

۱۰۹۔ **طيالسی**، ابو داؤد سليمان بن داؤد جارود (۱۳۳۔۲۰۴ھ/۷۵۱۔۸۱۹ء)۔ **المسند**۔ بیروت، لبنان: دار المعرفه۔

۱۱۰۔ **ابن عابدين شامی**، محمد بن محمد امين بن عمر بن عبد العزيز دمشقی (۱۲۴۴۔۱۳۰۶ھ)۔ **رد المحتار علی الدر المختار شرح تنوير الأبصار**۔ کوئٹہ، پاکستان: مكتبہ ماجديہ، ۱۳۹۹ھ۔

۱۱۱۔ **ابن ابي عاصم**، ابوبكر احمد بن عمرو بن ضحاک بن مخلد شيبانی (۲۰۶۔۲۸۷ھ/۸۲۲۔۹۰۰ء)۔ **السنة**۔ بیروت، لبنان: المكتب الاسلامی، ۱۴۰۰ھ۔

۱۱۲۔ **ابن عباس**، صحابیٔ رسول حضرت عبد اللہ بن عباس بن عبد المطلب بن ہاشم رضی اللہ عنہ (م ۶۸ھ)۔ **تنوير المقباس من تفسير ابن عباس**۔ بیروت، لبنان: دار الكتب العلميه۔

۱۱۳۔ **ابن عبد البر**، ابو عمر یوسف بن عبد اللہ بن محمد (۳۶۸۔۴۶۳ھ/ ۹۷۹۔۱۰۷۱ء)۔ **الإستيعاب في معرفة الأصحاب**۔ بیروت، لبنان: دار الجیل، ۱۴۱۲ھ۔

۱۱۴۔ **عبد بن حمید**، ابو محمد بن نصر (م ۲۴۹ھ/ ۸۶۳ء)۔ **المسند**۔ قاہرہ، مصر: مکتبۃ السنہ، ۱۴۰۸ھ/ ۱۹۸۸ء۔

۱۱۵۔ **عبد الحق محدث دہلوی** (۹۵۸۔۱۰۵۲ھ/ ۱۵۵۱۔۱۶۴۲ء)۔ **اَشعة اللمعات شرح مشکوٰة المصابيح**۔ سکھر، پاکستان: مکتبہ نوریہ رضویہ، ۱۹۷۶ء۔

۱۱۶۔ **عبد الحق محدث دہلوی** (۹۵۸۔۱۰۵۲ھ/ ۱۵۵۱۔۱۶۴۲ء)۔ **أخبار الأخيار في أسرار الأبرار**۔ دہلی، بھارت: مطبع مجتبائی، ۱۳۳۲ھ۔

۱۱۷۔ **عبد الحی بن عماد**۔ **شذرات الذهب في أخبار من ذهب**۔ بیروت: دار المیسرہ، ۱۹۷۹م۔

۱۱۸۔ **عبد الرزاق**، ابوبکر بن ہمام بن نافع صنعانی (۱۲۶۔۲۱۱ھ/ ۷۴۴۔۸۲۶ء)۔ **المصنف**۔ بیروت، لبنان: المکتب الاسلامی، ۱۴۰۳ھ۔

۱۱۹۔ **عبد العزیز دہلوی** (م ۱۲۲۹ھ)۔ **فتاوى عزيزى**۔ دہلی، بھارت، مطبوعہ مطبع مجتبائی۔

۱۲۰۔ **عبد العزیز دہلوی** (م ۱۲۲۹ھ)۔ **فتح العزيز الشهير بہ تفسير عزيزى**۔ دہلی، بھارت: افغانی دار الکتب، ۱۳۱۱ھ۔

۱۲۱۔ **عبد الماجد دریا آبادی**۔ **تفسیر ماجدی**۔ کراچی، پاکستان مجلس نشریات قرآن، ۱۴۱۸ھ/ ۱۹۹۸ء

۱۲۲۔ **عجلونی**، ابو الفداء اسماعیل بن محمد بن عبد الہادی بن عبد الغنی جراحی (۱۰۸۷۔۱۱۶۲ھ/ ۱۶۷۶۔۱۷۴۹ء)۔ **كشف الخفا ومزيل الألباس**۔ بیروت، لبنان: مؤسسۃ الرسالہ، ۱۴۰۵ھ۔

۱۲۳۔ **عجلی،** ابو الحسن احمد بن عبد اللہ بن صالح عجلی کوفی (۱۸۲۔۲۶۱ھ)۔ **معرفۃ الثقات۔** مدینہ منورہ، سعودی عرب: مکتبۃ الدار، ۱۴۰۵ھ/ ۱۹۸۵ء۔

۱۲۴۔ **ابن عربی،** ابو بکر محمد بن عبد اللہ معافری اندلسی اشبیلی (۴۶۸۔۵۴۳ھ/ ۱۰۷۶۔۱۱۴۸ء)۔ **أحکام القرآن۔** بیروت، لبنان: دار الفکر۔

۱۲۵۔ **ابن عساکر،** ابو قاسم علی بن حسن بن ہبۃ اللہ بن عبد اللہ بن حسین دمشقی (۴۹۹۔۵۷۱ھ/ ۱۱۰۵۔۱۱۷۶ء)۔ تاریخ دمشق الکبیر المعروف ب: **تاریخ ابن عساکر۔** بیروت، لبنان: دار احیاء التراث العربی، ۱۴۲۱ھ/ ۲۰۰۱ء۔

۱۲۶۔ **عسقلانی،** احمد بن علی بن محمد بن محمد بن علی بن احمد کنانی (۷۷۳۔۸۵۲ھ/ ۱۳۷۲۔۱۴۴۹ء)۔ **الإصابۃ فی تمییز الصحابۃ۔** بیروت، لبنان: دار الجیل، ۱۴۱۲ھ/۱۹۹۲ء۔

۱۲۷۔ **عسقلانی،** احمد بن علی بن محمد بن محمد بن علی بن احمد کنانی (۷۷۳۔۸۵۲ھ/ ۱۳۷۲۔۱۴۴۹ء)۔ **فتح الباری بشرح صحیح البخاری۔** لاہور، پاکستان: دار نشر الکتب الاسلامیہ، ۱۴۰۱ھ/ ۱۹۸۱ء۔

۱۲۸۔ **عمادی،** عبد الرحمٰن بن محمد بن محمد بن محمد بن محمد العمادی الدمشقی الحنفی (۹۷۸۔۱۰۵۱ھ/ ۱۵۷۰۔۱۶۴۱ء)۔ **الروضۃ الریا فیمن دفن بداریا۔** دمشق، شام: دار المامون للتراث، ۱۴۰۸ھ۔

۱۲۹۔ **ابو عوانہ،** یعقوب بن اسحاق بن ابراہیم بن زید نیشاپوری (۲۳۰۔۳۱۶ھ/ ۸۴۵۔۹۲۸ء)۔ **المسند۔** بیروت، لبنان: دار المعرفہ، ۱۹۹۸ء۔

۱۳۰۔ **عینی،** بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد بن موسیٰ بن احمد بن حسین بن یوسف بن محمود (۷۶۲۔۸۵۵ھ/ ۱۳۶۱۔۱۴۵۱ء)۔ **عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری۔** بیروت، لبنان: دار الفکر، ۱۳۹۹ھ/ ۱۹۷۹ء

۱۳۱۔ **غزالی**، حجۃ الاسلام امام ابو حامد محمد الغزالی (۵۰۵ھ)۔ **إحیاء علوم الدین**۔ مصر: مطبعہ عثمانیہ، ۱۳۵۲ھ/ ۱۹۳۳ء۔

۱۳۲۔ **فاسی**، محمد مہدی بن احمد بن علی یوسف، (۱۰۳۳۔۱۱۰۹ھ/ ۱۶۲۴۔۱۶۹۸ء)۔ **مطالع المسرات**۔ فیصل آباد، پاکستان: مکتبہ نوریہ رضویہ۔

۱۳۳۔ **فرید الدین عطار**۔ **تذکرۃ الأولیاء**۔ بمبئی، بھارت: مطبع فتح الکریم، ۱۳۰۵ھ۔

۱۳۴۔ **فیومی**، احمد بن محمد بن علی المقری (م ۷۷۰ھ)۔ **المصباح المنیر**۔ قم، ایران، منشورات دار الھجرۃ ۱۴۰۵ھ

۱۳۵۔ **ابن فرحون**، ابراہیم بن علی بن محمد بن فرحون یعمری مالکی۔ **الدیباج المذھب فی معرفۃ أعیان علماء المذھب**۔ بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیہ۔

۱۳۶۔ **قاضی ثناء اللہ پانی پتی** (م ۱۲۲۵ھ)۔ **تفسیر المظھری**۔ کوئٹہ، پاکستان: بلوچستان بک ڈپو۔

۱۳۷۔ **قاضی عیاض**، ابو الفضل عیاض بن موسیٰ بن عیاض بن عمرو بن موسیٰ بن عیاض بن محمد بن موسیٰ بن عیاض یحصبی (۴۷۶۔۵۴۴ھ/ ۱۰۸۳۔۱۱۴۹ء)۔ **اِکمال المعلم بفوائد مسلم**۔ بیروت، لبنان: دار الوفا، ۱۴۱۹ھ/ ۱۹۹۸ء۔

۱۳۸۔ **قاضی عیاض**، ابو الفضل عیاض بن موسیٰ بن عیاض بن عمرو بن موسیٰ بن عیاض یحصبی (۴۷۶۔۵۴۴ھ/ ۱۰۸۳۔۱۱۴۹ء)۔ **الإلماع إلی معرفۃ اصول الروایۃ و تقیید السماع**۔ قاہرہ، مصر: دار التراث، ۱۳۷۹ھ/ ۱۹۷۰ء۔

۱۳۹۔ **قاضی عیاض**، ابو الفضل عیاض بن موسیٰ بن عیاض بن عمرو بن موسیٰ بن عیاض بن محمد بن موسیٰ بن عیاض یحصبی (۴۷۶۔۵۴۴ھ/ ۱۰۸۳۔۱۱۴۹ء)۔ **الشفا بتعریف حقوق المصطفی** ﷺ۔ بیروت، لبنان: دار الکتاب العربی۔

۱۴۰۔ **ابن قدامہ**، ابو محمد عبد اللہ بن احمد المقدسی (۶۲۰ھ)۔ **الکافی فی فقہ احمد بن**

حنبل۔ بیروت، لبنان: المکتب الاسلامی۔

۱۴۱۔ **ابن قدامہ**، ابومحمد عبد اللہ بن احمد المقدسی (۶۲۰ھ)۔ **المغنی فی فقہ الإمام أحمد بن حنبل الشیبانی**۔ بیروت، لبنان: دارالفکر، ۱۴۰۵ھ۔

۱۴۲۔ **قرطبی**، ابو عبد اللہ محمد بن احمد بن محمد بن یحيٰ بن مفرج اُموی (۲۸۴۔۳۸۰ھ /۸۹۷۔۹۹۰ء)۔ **الجامع لأحکام القرآن**۔ بیروت، لبنان: دار احیاء التراث العربی۔

۱۴۳۔ **ابن قیم**، محمد بن ابی بکر، ایوب الزرعی، أبوعبد اللہ (۶۹۱۔۷۵۱ھ)۔ **الروح**۔ بیروت، لبنان: دارالکتب العلم، ۱۴۰۲ھ/۱۹۸۲ء۔

۱۴۴۔ **ابن قیم**، ابوعبد اللہ محمد بن ابی بکر ایوب جوزیہ (۶۹۱۔۷۵۱ھ/ ۱۲۹۲۔۱۳۵۰ء)۔ **طریق الهجرتین وباب السعادتین**۔ دمام، سعودی عرب: دار ابن قیم، ۱۴۱۴ھ/۱۹۹۴ء۔

۱۴۵۔ **ابن قیم**، محمد بن ابی بکر، ایوب الزرعی، أبوعبد اللہ (۶۹۱۔ ۷۵۱ھ)۔ **المنار المنیف**۔حلب،شام: مکتب المطبوعات الاسلامیہ، ۱۴۰۳ھ۔

۱۴۶۔ **ابن کثیر**، ابو الفداء اسماعیل بن عمر (۷۰۱۔۷۷۴ھ/۱۳۰۱۔۱۳۷۳ء)۔ **تفسیر القرآن العظیم**۔ بیروت، لبنان: دار المعرفہ، ۱۴۰۰ھ/ ۱۹۸۰ء۔

۱۴۷۔ **ابن کثیر**، ابو الفداء اسماعیل بن عمر بصروی (۷۰۱۔۷۷۴ھ/۱۳۰۱۔۱۳۷۳ء)۔ **البدایة و النهایة**۔ بیروت، لبنان: دار الفکر، ۱۴۱۹ھ/ ۱۹۹۸ء۔

۱۴۸۔ **کنانی**، احمد بن ابی بکر بن اسماعیل (۷۶۲۔۸۴۰ھ)۔ **مصباح الزجاجة فی زوائد ابن ماجه**۔ بیروت، لبنان: دار العربیہ، ۱۴۰۳ھ۔

۱۴۹۔ **لالکائی**، ہبۃ اللہ بن الحسن بن منصور (م ۴۱۸ھ)۔ **جامع کرامات الأولیاء**۔ الریاض، سعودی عرب، دارالطیبہ، ۱۴۱۲ھ

۱۵۰۔ **ماتریدی**، امام ابومنصور محمد بن محمود (م ۳۳۳ھ)۔ تأویلات أهل السنة۔ بیروت، لبنان: مؤسسة الرسالة ناشرون، ۱۴۲۵ھ/۲۰۰۴ء۔

۱۵۱۔ **مالک**، ابن انس بن مالک بن ابی عامر بن عمرو بن حارث أصبحی (۹۳۔۱۷۹ھ/ ۷۱۲۔۷۹۵ء)۔ الموطأ۔ بیروت، لبنان: دار إحیاء التراث العربی، ۱۴۰۶ھ/ ۱۹۸۵ء۔

۱۵۲۔ **مبارک پوری**، محمد عبد الرحمان بن عبد الرحیم (۱۲۸۳۔۱۳۵۳ھ)۔ تحفة الأحوذی بشرح جامع الترمذی۔ بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیہ۔

۱۵۳۔ **مزی**، ابو الحجاج یوسف بن زکی عبد الرحمٰن بن یوسف بن عبد الملک بن یوسف بن علی (۶۵۴۔۷۴۲ھ/ ۱۲۵۶۔۱۳۴۱ء)۔ تهذیب الکمال۔ بیروت، لبنان: مؤسسة الرسالہ، ۱۴۰۰ھ/ ۱۹۸۰ء۔

۱۵۴۔ **مسلم**، ابن الحجاج قشیری (۲۰۶۔ ۲۶۱ھ/ ۸۲۱۔۸۷۵ء)۔ الصحیح۔ بیروت، لبنان: دار احیاء التراث العربی۔

۱۵۵۔ **مقدسی**، ضیاء الدین ابوعبد اللہ محمد بن عبد الواحد حنبلی (۵۶۷۔۶۴۳ھ)۔ الأحادیث المختارة۔ مکة المکرّمة، مکتبة النهضة، ۱۴۱۰ھ/۱۹۹۰ء۔

۱۵۶۔ **مقری**، ابو بکر محمد بن ابراہیم (۲۸۵۔۳۸۱ھ)۔ الرخصة فی تقبیل الید۔ ریاض: سعودی عرب، ۱۴۰۸ھ۔

۱۵۷۔ **مقریزی**، ابو العباس احمد بن علی بن عبد القادر بن محمد بن ابراہیم بن محمد بن تمیم بن عبد الصمد (۷۶۹۔۸۴۵ھ/ ۱۳۶۷۔۱۴۴۱ء)۔ إمتاع الأسماع بما للنبی ﷺ من الأحوال والأموال والحفدة والمتاع۔ بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیہ، ۱۴۲۰ھ/ ۱۹۹۹ء۔

۱۵۸۔ **ملا علی قاری**، نور الدین بن سلطان محمد ہروی حنفی (م ۱۰۱۴ھ/ ۱۶۰۶ء)۔ مرقاة

المفاتيح شرح مشكوٰة المصابيح۔ بمبئی، بھارت، اصح المطابع۔

۱۵۹۔ **مناوی**، عبد الرؤف بن تاج العارفین بن علی بن زین العابدین (۹۵۲۔۱۰۳۱ھ/ ۱۵۴۵۔۱۶۲۱ء)۔ فیض القدیر شرح الجامع الصغیر۔ مصر: مکتبہ تجاریہ کبریٰ، ۱۳۵۶ھ۔

۱۶۰۔ **منذری**، ابو محمد عبد العظیم بن عبد القوی بن عبد اللہ بن سلامہ بن سعد (۵۸۱۔ ۶۵۶ھ/ ۱۱۸۵۔۱۲۵۸ء)۔ الترغیب والترھیب من الحدیث الشریف۔ بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیہ، ۱۴۱۷ھ۔

۱۶۱۔ **ابن ماجہ**، ابو عبد اللہ محمد بن یزید قزوینی (۲۰۹۔۲۷۳ھ/ ۸۲۴۔۸۸۷ء)۔ السنن۔ بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیہ، ۱۴۱۹ھ/ ۱۹۹۸ء۔

۱۶۲۔ **ابن مفلح**، برہان الدین ابراہیم بن محمد بن عبد اللہ بن محمد (م ۸۸۴ھ)۔ المقصد الارشد فی ذکر أصحاب الإمام أحمد۔ ریاض، سعودی عرب: مکتبہ الرشد للنشر والتوزیع، ۱۹۹۰ء۔

۱۶۳۔ **ابن مندہ**، ابو عبد اللہ محمد بن اسحاق بن یحییٰ (۳۱۰۔۳۹۵ھ/ ۹۲۲۔۱۰۰۵ء)۔ الإیمان۔ بیروت، لبنان: مؤسسۃ الرسالہ، ۱۴۰۶ھ۔

۱۶۴۔ **ابن منظور افریقی**، امام العلامۃ ابو الفضل جمال الدین محمد بن مکرم بن منظور المصری (۷۱۱ھ)۔ لسان العرب۔ بیروت، لبنان: دار صادر۔

۱۶۵۔ **نبہانی**، یوسف بن اسماعیل (۱۲۶۵۔۱۳۵۰ھ/ ۱۸۴۸۔۱۹۳۲ء)۔ شواھد الحق فی الاستغاثۃ بسید الخلق ﷺ۔ لاہور، پاکستان: حامد اینڈ کمپنی۔

۱۶۶۔ **ابن نجیم**، زین بن ابرہیم بن محمد بن محمد بن بکر حنفی (م ۹۷۰ھ)۔ البحر الرائق شرح کنز الدقائق۔ مصر: مطبوعہ مطبعہ علمیہ، ۱۳۱۱ھ۔

۱۶۷۔ **نحاس**، ابو جعفر احمد بن محمد بن اسماعیل (م ۳۳۸ھ)۔ معانی القرآن الکریم۔

مکہ مکرمہ: سعودی عرب: جامعہ ام القری، ۱۴۰۹ھ۔

۱۶۸۔ **نسائی**، احمد بن شعیب (۲۱۵۔۳۰۳ھ/۸۳۰۔۹۱۵ء)۔ السنن۔ بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیہ، ۱۴۱۶ھ/۱۹۹۵ء۔

۱۶۹۔ **نسائی**، احمد بن شعیب (۲۱۵۔۳۰۳ھ/۸۳۰۔۹۱۵ء)۔ السنن الکبری۔ بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیہ، ۱۴۱۱ھ/۱۹۹۱ء۔

۱۷۰۔ **نسفی**، **عبد اللہ** بن محمود بن احمد نسفی (۷۱۰ھ)۔ مدارک التنزیل وحقائق التأویل۔ بیروت، لبنان، دار احیاء التراث العربی۔

۱۷۱۔ **ابونعیم**، احمد بن عبد اللہ بن احمد بن اسحاق بن موسیٰ بن مہران اصبہانی (۳۳۶۔ ۴۳۰ھ/۹۴۸۔۱۰۳۸ء)۔ حلیۃ الأولیاء وطبقات الأصفیاء۔ بیروت، لبنان: دار الکتاب العربی، ۱۴۰۰ھ/۱۹۸۰ء۔

۱۷۲۔ **ابونعیم**، احمد بن عبد اللہ بن احمد اصبہانی (۳۳۶۔ ۴۳۰ھ/ ۹۴۸۔۱۰۳۸ء)۔ مسند الإمام أبی حنیفۃ۔ ریاض، سعودی عرب: مکتبۃ الکوثر، ۱۴۱۵ھ۔

۱۷۳۔ **ابن نقطہ**، ابو بکر محمد بن عبدالغنی بغدادی (۵۷۴۔ ۶۲۹ھ)۔ التقیید لمعرفۃ رواۃ السنن والأسانید۔ بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیۃ، ۱۴۰۸ھ۔

۱۷۴۔ **نووی**، ابو زکریا، یحیی بن شرف بن مری بن حسن بن حسین بن محمد بن جمعہ بن حزام (۶۳۱۔۶۷۷ھ/۱۲۳۳۔۱۲۷۸ء)۔ شرح صحیح مسلم۔ کراچی، پاکستان: قدیمی کتب خانہ، ۱۳۷۵ھ/۱۹۵۶ء۔

۱۷۵۔ **نووی**، ابو زکریا یحییٰ بن شرف بن مری بن حسن بن حسین بن محمد بن جمعہ بن حزام (۶۳۱۔۶۷۷ھ/۱۲۳۳۔۱۲۷۸ء)۔ الأذکار۔ المطبعۃ الخیریہ، ۱۳۲۳ھ۔

۱۷۶۔ **نووی**، ابو زکریا یحییٰ بن شرف بن مری بن حسن بن حسین بن محمد بن جمعہ بن حزام (۶۳۱۔۶۷۷ھ/۱۲۳۳۔۱۲۷۸ء)۔ المجموع۔ جدہ، المملکۃ العربیۃ السعودیۃ:

مکتبۃ الارشاد۔

۱۷۷۔ **نووی**، ابو زکریا یحییٰ بن شرف بن مری (۶۳۱۔۶۷۷ھ/۱۲۳۳۔۱۲۷۸ء)۔ روضۃ الطالبین۔ بیروت، لبنان، دارالکتب العلمیہ، ۱۴۲۱ھ/ ۲۰۰۰ء۔

۱۷۸۔ **واقدی**، ابوعبداللہ محمد بن عمر بن واقد (۱۳۰ھ/ ۲۰۶ھ)۔ فتوح الشام۔ بیروت، لبنان: دارالکتب العلمیہ، ۱۴۱۷ھ/۱۹۹۷ء۔

۱۷۹۔ **وحید الزمان**، نواب (۱۳۳۸ھ/۱۹۲۰ء)۔ ہدیۃ المہدی من الفقہ المحمدی۔ دہلی، انڈیا: میو پریس، ۱۳۲۵ھ۔

۱۸۰۔ **ہیتمی**، ابو العباس احمد بن محمد بن محمد بن علی بن محمد بن علی ابن حجر مکی (۹۰۹۔۹۷۳ھ/۱۵۰۳۔۱۵۶۶ء)۔ الجوھر المنظم۔ مطبعۃ الخیریہ، ۱۲۳۱ھ۔

۱۸۱۔ **ہیتمی**، ابو العباس احمد بن محمد بن محمد بن علی بن محمد بن علی ابن حجر مکی (۹۰۹۔۹۷۳ھ/ ۱۵۰۳۔۱۵۶۶ء)۔ الخیرات الحسان فی مناقب الإمام الأعظم۔ بیروت، لبنان: دارالکتب العلمیۃ، ۱۴۰۳ھ/۱۹۸۳ء۔

۱۸۲۔ **ابن ہمام**، کمال الدین محمد بن عبد الواحد السیواسی (۶۸۱ھ)۔ شرح فتح القدیر۔ مصر: المکتبۃ التجاریۃ الکبری۔

۱۸۳۔ **ہندی**، حسام الدین، علاء الدین علی متقی (م ۹۷۵ھ)۔ کنز العمال فی سنن الأقوال والأفعال۔ بیروت، لبنان: مؤسسۃ الرسالہ، ۱۳۹۹/ ۱۹۷۹۔

۱۸۴۔ **ہیثمی**، نور الدین ابو الحسن علی بن ابی بکر بن سلیمان (۷۳۵۔۸۰۷ھ/ ۱۳۳۵۔۱۴۰۵ء)۔ مجمع الزوائد و منبع الفوائد۔ قاہرہ، مصر: دار الریان للتراث + بیروت، لبنان: دار الکتاب العربي، ۱۴۰۷ھ/ ۱۹۸۷ء۔

۱۸۵۔ **ابو یعلی**، احمد بن علی بن مثنی بن یحییٰ بن عیسیٰ بن ہلال موصلی تمیمی (۲۱۰۔۳۰۷ھ/ ۸۲۵۔۹۱۹ء)۔ المسند۔ دمشق، شام: دار المأمون للتراث، ۱۴۰۴ھ/۱۹۸۴ء۔